01 Khutbat-e-Mahmood J-2

مواعظ فقیہ الامت

حضرت اقدس مفتی محمود حسن گنگوہی قدس سرہٗ

مفتی اعظم ہند دار العلوم دیوبند

جلد: سوم

ترتیب جدید

محمد فاروق غفرلہٗ

خادم جامعہ محمودیہ علی پور ہاپوڑ روڈ میرٹھ (یوپی)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ۔

تفصیلات

نام کتاب:.............................مواعظ فقیہ الامت (سوم)

افادات:..................................حضرت اقدس فقیہ الامت قدس سرہ

ترتیب جدید:...محمد فاروق غفرلہٗ

خادم جامعہ محمودیہ علی پور میرٹھ

تعداد:...۵۰۰۰

کمپوزنگ:.....................مجیب الرحمن قاسمی لکھیم پوری شعبہ کمپیوٹر جامعہ ہذا

سن اشاعت:..............................۱۴۳۶ھ مطابق ۲۰۱۵ء

صفحات:..۲۸۴

قیمت:............

-:ناشر:-

مکتبہ محمودیہ

جامعہ محمودیہ علی پور ہاپوڑ روڈ میرٹھ (یوپی) ۲۴۵۲۰۶
....

اجمالی فہرست

مواعظ فقیہ الامت

جلد: سوم

☆......ایمان، تقوی، صدق کی حقیقت اور انکے حصول کا طریقہ ----------- ۱۹
☆......تقویٰ اور اسکے حصول کا طریقہ ---------------- ۴۵
☆......حق تعالیٰ کی محبت کی علامت --------------- ۷۱
☆......فضیلت ذکر ----------------------- ۹۵
☆......فوائد ذکر ------------------------ ۱۷۷
☆......حب رسول صلی اللہ علیہ وسلم --------------- ۱۴۱
☆......حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حقوق -------------- ۱۶۹
☆......حقوق مصطفٰے علیہ الصلوٰۃ والسلام --------------- ۱۹۱
☆......آداب صلوٰۃ وسلام ------------------- ۲۰۷
☆......اتباعِ سنّت ---------------------- ۲۲۳
☆......''کامیابی'' اتباع سنت میں ہے ---------------- ۲۳۷
☆......حیات طیبہ --------------------- ۲۶۱

تمت وبالفضل عمت

....

تفصیلی فہرست

مواعظ فقیہ الامت

جلد: سوم

☆......ایمان، تقویٰ، صدق کی حقیقت اور انکے حصول کا طریقہ --- ۱۹
☆......ایمان کسے کہتے ہیں؟ ---------------------------------۲۱
☆......کَوُکَبُ مُحَمَّدٍ (صلی اللہ علیہ وسلم) ----------------------۲۲
☆......دایہ کی گود میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر یہودی کا جھٹکا ---------------- //
☆......آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے یہودی کا مکان خریدنا ----------------۲۳
☆......ایک عیسائی کا قول ----------------------------------- //
☆......کفار مکہ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بات کا یقین --------------------۲۴
☆......ایمان کا معنی ---------------------------------------۲۵
☆......منافق کی تعریف اور اس کی سزا---------------------------۲۶
☆......تقویٰ کا حکم --۲۸
☆......تقویٰ کے معنی-- //
☆......تقویٰ کے حصول کا طریقہ ------------------------------۲۹
☆......تاثیر صحبت---۳۰
☆......حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ کا واقعہ ----------------------------۳۱
☆......حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت مبارکہ کی تاثیر -------------------۳۲

01 Khutbat-e-Mahmood J-1

☆......مرزائیت سے توبہ ---------------------------------- ۳۴
☆......ڈاکٹر صاحب کے قلب کے اندر تبدیلی ---------------------- //
☆......حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے مؤذن کا واقعہ ---------------------- ۳۵
☆......یک زمانہ صحبتے با اولیاء ---------------------------------- //
☆......فراست مومن -- ۳۶
☆......حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کا مکتوب۔ حضرت حاجی امداد اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے نام -- ۳۷
☆......دوست کی ملاقات کرنے والے کو بشارت -------------------- ۳۸
☆......اہل اللہ کی صحبت کا اثر ---------------------------------- ۳۹
☆......حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ کی شفقت ---------------------- //
☆......بیعت ہونے والوں کی ذمہ داری -------------------------- ۴۰
☆......کلمہ طیبہ کی برکت -- ۴۱
☆......حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا مبارک راستہ -------------------- //
☆......تعلیم کی ضرورت -- ۴۲
☆......حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ کی تشریف آوری کا مقصد -------------- //
☆......آداب مسجد -- ۴۳
☆......اِنَّمَا بُعِثْتُ مُعَلِّمًا ---------------------------------- //
☆......دعا -- ۴۴
☆......**تقویٰ اور اسکے حصول کا طریقہ** ------------ ۴۵
☆......ایمان کے معنیٰ -- ۴۷
☆......ایمان فیصلہ کر لینے اور وفاداری کا نام ہے -------------------- ۴۸
☆......تقویٰ کا حکم -- ۵۰

☆......ایمان کی حفاظت کی ضرورت ---------- ۵۱
☆......انسان کے دشمن ---------- //
☆......حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے بچپن کا واقعہ ---------- ۵۲
☆......نفس کا حال ---------- //
☆......ابرہہ کی ہلاکت کا واقعہ ---------- ۵۳
☆......شیطان کا حال ---------- ۵۴
☆......جنت سے نکلتے وقت حضرت آدم علیہ السلام اور شیطان کی دعائیں ---------- //
☆......شیطان کی پہلی دعا ---------- //
☆......دوسری دعا ---------- ۵۵
☆......تیسری دعا ---------- //
☆......حضرت آدم علیہ السلام کی دعا ---------- ۵۶
☆......حضرت آدم علیہ السلام کی دوسری دعا ---------- ۵۷
☆......حضرت آدم علیہ السلام کی تیسری دعا ---------- //
☆......اللہ تعالیٰ کی حفاظت ---------- ۵۸
☆......تقویٰ کا حکم ---------- ۵۹
☆......ایک چرواہے کے تقویٰ کا واقعہ ---------- //
☆......دربار فاروقی میں جذامی عورت کا واقعہ ---------- ٦١
☆......تقویٰ کسے کہتے ہیں؟ ---------- ٦٢
☆......تقویٰ کیسے حاصل ہوتا ہے؟ ---------- //
☆......حضرت مولانا محمد الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ---------- ٦٣
☆......مکتوب مولانا محمد الیاس صاحبؒ بنام حضرت مولانا خلیل صاحبؒ ---------- ٦٤

☆......قافلہ کے ساتھ سفر کا فائدہ ------------------ ۶۴
☆......تبلیغی جماعت کا فائدہ ------------------ ۶۶
☆......اجتماعی اعتکاف کا فائدہ ------------------ //
☆......کبر کی مذمت ------------------ ۶۷
☆......علاج کے لئے معالج پر اعتماد ضروری ہے ------------------ //
☆......قرب نوافل ------------------ ۶۸
☆......اجتماعی اعتکاف کا فائدہ ------------------ ۷۰
☆......آیت پاک کا حاصل ------------------ //
☆......**حق تعالیٰ کی محبت کی علامت** ------------------ ۷۱
☆......والدہ سے محبت ------------------ ۷۴
☆......اللہ تعالیٰ سے محبت ------------------ ۷۵
☆......اللہ تعالیٰ کی محبت کے لئے شرط ------------------ ۷۶
☆......یہود کا طریقہ ------------------ //
☆......نصاریٰ کا طریقہ ------------------ //
☆......مشرکین عرب کا طریقہ ------------------ ۷۷
☆......محبوب کی خوشنودی کی فکر ------------------ //
☆......حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کی فرمانبرداری ------------------ ۷۸
☆......حضرت ابوبکر صدیق اور خالد بن والید رضی اللہ عنہما علیہ السلام کی کمال اتباع ------------------ ۷۹
☆......مقام صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ------------------ //
☆......حضرت عمر فاروق اور حضرت سعد ابن ابی وقاص رضی اللہ عنہما کی کمال فرمانبرداری ------------------ ۸۰
☆......حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا واقعہ ------------------ //

☆......حضرت نبی کریم ﷺ کی خوشنودی کی تلاش ------------------ ۸۱
☆......ہر دل میں اللہ تعالیٰ کی محبت ہے ------------------ //
☆......محبت کرنے کا طریقہ ------------------ ۸۲
☆......اللہ تعالیٰ کی محبت کا طریقہ ------------------ ۸۳
☆......آدابِ دعا ------------------ ۸۴
☆......قبولیت دعا کی صورتیں ------------------ ۸۵
☆......آدابِ نماز ------------------ ۸۷
☆......توبہ واستغفار کی ضرورت ------------------ //
☆......حضرت رسول اللہ ﷺ کی اطاعت اللہ تعالیٰ کی اطاعت ہے ------------------ ۸۹
☆......حضور اکرم ﷺ کی مخالفت ------------------ ۹۰
☆......اتباع سنت ------------------ ۹۲
☆......حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حالت ------------------ //
☆......حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کا کھانا ------------------ //
☆......اپنی حالت کی اصلاح کی ضرورت ------------------ ۹۳
☆......**فضیلت ذکر** ------------------ ۹۵
☆......نماز کی اہمیت ------------------ ۹۷
☆......روزہ کی فضیلت ------------------ ۹۸
☆......زکوۃ وحج ------------------ //
☆......ذکر کی کثرت کا حکم ------------------ //
☆......حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں ذکر کی کثرت ------------------ ۹۹
☆......سانس کے ذریعہ ذکر ------------------ //

01 Khutbat-e-Mahmood J-1

☆......غلبۂ ذکر کا اثر ---------- ۱۰۰
☆......امام اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ کی حالت ---------- ///
☆......ادعیۂ ماثورہ کی پابندی ---------- ۱۰۱
☆......مسجد میں داخل ہوتے وقت کی دعا ---------- ///
☆......بیت الخلاء میں جانے کی دعا ---------- ۱۰۲
☆......ذکر کی صورتیں ---------- ///
☆......سلطان الاذکار اور حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی صاحبزادی صاحبہ ---------- ۱۰۳
☆......حضرت مولانا الیاسؒ پر تبلیغ کا غلبہ اور حضرت مولانا عبدالقادر رائپوریؒ پر ذکر کا غلبہ - ۱۰۵
☆......گھوڑا اور پاس انفاس ---------- ۱۰۶
☆......حضرت شاہ ابوسعید گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ پر تجلی ---------- ///
☆......ذکر قلبی ---------- ۱۰۷
☆......حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ اور ذکر حدّادی ---------- ///
☆......شیخ عبدالقدوس گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ اور سماع ---------- ۱۰۸
☆......مجلس کا حال ---------- ///
☆......فضا میں نغمہ گونج گیا ---------- ۱۰۹
☆......تداوی بالمحرم کے قبیل سے ہے ---------- ۱۰۰
☆......حضرت سلطان نظام الدین رحمۃ اللہ علیہ اور قاضی ضیاء الدین سنامی رحمۃ اللہ علیہ ---------- ///
☆......اسم سے مسمّٰی کی طرف رجوع ---------- ۱۱۲
☆......دل کی اصلاح کی ضرورت ---------- ۱۱۳
☆......صفات خداوندی ---------- ۱۱۴

☆......اللہ تعالیٰ کا دھیان جمانے کی ضرورت ---------- ۱۱۵
☆......ثمرۂ ذکر ---------- //
☆......**فوائد ذکر** ---------- ۱۱۷
☆......ذکر کی کثرت ---------- ۱۱۹
☆......قلت کلام، قلت طعام، قلت منا ---------- //
☆......دکھتی رگ ---------- ۱۲۰
☆......حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا حال ---------- ۱۲۱
☆......حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کا حال ---------- //
☆......حضرت مولانا اعزاز علی رحمۃ اللہ علیہ کا حال ---------- //
☆......حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ کا حال ---------- ۱۲۲
☆......امام اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ کا حال ---------- //
☆......اعتکاف کی راتوں میں سونیکی کی ترتیب ---------- ۱۲۳
☆......سہارنپور میں اعتکاف کا معمول ---------- ۱۲۴
☆......اللہ تعالیٰ کے محبوب بندے ---------- ۱۲۵
☆......محبوب کے لئے نیند کی قربانی ---------- //
☆......جمع ہونے کا مقصد ---------- ۱۲۶
☆......صحبت شیخ کی اہمیت ---------- //
☆......نفس کے کید کا علاج......ذکر زور سے کیا کریں ---------- ۱۲۷
☆......نفلیں مسجد میں پڑھا کریں ---------- ۱۲۸
☆......حضرت سہارنپوری اور حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے مابین گھڑی کا واقعہ ---------- ۱۲۹

☆......عالم کی غیر عالم سے بیعت ہونے کی وجہ ---------- ۱۳۱
☆......حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی بیعت کا واقعہ ---------- ۱۳۲
☆......ذکر کی چند صورتیں ---------- ۱۳۳
☆......بخاری شریف کی تصنیف ---------- ۱۳۴
☆......سوالاکھ کا ذکر ---------- ۱۳۵
☆......حضرت مولانا محمد الیاس رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ---------- ۱۳۶
☆......صحبت شیخ کی ضرورت ---------- //
☆......دعا ---------- ۱۴۰
☆......**حب رسول صلی اللہ علیہ وسلم** ---------- ۱۴۱
☆......ایمان کی علامت ---------- ۱۴۳
☆......کمال محبت کی علامت ---------- ۱۴۴
☆......حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کی کمال محبت ---------- ۱۴۶
☆......حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کی کمال جاں نثاری ---------- ۱۴۷
☆......فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی کمال محبت ---------- ۱۴۹
☆......ایک صحابی کا سونے کی انگوٹھی اٹھانے سے انکار کرنا ---------- ۱۵۰
☆......ایک صحابی کا مکان گرا دینا ---------- ۱۵۱
☆......اونٹوں کی چادروں کو اٹھا کر پھینک دیا ---------- ۱۵۲
☆......حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی تمنا ---------- ۱۵۳
☆......قاسم! میں نے تجھے دو جہاں کے بادشاہ کے پاس پڑھتے ہوئے دیکھا ہے - //
☆......حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اتباع سنت کا مقام ---------- ۱۵۴

☆......مُرَافِقَتُکَ فِی الْجَنَّةِ ---------- ۱۵۴
☆......حضرت مولانا حبیب الرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ کی خواہش ---------- ۱۵۵
☆......ریش می تراشم دل کس رانمی خراشم ---------- ۱۵۶
☆......بادشاہ نے خزانہ کی کنجیاں بھیجدیں ---------- ۱۵۸
☆......نہ مرد است آنکہ دنیا دوست دارد ---------- ۱۵۹
☆......حضرت ایوب علیہ السلام کا سونے کی ٹڈیاں جمع فرمانا ---------- ۱۶۱
☆......موتی گم ہونے اور ملنے کی خبر پر الحمد للہ ---------- //
☆......حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی حالت ---------- ۱۶۲
☆......حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دودھ پلا کر خوش ہونا -- ۱۶۳
☆......غارِ ثور میں صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی جاں نثاری ---------- ۱۶۴
☆......حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواری کی تمنا ---------- ۱۶۵
☆......جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کو بیدار میں زیارت ---------- ۱۶۶
☆......حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کو بیداری میں زیارت ---------- //
☆......زیارت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ ---------- ۱۶۷
☆......دعا ---------- //
☆......**حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حقوق** ---------- ۱۶۹
☆......اللہ تعالیٰ کے بے شمار احسانات ---------- ۱۷۱
☆......جو آپ کو اندر نہیں آنے دیتا وہ مجھ کو باہر نہیں آنے دیتا ---------- ۱۷۲
☆......نماز، روزہ، زکوۃ، تلاوتِ قرآن پاک دیگر عبادات ---------- ۱۷۳
☆......احسان عظیم ---------- ۱۷۴

☆......حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حقوق ---------- ۱۷۵
☆......پہلا حق محبت ---------- ///
☆......غزوۂ بدر ---------- ۱۷۶
☆......حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی جاں نثاری ---------- ///
☆......ام المومنین حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کی جاں نثاری ---------- ۱۷۷
☆......دوسرا حق عقیدت ---------- ۱۷۸
☆......کوہِ صفا پر اعلان ---------- ///
☆......ابولہب کی مخالفت ---------- ۱۸۰
☆......امیہ ابن خلف کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یقین ---------- ///
☆......تیسرا حق اطاعت ---------- ۱۸۲
☆......حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو نصیحت ---------- ۱۸۳
☆......پھوپھی کو نصیحت ---------- ///
☆......حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی کمال اطاعت ---------- ۱۸۴
☆......حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو نصیحت ---------- ۱۸۵
☆......اونٹوں سے سرخ چادروں کو اتار کر پھینک دینا ---------- ///
☆......حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ریشمی جبہ تنور میں جلا دیا ---------- ///
☆......حضرت علی رضی اللہ عنہ کی کمال اطاعت ---------- ۱۸۶
☆......حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی کمال اطاعت ---------- ///
☆......حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی کمالِ اتباع ---------- ۱۸۷
☆......لمحۂ فکریہ ---------- ///

☆......داڑھی منڈے شخص سے اعراض ---------- ۱۸۸
☆......عظیم انعام کی عظیم شکرگذاری ---------- ۱۸۹
☆......**حقوق مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام** ---------- ۱۹۱
☆......صلوٰۃ وسلام کا حکم ---------- ۱۹۳
☆......صلوٰۃ کے معنی ---------- ۱۹۴
☆......بادشاہ کے لئے دعا ---------- //
☆......قاضی کی جان کو رولوں ---------- ۱۹۵
☆......جسم اور قلب کا مادہ ---------- ۱۹۶
☆......حضرات انبیاء علیہم السلام اور حضرت نبی کریم ﷺ کا مادہ ---------- ۱۹۷
☆......باعث ایجاد عالم ﷺ ---------- //
☆......حقوقِ مصطفیٰ ﷺ ---------- ۱۹۸
☆......محبت اور اس کے اقسام ---------- //
☆......نرالی محبت ---------- //
☆......عقیدت ---------- ۱۹۹
☆......کوہِ صفا پر اعلانِ توحید اور ابولہب کی مخالفت ---------- ۲۰۰
☆......حضرت عباس رضی اللہ عنہ کا خواب میں ابولہب کو دیکھنا ---------- ۲۰۲
☆......مولانا جامی رحمۃ اللہ علیہ کا خواب ---------- //
☆......اطاعت ---------- ۲۰۳
☆......غزوۂ بدر میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی جاں نثاری ---------- //
☆......ام المومنین حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کا بستر لپیٹنا ---------- ۲۰۴

☆......حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کی کمال جاں نثاری---------------------۲۰۵
☆......حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کیلئے نصیحت---------------------////
☆......حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی کمال اطاعت---------------------۲۰۶
☆......آداب صلوٰۃ وسلام---------------------۲۰۷
☆......صلوٰۃ وسلام---------------------۲۰۹
☆......حاضر وناظر کا عقیدہ---------------------۲۱۰
☆......افراط وتفریط---------------------////
☆......الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ! پڑھنے کا حکم---------------------۲۱۲
☆......صلوٰۃ وسلام کی فضیلت---------------------۲۱۴
☆......اشکال مع جواب---------------------۲۱۵
☆......آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات مبارکہ کی کیفیت---------------------////
☆......حضرت سید احمد رفاعی رحمۃ اللہ علیہ---------------------۲۱۶
☆......حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد---------------------۲۱۷
☆......حضرت مولانا خلیل احمد رحمۃ اللہ علیہ کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو قرآن پاک سنانا -////
☆......حضرت مولانا خلیل احمد رحمۃ اللہ علیہ کے جنازہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شرکت -۲۱۸
☆......مولانا احمد رضا خاں صاحب کا ملفوظ---------------------////
☆......عقائد کی حفاظت---------------------۲۱۹
☆......اصلاح کی ضرورت اور اس کا طریقۂ کار---------------------۲۲۰
☆......حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ سے متعلق ایک خواب---------------------۲۲۱
☆......اختلافی مسائل کی وضاحت---------------------۲۲۲

☆......**اتباعِ سنّت** ------------------------ ۲۲۳
☆......شانِ نزول ------------------------ ۲۲۵
☆......ایمان کی کسوٹی ------------------------ ۲۲۷
☆......حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا فیصلہ ------------------------ ۲۲۸
☆......شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اور ایک فقیر کا واقعہ ------------------------ ۲۲۹
☆......حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کے لئے ہدایت ------------------------ ۲۳۲
☆......شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے لئے شیطان کا جال ------------------------ ۲۳۵
☆......**اتباعِ سنت** ------------------------ ۲۳۷
☆......فتح مکہ ------------------------ ۲۳۹
☆......حضرت وحشی رضی اللہ عنہ کا قبول اسلام ------------------------ //
☆......گناہوں کے بدلے رحمت ------------------------ ۲۴۱
☆......توبہ کی توفیق ------------------------ ۲۴۳
☆......شیطان سے حفاظت ------------------------ ۲۴۴
☆......وحشی قاتل حمزہ رضی اللہ عنہ ------------------------ ۲۴۵
☆......حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی بہادری ------------------------ ۲۴۶
☆......حضرت وحشی رضی اللہ عنہ کا کمال اتباع ------------------------ ۲۴۷
☆......مسیلمہ کذاب کا قتل ------------------------ ۲۴۸
☆......دو سبق ------------------------ //
☆......حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو وصیت ------------------------ ۲۴۹
☆......تقویٰ کس کو کہتے ہیں؟ ------------------------ ۲۵۰

☆......حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا کمال ادب ---------- ۲۵۱
☆......حضرت سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ کی کمال احتیاط ---------- //
☆......حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کو بیداری میں زیارت ---------- ۲۵۲
☆......مسلمان کی زندگی ---------- ۲۵۳
☆......دنیوی اعتبار سے اپنے سے کمزور کو دیکھو ---------- ۲۵۴
☆......دینی اعتبار سے اپنے سے اوپر والوں کو دیکھو ---------- ۲۵۵
☆......آنحضرت رحمۃ اللہ علیہ کا فقر وفاقہ ---------- //
☆......سکون کی تلاش ---------- ۲۵۷
☆......اللہ تعالیٰ کے تعلق میں اطمینان ---------- ۲۵۸
☆......موتی گم ہونے اور ملنے کی خبر پر الحمد للہ ---------- ۲۵۹
☆......حضرت زرارہ بن اوفیٰ رضی اللہ عنہ کا گھوڑا ---------- //
☆......اتباع سنت کی ضرورت ---------- ۲۶۰
☆......**حیات طیبہ** ---------- ۲۶۱
☆......عقائد ---------- ۲۶۴
☆......اخلاقیات ---------- //
☆......عبادات ---------- ۲۶۵
☆......معاملات ---------- //
☆......حقیقی زندگی ---------- //
☆......حیاتِ طیبہ ---------- ۲۶۶
☆......اعمال صالحہ کی برکات ---------- ۲۶۸

☆......جب نیک عمل کا عادیہ پیدا ہو تو فوراً کر لیا جائے ------------------ ۲۶۸
☆......آنحضرت ﷺ کا تبسّم فرمانا --------------------------- ۲۶۹
☆......حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا دروازہ ہی پر بیٹھ جانا ------------ ///
☆......قبر میں سوال و جواب ------------------------------------ ۲۷۱
☆......حیات برزخی -------------------------------------- ۲۷۲
☆......میدان محشر -------------------------------------- ///
☆......حیاتِ آخرت -------------------------------------- ۲۷۴
☆......پل صراط -------------------------------------- ///
☆......وزن اعمال -------------------------------------- ۲۷۵
☆......جہنم کی آگ -------------------------------------- ۲۷۶
☆......ساری زندگی حج نہیں کیا ------------------------------ ///
☆......لطیفۂ غیبی کی مثال ---------------------------------- ///
☆......حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کا ذوقِ عبادت ------------- ۲۷۸
☆......میدان محشر میں سوالات ------------------------------- ۲۷۹
☆......عام عذاب -------------------------------------- ۲۸۰
☆......ہماری ذمہ داری -------------------------------------- ///
☆......اصلاح کرنے والے کی مثال ---------------------------- ۲۸۱
☆......اشکال مع جواب ---------------------------------- ۲۸۲

تمت و بالفضل عمت

....

ایمان، تقویٰ، صدق کی حقیقت

اور

ان کے حصول کا طریقہ

اس بیان میں

☆......ایمان کے معنی اور ایمان کی حقیقت۔

☆......منافق کی تعریف اور اس کی سزا۔

☆......تقویٰ کے معنی اور اسکی حقیقت اور اس کے حصول کا طریقہ۔

☆......صحبت کی تاثیر، اس کی ضرورت، اس کے فوائد۔

☆......صحبت کی تاثیر سے متعلق اکابر اولیاء اللہ کے واقعات۔

....

ایمان، تقویٰ، صدق کی حقیقت

اور

ان کے حصول کا طریقہ

خطبۂ مسنونہ کے بعد!

فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔

"یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَ کُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ"

[اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو، اور سچے لوگوں کے ساتھ رہا کرو۔] (آسان ترجمہ)

یہ بہت مختصر چھوٹی سی آیت ہے قرآن کریم کی۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے ارشاد فرمایا: کہ [اے ایمان والو! اللہ کا تقویٰ اختیار کرو، اور سچوں کے ساتھ ہو جاؤ۔] اس میں تین چیزیں بیان کی گئی ہیں۔ ۱/ ایمان۔ ۲/ تقویٰ۔ ۳/ صدق۔

ایمان کسے کہتے ہیں؟

ایمان کسے کہتے ہیں؟ ایمان کے معنی ہیں مان لینا۔ تسلیم کر لینا، خالی جان لینا نہیں۔ اگر ایک شخص جانتا ہے کہ اللہ ایک ہے۔ لیکن اس کے باوجود وہ اس کے ساتھ دوسروں کو شریک کرتا ہے تو وہ مومن نہیں۔ قرآن کریم میں ہے: "اَلَّذِیْنَ اٰتَیْنٰھُمُ الْکِتٰبَ یَعْرِفُوْنَہٗ کَمَا یَعْرِفُوْنَ اَبْنَآءَھُمْ" (سورۃ البقرۃ) [جن لوگوں کو ہم نے کتاب دی ہے وہ

اس کو اتنی اچھی طرح پہنچانتے ہیں جیسے اپنے بیٹوں کو پہچانتے ہیں۔] (آسان ترجمہ) اہل کتاب حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو پہچانتے تھے اور ایسا پہچانتے تھے جیسے اپنی اولاد کو پہچانتے ہوں کہ ہاں یہ ہمارا بیٹا ہے، اس کے اندر کوئی شک وشبہ نہیں کرتے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق بھی پورا یقین تھا، جانتے تھے کہ یہ خدا کے رسول ہیں، کتابوں میں علامتیں لکھی ہوئی تھیں، ان علامتوں کو دیکھ کر پہچانتے تھے۔

کَوْکَبُ مُحَمَّدٍ (صلی اللہ علیہ وسلم)

حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میں ملک شام میں تھا، مغرب کے بعد ایک یہودی نے آسمان کی طرف نظر اٹھائی اور کہا:

"هٰذَا كَوْكَبُ مُحَمَّدٍ (صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ)"

کہ یہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ستارہ ہے۔ آج چمکا ہے۔ آج پیدائش کا دن ہے ان کی، آج پیدا ہونے والے ہیں۔ یہاں تک پہچانتے تھے، کتابوں میں جو علامات لکھی ہوئی تھیں ان کے ذریعے سے خوب پہچانتے تھے۔

دایہ کی گود میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر یہودی کا جھٹکا

ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی دایہ آپ کو گود میں لئے ہوئے تھیں، ایک جگہ پر ایک یہودی راہب بیٹھا تھا، اس کے پاس اس کے کچھ معتقدین تھے اس کی مجلس میں، یہ بھی جا کر بیٹھ گئی دیکھنے کے لئے دایہ، اس کی نظر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرۂ مبارک پر پڑی، آپ کی آنکھوں میں سرخ ڈورے تھے، اس نے پوچھا دایہ سے: کہ اس بچے کی آنکھوں میں آشوب ہے، دکھنے آ رہی ہے یا ان میں یہ سرخی رہتی ہے؟ دایہ نے بتایا: کہ یہ ہمیشہ رہتی ہے، اس پر اس نے جھپٹا مارا جیسے بلی جھپٹا مارا کرتی ہے، حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی

اللہ پاک نے حفاظت فرمائی، اور وہ بچا کر لے آئی، وہ بھی جانتا پہچانتا تھا، صورتِ مبارک دیکھ کر کہ نبی آخر الزماں ہیں۔

آنحضرت ﷺ کیلئے یہودی کا مکان خریدنا

یہاں تک کہ ایک یہودی نے مدینہ طیبہ میں آکر ایک مکان خریدا کیونکہ اس کو معلوم تھا کہ نبی آخر الزماں ﷺ کے ظہور کا وقت قریب آرہا ہے، مکہ مکرمہ میں پیدا ہوں گے ہجرت فرما کر مدینہ طیبہ تشریف لائیں گے، اور اس مکان میں قیام کریں گے، اس لئے میں سب سے پہلے ان پر ایمان لاؤں گا اور اپنا مہمان بناؤں گا، اس نیت سے اس نے مکان خریدا اور وہاں رہا، لیکن اس کے مقدر میں وہ چیز نہیں تھی، پھر وہ مکان یکے بعد دیگرے حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے پاس آ گیا اور یہ دولت ان کو عطا ہوئی۔

تو جانتے تھے وہ لوگ، بعضے لوگ تو ارادہ بھی رکھتے تھے کہ ہم ایمان لائیں گے، اور بعض لوگ شروع ہی سے مخالف تھے حضور اقدس ﷺ کے جاننے کے باوجود۔ اس لئے کہ ایمان خالی جاننے کا نام نہیں۔

ایک عیسائی کا قول

ایک عیسائی گارڈ فری ہنس نے لکھا ہے کہ محمد ﷺ اپنی سچی اور اعلیٰ اخلاق کی بدولت بہت جلدی عرب پر چھا گئے، ان کی پاکیزہ تعلیم ایسی تھی جو اس کو قبول کرتا، جو ان کی صحبت میں بیٹھتا وہ اعلیٰ درجے کا پختہ مومن ہو جاتا تھا، اس کے بعد وہ لکھتا ہے مگر کوئی یہ نہ سمجھے کہ میں مسلمان ہو گیا ہوں، میں مسلمان نہیں ہوں، اس جاننے کے باوجود، لکھنے کے باوجود صاف صاف اعلان کرتا ہے کہ میں مسلمان نہیں ہوں۔

....

کفار مکہ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بات کا یقین

لہٰذا جاننا کافی نہیں ہے، بلکہ جاننے کے بعد اس کا ماننا بھی ضروری ہے، جاننے کا تو حال یہ ہے کہ امیہ ایک بڑا زبردست مشرک شخص تھا، حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ مدینہ طیبہ سے سفر کر کے مکہ مکرمہ میں گئے وہاں امیہ سے ان کے تعلقات تھے، حضرت سعد رضی اللہ عنہ مکہ مکرمہ میں امیہ کے پاس ٹھہرا کرتے تھے، اور امیہ مدینہ طیبہ میں حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے پاس ٹھہرا کرتا تھا، چنانچہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ مکہ مکرمہ میں امیہ کے پاس جا کر ٹھہرے، انہوں نے کہا کہ بھائی دیکھ لینا کوئی فرصت کا وقت ہو تو میں طواف کروں گا بیت اللہ شریف کا۔ اچھی بات ہے، ذرا دن چڑھے اس نے بتایا موقع ہے طواف کرنے کے لئے، آئیے، ابو جہل نے دیکھا، دیکھ کر پوچھا: آہستہ سے یہ کون ہے، تمہارے ساتھ، اس نے بتلایا کہ سعد ہیں، تب اس نے کہا: کہ تم نے ایسے لوگوں کو اپنے گھر میں پناہ دی جو ہمارے یہاں سے چلے گئے، ہمارے باغی یعنی حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور مہاجرین اولین، تم نے ان کو پناہ دی اور بڑی عافیت اور امن کے ساتھ یہاں طواف کر رہے ہو، انہوں نے ڈانٹ کے جواب دیا کہ دیکھ اگر تو نے مجھے طواف سے روکا تو جو تیرا راستہ مکہ مکرمہ سے ملک شام جانے کا ہے میں مدینہ طیبہ کی طرف سے وہ راستہ روک دوں گا، تمہارے قافلوں کی آمد و رفت سب بند ہو جائے گی، ڈانٹ کر زور سے کہا۔

امیہ نے کہا: ان سے زور سے مت بول، یہ یہاں کے سردار ہیں، انہوں نے اسی کو ڈانٹ دیا کہ ہٹ، میں نے سنا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ وہ امیہ کو قتل کریں گے، اب یہ سننا تھا کہ امیہ نے پوچھا کہ کہاں قتل کریں گے، انہوں نے جواب دیا کہ یہ نہیں بتایا کہ کہاں قتل کریں گے، اسی وقت سے اس کے دل کے اندر ہیبت بیٹھ گئی تھی، باوجودیکہ مخالف تھا، مشرک تھا، اور کافر تھا؛ لیکن حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی سچائی جی کے

اندر بغیر اختیار کے اثر کرتی تھی وہ جی کے اندر بیٹھ گئی اور آ کر اپنی بیوی سے یہ واقعہ سنایا اور یہ سوچا کہ میں مکہ مکرمہ سے باہر ہی نہیں نکلوں گا مگر وہ بات پوری ہو کر رہی، غزوۂ بدر میں وہ قتل ہوا۔

ایمان کا معنیٰ

میں یہ کہہ رہا تھا کہ حضرت نبی کریم ﷺ کے متعلق کہ آپ نبی آخر الزماں ہیں، غیر اختیاری طور پر دل کے اندر آ جانا اور چیز ہے، اور ایمان دوسری چیز ہے، ایمان اس کا نام نہیں کہ غیر اختیاری طور پر دل میں آ جائے بلکہ ایمان تو اختیاری چیز ہے، حکم کیا گیا ہے: "اٰمِنُوْا" [ایمان لاؤ] یہ جو ایمان لانے کا حکم ہے، حکم ہمیشہ اختیاری چیز کا ہوتا ہے غیر اختیاری چیز کا نہیں۔ لہٰذا ایمان کے معنیٰ یہ نہیں ہیں کہ غیر اختیاری طور سے دل کے اندر ایک بات آ جائے، بلکہ ایمان کے معنیٰ فیصلہ کرنے کے ہیں۔ یہ طے کر لینا، یہ فیصلہ کر لینا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت کے مطابق زندگی گذارنی ہے، جو احکام آپ اللہ تعالیٰ کی طرف سے لائے ہیں، ان کے ماتحت رہ کر مجھے زندگی گذارنی ہے، اس فیصلے کا نام ایمان ہے۔

"یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا" اے ایمان والو! یعنی جو لوگ فیصلہ کر چکے ہیں کہ ہم کو اپنی زندگی حضرت نبی اکرم ﷺ کی ہدایت کے ماتحت گذارنی ہے نہ جی چاہی زندگی گذارنی ہے نہ سوسائٹی، نہ رسم و رواج کی زندگی گذارنی ہے، نہ ملک کی زندگی گذارنی ہے، بلکہ زندگی گذارنی ہے حضور اقدس ﷺ کی ہدایت کے ماتحت، جو کچھ حضور اقدس ﷺ کا حکم ہوگا اس کے موافق گذارنی ہے۔ یہ ہے ایمان۔ اگر کسی ملک میں کوئی پارٹی رہتی ہے جو سیاسی حیثیت سے وہاں کی حکومت کو تسلیم نہیں کرتی، حکومت نے اس کو باغی قرار دے رکھا ہے، اس سے اگر پوچھا جائے پارٹی سے کہ حکومت کس کی؟ تو وہ بھی وہی بتلائے

گی جس کی حکومت ہے، جس کو وہ جانتی ہے، جس کے قانون بھی نافذ ہیں اور یہ بھی جانتی ہے کہ اگر ہم اس کی مخالفت کریں گے تو ہمیں گرفتار کرے گی، جیل بھیجدے گی، سزائیں دے گی، لیکن اس نے یہ فیصلہ نہیں کیا کہ ہم اس حکومت کے ماتحت زندگی گذارنا چاہتے ہیں لہٰذا وہ باغی کہلائے گی، اسی طریقے پر جو شخص جانتا ہے لیکن یہ فیصلہ نہ کرے کہ مجھے حضور اقدس ﷺ کے فیصلے کے مطابق زندگی گذارنی ہے، حضور اقدس ﷺ کے احکام پر چلنا ہے، اپنی ساری زندگی کو حضور اقدس ﷺ کے رخ پر چلانا ہے، جو شخص اس کا فیصلہ نہ کرے اس کے متعلق کیسے کہا جائے کہ وہ مومن ہے۔ لہٰذا ایمان کے معنیٰ فیصلہ کر لینے کے اور طے کر لینے کے ہیں، جیسے کہتے ہیں کہ قانون تسلیم کر لیا کہ ہم فلاں قانون پر عمل کریں گے، یہ قانون کو تسلیم کر لینا اور رضامند ہو کر اس کے ماتحت زندگی گذارنے کا فیصلہ کر لینا، یہ ہے ایمان، چونکہ حضور اکرم ﷺ نے اسی ایمان کی دعوت دی ہے اور ایمان کے مظاہرے بہت بہت مواقع پر پیش آئے، حضور صلی اللہ علیہ سلم کو بھی اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بھی، اگر خالی زبان سے کہدینا ہی ایمان ہوتا تو معاملہ بہت آسان تھا۔

منافق کی تعریف اور اس کی سزا

ایک شخص زبان سے تو اقرار کرتا ہے لیکن دل کے اندر یہ فیصلہ کئے ہوئے نہیں ہے تو ایسے شخص کو مومن نہیں کہیں گے بلکہ منافق کہیں گے۔

قرآن مجید میں ہے:

اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ يُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَهُوَ خَادِعُهُمْ۔

[یہ منافق اللہ تعالیٰ کے ساتھ دھوکہ بازہ کرتے ہیں، حالانکہ اللہ تعالیٰ نے انہیں دھوکہ میں ڈال رکھا ہے۔] (آسان ترجمہ)

کہ منافقین اللہ کو دھوکا دینا چاہتے ہیں، اللہ کا نام تو لیتے ہیں اور زبان سے ایمان ظاہر

کرتے ہیں لیکن دل کے اندر موجود نہیں۔

"یَقُوْلُوْنَ بِاَفْوَاهِهِمْ مَّا لَيْسَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ"

[وہ اپنے منہ سے وہ بات کہتے ہیں جو انکے دلوں میں نہیں ہوتی۔] (آسان ترجمہ)

زبانوں سے وہ بات کہتے ہیں جو ان کے دل میں نہیں۔

"يُرْضُوْنَكُمْ بِاَفْوَاهِهِمْ وَتَاْبٰى قُلُوْبُهُمْ"

[یہ تمہیں اپنی زبانی باتوں سے راضی کرنا چاہتے ہیں، حالانکہ ان کے دل انکار کرتے ہیں۔] (آسان ترجمہ)

زبان سے تم کو راضی کرتے ہیں لیکن دل ان کے انکار کرتے ہیں۔

اس کا نام ایمان نہیں، اس کا نام تو نفاق ہے اور منافق کا انجام کیا ہے خود قرآن کریم نے بیان کیا:

"اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ فِي الدَّرْكِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ"

[یقین جانو کہ منافقین جہنم کے سب سے نچلے طبقے میں ہوں گے۔] (آسان ترجمہ)

جہنم کا جو سب سے نیچے کا طبقہ ہے منافقین کے لئے وہ ہے۔

اس لئے میرے محترم دوستو اور بزرگو! ذرا ہم کو بھی نظرِ ثانی کرنے کی ضرورت ہے کہ ہمارا ایمان کس حیثیت کا ہے، آیا وہی ہے جس کا مطالبہ ہم سے کیا جارہا ہے، یعنی یہ فیصلہ کر لینا کہ اپنی پوری زندگی، زندگی کا ہر ہر گوشہ حضور اقدس ﷺ کی ہدایت کے ماتحت گذاریں گے۔ اگر ہم نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ اگرچہ اس کے بعد کوتاہی بھی ہوتی رہے، خطا، قصور بھی آدمی کے ساتھ لگا ہوا ہے، وہ ہوتا رہے لیکن فیصلہ یہی ہے کہ خطا کو خطا سمجھے اور اس سے تائب ہو، معافی مانگے، ارادہ کرے کہ آئندہ خطا نہیں کروں گا اور طے یہ کرلے کہ چلنا اسی راستے پر ہے۔ فیصلہ یہی ہے کہ حضور اکرم ﷺ کی ہدایت کے مطابق زندگی گذارنی ہے۔ یہ ہے ایمان، ایسے لوگوں کو خطاب ہے:

....

تقویٰ کا حکم

یَاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْ ۔ یعنی اے ایمان والو! یعنی ایسے لوگ جو فیصلہ کر چکے، جو طے کر چکے کہ ہم اللہ کے حکم کی اطاعت کریں گے، اللہ کے حکم کے ماتحت زندگی گذاریں گے۔ حضور اقدس ﷺ کے لائے ہوئے دین پر عمل کریں گے، جو لوگ یہ فیصلہ کر چکے ہیں وہ گویا کہ اپنائیت میں آچکے ہیں، وہ اللہ تعالیٰ کے اپنے ہو گئے، ان کو خطاب ہے، کیا خطاب ہے؟

"اتَّقُوا اللّٰہَ" [اللہ سے ڈرو۔]

اب جب یہ فیصلہ کر لیا تو اب اللہ کا تقویٰ اختیار کرو، اللہ سے ڈرو، درحقیقت جو تقویٰ کی تعلیم ہے یہ درحقیقت ایمان کی پختگی اور کمال کے لئے ہے۔ نفس ایمان تو حاصل ہے لیکن یہ ایمان کامل کیسے ہوگا، ایمان پختہ کیسے ہوگا؟ ایمان پر ثابت قدمی کیسے حاصل ہوگی؟ "اتقوا اللہ" ہر ایسی چیز سے ڈرتے رہو جو اللہ کو ناخوش کرنے والی ہو، اللہ کی نافرمانی سے ڈرتے بچتے رہو، تب ایمان پختہ رہے گا۔

اور اگر تقویٰ اختیار نہ کیا تو ایمان کمزور ہوتا چلا جائے گا، کمزور ہوتے ہوتے مضمحل ہو جائے گا، اس کے اندر کوئی جان نہیں رہے گی، اس واسطے حکم ہے "اتَّقُوا اللہ" اللہ کا تقویٰ اختیار کرو۔

تقویٰ کے معنیٰ

تقویٰ کے کیا معنیٰ؟ ڈرنے کے، دھیان کے اس خیال اور فکر کے کہ اللہ تعالیٰ ناخوش نہ ہو جائیں، جو کام کرو یہ سوچتے ہوئے کرو کہ یہ کام اللہ تعالیٰ کی ناخوشنودی کا تو نہیں، اللہ تعالیٰ اس سے ناخوش تو نہیں ہونگے، اس چیز کو کہتے ہیں تقویٰ۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی

حدیث شریف ہے:

"لِكُلِّ شَيْئٍ مَعْدِنٌ وَمَعْدِنُ التَّقْوٰى قُلُوْبُ الْعَارِفِيْنَ"

(مجمع الزوائد:۴۷۴/۱۰،ح:۱۷۹۴۴)

[ہر چیز کی کان ہوتی ہے اور تقویٰ کی کان عارفین کے قلوب ہیں ۔]

تقویٰ ملے گا کہاں سے؟ یہ کسی دوکان پر بکتا ہے کہ وہاں سے خرید لائیں، کتاب دیکھنے سے حاصل ہوگا کس چیز سے حاصل ہوگا؟ اس کو بتلاتے ہیں ۔

لِكُلِّ شَيْئٍ مَعْدِنٌ۔ ہر شئ کے لئے ایک کان ہوتی ہے، جیسے چاندی کی کان ہے، سونے کی کان ہے، ہیرے جواہرات کی کان ہے، تو تقویٰ کی بھی ایک کان ہے ۔تقویٰ کی کان کیا ہے؟ عارفین کے قلوب، عارفین کے قلوب کے اندر تقویٰ ہے وہاں سے حاصل ہوگا۔ اسی لئے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ سینۂ مبارک کی طرف اشارہ کر کے فرمایا:

"التقویٰ ھٰھنا" [تقویٰ یہاں ہے ۔]

قلب کے اندر ایک کیفیت ہے، جو انسان کو اس بات پر آمادہ کرتی ہے کہ دیکھو جو کام کرو یہ سوچ کے کرو کہ کہیں محبوب حقیقی کو ناخوشی نہ ہو، وہ ناراض نہ ہو جائے یہ سوچ لگ جانا، یہ فکر لگ جانا، یہی تقویٰ ہے ۔جس قدر یہ فکر غالب ہوگا اسی قدر آدمی معاصی سے بچے گا، خداوند تعالیٰ کی نامرضیات سے محفوظ رہے گا۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایات کو تلاش کر کر کے ان پر عمل کرے گا اور جو چیزیں ایسی ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمادی ہیں ان سے پورا اجتناب اور پرہیز کریگا، اگر یہ چیزیں حاصل ہوگئیں اور ایمان کے مضبوط اور پختہ اور قائم ہونے کی صورت بھی یہ ہے کہ تقویٰ اختیار کیا جائے تب ایمان پختہ ہوتا ہے ۔

تقویٰ کے حصول کا طریقہ

اور تقویٰ کہاں سے حاصل ہوگا اس کی تدبیر بتائی کہ؛

"کُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ"

سچوں کے ساتھ میں ہو جاؤ گے۔ سچوں کے ساتھ میں رہو گے تو ان کا اثر تمہارے اوپر پڑے گا، تقویٰ آئے گا، صحبت کا اثر تو بھائی ہوتا ہی ہے، کہ ہیٹر کے پاس آدمی بیٹھتا ہے تو اسکا بدن بھی گرم ہوتا ہے کپڑا بھی گرم ہوتا ہے۔ اسی کی صحبت کا تو اثر ہے۔ اگر برف کے پاس آدمی بیٹھے گا تو بدن بھی ٹھنڈا ہو گا، کپڑا بھی ٹھنڈا ہو گا۔ یہ اسکی صحبت کا اثر ہے۔ ہر چیز کی صحبت کا اثر ہوتا ہے۔

تاثیر صحبت

حضرت نبی اکرم ﷺ نے ان تاثیرات کو بیان فرمایا کہ جو آدمی اونٹوں میں رہتے ہیں ان کے اوپر کیا اثر ہوتا ہے، ان کے اندر حسد اور کینہ بہت ہوتا ہے، ان کے اندر فخر اور بڑائی زیادہ ہوتی ہے۔ جو لوگ بیلوں میں زیادہ رہتے ہیں ان کے اوپر کیا اثر ہوتا ہے؟ وہ گالی زیادہ دیتے ہیں، اسی لئے جانوروں کی صحبت کے بھی اثرات ہوتے ہیں۔ حضرت نبی اکرم ﷺ نے ان اثرات کو بیان فرمایا لیکن مقصد یہ نہیں کہ ضرورت پڑنے پر بھی اونٹ نہ پالیں۔ ضرورت پڑنے پر بھی گھوڑا نہ پالیں۔ ضرورت پڑنے پر بھی بیل نہ پالیں یا ان کی خبر گیری نہ کریں۔ بلکہ مطلب یہ ہے کہ ان چیزوں کی تاثیرات سے بچتے رہنے کی ضرورت ہے۔ حفاظت کی ضروت ہے جیسے آگ سے زیادہ قریب نہ ہو آدمی، بدن جل جائے گا، کپڑے جل جائیں گے، ہاں اتنی دور رہے کہ جس سے اس کی گرمی سے فائدہ حاصل ہو سکے، اسی طریقے سے ان چیزوں میں ایسی طرح گھل مل جانا، خلط ہو جانا کہ ان کی جو تاثیرات ہیں وہ اپنے اندر آنے لگیں۔ چاہیئے تو یہ تھا کہ انسان ان چیزوں کی پرورش کر کے انکو سکھاتا، ان کو صحیح راستے پر لگاتا، گھوڑے کو بھی، بیل کو بھی، اونٹ کو بھی، ان کو صحیح طریقے پر چلاتا۔ اب بجائے اس کے آدمی ان کے اثرات کو قبول کرنے لگے۔ یہ غلط

طریقہ ہے۔ اس لئے صحبت کا اثر ضرور ہوتا ہے۔

حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ کا واقعہ

ایک صحابی ہیں جن کا نام حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ ہے۔ انھوں نے نماز میں آنا بند کر دیا۔ مسجد میں، حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت مبارکہ تھی کہ جو لوگ نماز کے لئے نہیں آیا کرتے اس کی تحقیق و تفتیش فرماتے، مکان پر آدمی بھیجتے کہ خیریت تو ہے، اچھے تو ہیں، کہیں باہر تو نہیں گئے؟ حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ کے متعلق دریافت کیا کہ حنظلہ ؓ نہیں۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ کے مکان پر تشریف لے گئے۔ معلوم ہوا کہ وہ تنہائی میں بیٹھے ہوئے ہیں، مراقبے میں سر جھکائے۔ پوچھا: کیا بات ہے؟ انھوں نے کہا، نَافَقَ حَنْظَلَةُ [حنظلہ ؓ تو منافق ہو گیا۔] کہا: سبحان اللہ! کیسی بات آپ کہہ رہے ہیں؟ کیا بات آپ نے نفاق کی دیکھی۔ حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ نے کہا: ہمارا حال یہ ہے کہ جب تک کہ ہم حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آپ کی مجلس میں رہتے ہیں تو ایسا دھیان رہتا ہے کہ جیسے جنت اور دوزخ دونوں نظروں کے سامنے ہیں۔ اتنا استحضار رہتا ہے اور جب وہاں سے آکر بیوی بچوں میں لگ گئے تو وہ حالت نہیں رہتی۔ یہ تو نفاق کی صورت ہے۔ کہ کبھی کچھ ہے کبھی کچھ ہے۔ وہاں کچھ ہے یہاں کچھ ہے۔ اس پر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا: کہ یہ بات تو ہمیں بھی ہوتی ہے۔ باقی اس کا حل یہ تو نہیں کہ یوں کونے میں آکر بیٹھ جائیں۔ مسجد میں بھی نہ جائیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھی نہ جائیں۔ ہمارے تو ماویٰ وملجاء، ساری بیماریوں کا علاج، ساری پریشانیوں کا حل حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مقدسہ ہے۔ چلو چل کر پوچھیں۔ آکر حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو کیفیت تم لوگوں کی میری مجلس میں رہتی ہے اگر یہی کیفیت باہر جا کر بھی برقرار رہے تو فرشتے تم سے راستہ میں مصافحہ

کیا کریں گے، مگر یہ تو کبھی کبھی بات ہوتی ہے، دائمی نہیں ہوتی۔

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت مبارکہ کی تاثیر

تو حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں بیٹھنے والوں کا حال یہ تھا کہ بس جتنی دیر بیٹھیں تو بس معلوم ہوتا کہ جنت دوزخ دونوں نظروں کے سامنے ہے۔ یہ کیفیت ہوتی تھی، اتنا ایمان قوی ہوتا تھا۔ اتنا استحضار ہوتا تھا۔ یہ صحبت کی برکت تھی۔

حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت ایسی عظیم الشان تھی کہ جو شخص ایک مرتبہ بھی ایمان لا کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں تھوڑی دیر کے لئے بیٹھا وہ ولی کامل ہو گیا۔ قیامت تک پیدا ہونے والے اولیاء اس ولایت کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ اللہ کے یہاں اس کو اتنا بڑا مقام حاصل ہو جاتا تھا۔ یہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت کی برکت ہوتی تھی۔ اس لئے فرماتے ہیں "کُونُوا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ" تقویٰ کیسے ملے گا، صادقین کے ساتھ رہو، ان کے ساتھ رہو گے تو ان کی صحبت کا اثر ہوگا، ان جیسے اعمال کرو گے، ان جیسا داعیہ طبیعت میں پیدا ہوگا، ان جیسا تقویٰ پیدا ہوگا۔ تو بھائی صحبت کا اثر ہوتا ہی ہے۔

حضرت علامہ انور شاہ صاحب کشمیری رحمۃ اللہ علیہ ایک مرتبہ ایک مقام پر تشریف لے گئے۔ کچھ عرصہ قیام کرنا تھا۔ ان کو وہاں بہت سے لوگ ان کے شاگرد، ان کے شاگردوں کے شاگرد تھے۔ ملنے کے لئے آئے۔ ایک صاحب بڑے انگریزی داں، بڑے شاعر، اونچے آدمی تھے، اپنی لائن کے ڈاکٹر اقبال صاحب مرحوم، ان کے دوستوں نے کہا آپ بھی چلئے۔ وہ کسی عالم اور مولوی کے قائل اور معتقد نہیں تھے مگر بعض دوستوں نے کہا ساری دنیا میں چلتے پھرتے ہو، وہاں بھی چلو، کیا مضائقہ ہے۔ کہا اچھی بات ہے۔ آ گئے۔ آ کر جو مجلس میں بیٹھے حضرت علامہ انور شاہ صاحب کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کی۔ بیٹھتے ہی ان کا ذہن منتقل ہوا کہ حدیث میں جو آیا ہے کہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس

ایسی ہوتی تھی، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اتنے مؤدب اور مہذب بیٹھتے تھے کہ کوئی حرکت نہیں کرتا تھا۔ کوئی سر نہیں ہلاتا تھا ایسے جیسے کہ گویا ان کے سروں پر چڑیاں بیٹھی ہوئی ہیں۔ سر ہلانے سے چڑیا اڑ جائے گی۔ اس شان کے ساتھ، اس وقار کے ساتھ بیٹھا کرتے تھے تو حضرت شاہ صاحب کی مجلس دیکھ کر ان کا ذہن منتقل ہوا کہ واقعی یہ بات ہوتی ہوگی۔ شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں لوگ بیٹھے ہوئے مسائل پوچھ رہے ہیں۔ کوئی کچھ سوال کرتا ہے کوئی کچھ سوال کرتا ہے۔ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ جواب دے رہے ہیں۔ ان کی شان جواب کی یہ تھی کہ جواب دیتے کہ فلاں شخص نے ایسا لکھا ہے فلاں کتاب میں اور اس کو مغالطہ فلاں جگہ سے ہوا ہے، بہت دور تک اتہ پتہ بتلایا کرتے تھے۔ گویا کہ چلتی پھرتی لائبریری تھے، کتب خانہ تھے، اتنی کتابوں کے حوالے محفوظ تھے ان سے مختلف لوگوں نے مختلف سوالات کئے یہ بھی بیٹھے سنتے رہے۔ جس وقت مجلس ختم ہوئی چلے آئے۔ اگلی مرتبہ پھر مجلس میں گئے پھر سوالات اور جوابات سنے پھر مجلس سے واپس آئے اسکے بعد پھر گئے۔ انہوں نے خود سوال کیا کہ زمان کسے کہتے ہیں مکان کسے کہتے ہیں؟ شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے تقریر کی۔ انہوں نے نیوٹن کا حوالہ دیا کہ نیوٹن نے ایسا لکھا ہے۔ شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ نیوٹن نے اس مسئلہ پر جو کچھ لکھا ہے وہ علامہ عراقی کے رسالے سے لیا ہے اور اس نے خیانت اور بد دیانتی کی ہے نیوٹن نے، اس کا حوالہ نہیں دیا ہے اور اس کو اپنی طرف منسوب کیا ہے۔ انہوں نے کہا علامہ عراقی رحمۃ اللہ علیہ کا رسالہ کہاں ہے۔ شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے کہا دیوبند میں ہے میرے پاس ہے قلمی نسخہ، وہ نسخہ بھی بھیجا تھا۔ اس کے بعد جب وہ بار بار آنے لگے۔ ایک دفعہ حدوث عالم کا ذکر آگیا تو حضرت شاہ رحمۃ اللہ علیہ صاحب نے اپنا رسالہ قصیدہ ضرب الخاتم علی حدوث العالم سنایا جس سے ڈاکٹر صاحب رحمۃ اللہ علیہ بہت متاثر ہوئے اور خیال آیا کہ یہ تو کچھ لکھے پڑھے آدمی معلوم ہوتے ہیں۔

....

مرزائیت سے توبہ

شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے دیکھا کہ ان کو کچھ انس ہو گیا تو فرمایا میں آپ سے خوش نہیں ہوں، اس واسطے کے تم مرزائی جماعت، جماعت احمدی کے سیکرٹیری ہو۔ شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو اس سے بڑا غیض تھا۔ جب یہ کہا تو یہ گئے خاموشی کے ساتھ جا کر اس سے استعفی دیا اور توبہ کی اور آ کر عرض کیا کہ حضرت جو کانٹا کھٹکتا تھا وہ میں نکال آیا، میں تائب ہو گیا۔

ڈاکٹر صاحب کے قلب کے اندر تبدیلی

اب شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ متوجہ ہوئے ان کے قلب کی طرف۔ انہوں نے اپنے قلب کے اندر وہ کیفیت محسوس کی جس سے قلب ہمیشہ سے ناآشنا تھا۔ وہ سرور محسوس کیا جو پہلے کبھی نہیں دیکھا۔ جب دیکھا تو بھڑک اٹھے اور اشعار کہے۔

نہ پوچھ ان خرقہ پوشوں کو ارادت ہو تو دیکھ ان کو
ید بیضاء لئے بیٹھے ہیں اپنی آستینوں میں
جلا سکتی ہے شمع کشتہ کو موج نفَس ان کی
الٰہی کیا بھرا ہوتا ہے اہل دل کے سینوں میں
تمنا درد دل کی ہے تو کر خدمت فقیروں کی
نہیں ملتا یہ گوہر بادشاہوں کے خزینوں میں

تو واقعہ یہی ہے کہ اہل اللہ کی صحبت تھوڑی دیر کے لئے بھی میسّر آجائے تو بھی بہت بڑی غنیمت ہے، بہت کارآمد ہے، گو اس کا اثر اس وقت کسی شخص کو محسوس نہ ہوتا ہو لیکن اثر کئے بغیر نہیں رہتی، اس کا اثر ضرور ہوتا ہے، کسی نہ کسی وقت پہونچ کر اس کا اثر ضرور ہوتا ہے۔

....

حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے مؤذن کا واقعہ

۱۹۴۷ء کے ہنگاموں کی بات ہے ادھر جمنا کے کنارے پر سہارن پور کے قریب ایک شخص تھے۔ وہاں کی بستی ساری کی ساری مرتد ہوگئی وہ بھی مرتد ہو گئے مگر وہ گنگوہ میں رہے ہوئے تھے۔ حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی مسجد میں انہوں نے نماز پڑھی تھی اور اذان بھی کہی تھی۔ ایک شخص گنگوہ آرہا تھا تو انہوں نے اس شخص کی معرفت کہلوایا کہ جا کر حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر یہ کہہ دینا کہ آپ کا مؤذن مرتد ہو گیا ہے۔ ایمان سے خالی ہو گیا ہے اس کو سنبھالئے۔ آنے والے نے کہہ دیا جیسے ہی اس نے کہا اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس کے قلب پر ایسی وحشت پیدا کی ہے وہاں رہنے سے، فوراً وہاں سے چھوٹا اور نکل کر پاکستان چلا گیا اور اسلام قبول کر لیا۔ وہ رہ چکا تھا گنگوہ حضرت گنگوہی قدس سرہٗ کی خدمت میں وہاں کی صحبت کا اثر تھا۔ لیکن ایک ماحول کی وجہ سے پریشان ہوا۔ لیکن اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس کو سنبھال لیا، ہدایت مل گئی۔

یک زمانہ صحبتے با اولیاء

اس لئے کہتے ہیں:۔

یک زمانہ صحبتے با اولیاء
بہتر است از صد سالہ طاعت بے ریاء

[اولیاء کے ساتھ ایک زمانہ کی صحبت سو سالہ طاعت بے ریا سے بہتر ہے۔]

اگر اولیاء کرام علیہم الرحمۃ کے ساتھ ایک زمانہ صحبت کا مل جائے، تھوڑا سا وقت مل جائے تو بڑی عجیب دولت ہے ستر برس تک اگر آدمی عبادت کرتا ہے لیکن

اس کو علم نہیں کہ یہ عبادت صحیح طریقے پر ہو رہی ہے یا غلط طریقے پر ہو رہی ہے۔ شیطان راہنمائی کر رہا ہے۔ لیکن اگر ایک زمانہ اولیاء اللہ کی صحبت میسر آجائے جس سے نور باطن اس کو حاصل ہو جائے، جس کے ذریعے سے شیطان کے مکر اور کید کو پہچاننے لگے تو پھر وہ بڑے کمال کی چیز ہے۔

فراست مومن

اسی لئے روایت میں آتا ہے:

"اِتَّقُوْا فِرَاسَةَ الْمُؤْمِنِ فَاِنَّهٗ يَنْظُرُ بِنُوْرِ اللّٰهِ"

(کنز العمال: ۳۰۷۳۰، فیض القدیر: ۱/۱۴۲)

مومن کی فراست سے ڈرو وہ اللہ کے نور سے دیکھ لیتا ہے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ اس کے قلب میں ایسا نور پیدا فرماتے ہیں کہ جس کے ذریعہ سے وہ حق اور باطل میں تمیز کر لیتا ہے، کفر و اسلام میں میں تمیز کرتا ہے۔ طاعت ومعصیت میں تمیز کرتا ہے۔ سنت و بدعت میں تمیز کرتا ہے۔ اس کو نور نظر آتا ہے، اللہ تبارک وتعالیٰ کی اطاعت میں، حضور اقدس ﷺ کی سنت میں اس کو نور نظر آتا ہے۔ وہ نور کے ذریعہ سے بتا دیتا ہے کہ یہ کام سنت ہے، یہ غیر سنت ہے۔ اس واسطے ضرورت ہے اہل اللہ کی صحبت کی، اسی وجہ سے حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے صحبت کے فوائد بے شمار لکھے ہیں۔ ان کے یہاں یہ طریقہ تھا کہ رمضان المبارک میں جگہ جگہ سے ان کے تعلق والے آتے اور ان کے یہاں اعتکاف کیا کرتے تھے۔ ان کی صحبت میں بیٹھا کرتے تھے۔ صحبت میں بیٹھنے سے ان کو عجیب قسم کا فیض حاصل ہوتا تھا قلب کے اندر نورانیت پیدا ہوتی تھی، شیطانیت رخصت ہوتی تھی، معصیت سے نفرت پیدا ہوتی تھی۔

....

حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کا مکتوب

حضرت حاجی امداد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے نام

حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے ایک مکتوب میں لکھا ہے جو حضرت حاجی امداد اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے نام ہے۔ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ شیخ ہیں۔ حضرت مولانا رشید احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ ان کے مرید ہیں۔ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے دریافت فرمایا: کہ اپنا حال لکھو۔ تو اس حال میں ان کا ایک طویل خط ہے۔ اس میں ایک جملہ یہ بھی ہے کہ آپ کے اقدام عالیہ سے جب سے جدائی ہوئی ہے تو نسبت کا یہ حال ہے کہ معاصی سے طبعی نفرت ہوگئی، گناہوں سے طبعی نفرت ہوگئی۔ جیسے گندگی اور غلاظت سے طبعی نفرت ہوتی ہے اسی طرح سے گناہوں سے نفرت ہوگئی۔ کتنا بڑا انعام ہے کہ اللہ تعالیٰ گناہوں سے نفرت پیدا فرماتے ہیں اور نفرت بھی طبعی، ایک تو نفرت ہے ایسی کہ اگر گناہ کیا تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے عذاب ہوگا جہنم میں جائیں گے اور ایک یہ کہ اس سے بھی بالا ہو کر طبعی طور پر نفرت ہو جیسے گندگی سے طبعی طور پر نفرت ہوا کرتی ہے۔ یہ کیفیت ہے۔ اور ایک لفظ فرمایا کہ بندے کے نزدیک مادح اور ذام برابر ہیں، جو شخص تعریف کرتا ہے اس سے قلب پر کوئی اثر نہیں ہوتا، کوئی شخص برائی کرتا ہے اس کا قلب پر کوئی اثر نہیں ہوتا یعنی ہر چیز کو حق تعالیٰ کی طرف سے سمجھتے ہیں کہ تعریف کرنے والا جو کچھ بھی بول رہا ہے یہ بھی یہاں کی منظوری سے بول رہا ہے اور جو گالیاں دینے والا گالیاں دے رہا ہے وہ بھی تو خدا کی تقدیر کی منظوری سے ہو رہا ہے۔ لہٰذا ہمیں کیا دخل کسی چیز سے نہ خوشی ہوتی ہے نہ رنج ہوتا ہے یہ کیا چیز ہے یہ وہی صحبت کا اثر ہے کہ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں رہے تھے۔ کتنے لوگوں کا حال یہ ہے کہ قسم قسم کی پریشانیوں میں مبتلا، سلوک میں اٹک رہے ہیں، آگے کو طبیعت نہیں چل رہی ہے لیکن

اپنے شیخ کی خدمت میں جاتے ہیں تھوڑا سا وقت وہاں گزارتے ہیں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ ان کی پریشانیوں کو دور فرما دیتے ہیں اور ان کا راستہ صاف ہو جاتا ہے۔ تو میرے دوستو! صحبت کی بہت ضرورت ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے آپ کے یہاں دارالعلوم قائم فرمایا، یہاں انتظام ہے تعلیم کا بھی، یہاں انتظام ہے اس بات کا بھی کہ اگر کوئی شخص اپنی قلبی پریشانیاں لے کر آئے، اللہ تبارک وتعالیٰ یہاں کے اکابر حضرات کی صحبت سے ان کی توجہ سے ان پریشانیوں کو بھی دور فرمائیں گے، اور اللہ تبارک وتعالیٰ اصلاح کی طرف طبیعت کو مائل فرمائیں گے اور بدعات سے نفرت پیدا فرمائیں گے، سنتوں کی رغبت پیدا فرمائیں گے۔ اگر کچھ بھی نہ ہو تو کچھ بھی آدمی علم حاصل کرنے کے لئے نہ آئے محض اللہ کے بندے کی صحبت میں بیٹھنے کے لئے آئے۔ بہت بڑی دولت ہے۔

دوست کی ملاقات کرنے والے کو بشارت

ایک کتاب میں واقعہ لکھا ہے کہ ایک شخص جارہا تھا اپنے کسی دوست سے ملنے کیلئے ایک بستی سے دوسری بستی میں دور دراز کا سفر تھا۔ جب اس بستی کے کنارے پر پہونچا جہاں جانا تھا وہاں دیکھا ایک شخص کھڑا ہے، اس نے پوچھا بھائی تم کون ہو کہاں جارہے ہو کیا مقصد ہے۔ بتایا فلاں شخص میرا دوست ہے اور اللہ تعالیٰ کی راہ کا دوست ہے وہ کوئی اور رشتہ داری نہیں ہے، صرف اللہ تبارک وتعالیٰ کی خاطر اس کو دوست رکھتا ہوں دینی محبت کی وجہ سے اس سے ملاقات کیلئے جارہا ہوں کہا اچھا تو میں بھی بتادوں میں ہوں اللہ کا فرشتہ، مجھے اللہ تبارک وتعالیٰ نے یہاں تجویز کیا ہے کہ میں تم کو خوشخبری سنادوں کہ تم جنت میں جاؤ گے۔ تو محض ایک دوست کے پاس جانے کی خاطر جو اللہ کیلئے جارہا ہے اور دوستی بھی اللہ کیلئے ہے، دین کی خاطر دوستی ہے، اس پر اللہ تبارک وتعالیٰ کو اتنی مسرت ہوئی کہ اس کو جنت کی خوشخبری اسی دنیا میں رہتے رہتے سنادی۔

....

اہل اللہ کی صحبت کا اثر

پیارے دوستو! اللہ تعالیٰ کے کارخانے سے جن کے قلب میں نورِ ایمان ہے، جن کے قلب میں عشق محمد صلے اللہ علیہ وسلم ہے، جن کے قلب میں اللہ کا تقوی ہے، ان کے پاس بیٹھنے سے انکے پاس جانے سے قلب کے اندر جلاء پیدا ہوتی ہے، صلاحیت پیدا ہوتی ہے شیطان کے کید اور مکر سے حفاظت ہوتی ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ اس کو توفیق عطافرماتے ہیں اعمال صالحہ کی اپنا قرب عطافرماتے ہیں یہ خدا تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت بہت بڑی دولت ہے۔

حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ کی شفقت

اور اس وقت حضرت شیخ الحدیث صاحب تشریف لائے ہیں ان کی معذوری کو آپ دیکھ ہی رہے ہیں وہ کوئی بتانے کی چیز نہیں ہے، اس کے باوجود اللہ نے ان کے قلب میں ایک ولولہ پیدا فرمایا کہ اللہ کے بندوں پر شفقت ہے ان کو اللہ کے بندوں کے ساتھ الفت کا محبت کا تعلق ہے وہ ڈھونڈتے پھرتے ہیں کہ کہیں کوئی اللہ کا بندہ ہوتو اس دولت کو لے، اور آئے ہیں اس واسطے کہ یہاں سے سب لوگ نہیں جاسکتے وہ تشریف لے آئے کہ آنے والے کچھ دیر پاس بیٹھیں، اللہ تبارک وتعالیٰ کا نام سیکھیں۔ اللہ کے راستہ پر لگیں، گناہوں سے توبہ کریں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کے وعدے کریں اسی مقصد کے واسطے بس جگہ جگہ پر پھر رہے ہیں جگہ جگہ پر مرکز قائم کر رہے ہیں، اسی لئے کسی نے کہا ہے۔

خانقاہ ومدرسہ قائم نمودہ جابجا

تربیت کردہ فرستد کارواں درکارواں

[خانقاہ اور مدرسہ جگہ جگہ قائم فرمائے، قافلے کے قافلے تربیت کرکے بھیجتے ہیں۔]

جماعتیں کی جماعتیں ان کو تعلیم دے کر ان کو صاحب نسبت بنا کر پختہ کرکے بھیجتے ہیں

ایک ایک شخص، ایک ایک علاقے میں پہونچ جائے تو انشاء اللہ سب پر حاوی ہو اور اللہ کے نور کو پھیلائے اللہ تعالیٰ کے دین کی اشاعت کرے حق تعالیٰ نے ان کے لئے اس کا انتظام فرمایا اور جگہ جگہ پر صرف یہیں نہیں تمام دنیا میں جہاں جہاں ان کو علم ہے کہ یہاں مسلمان لوگ آباد ہیں، وہاں کوشش کر کے آدمیوں کو بھیج رہے ہیں، اور پرورش اور تربیت کر کے بھیج رہے ہیں، سکھا کر، تعلیم دے کر پختہ کر کے بھیج رہے ہیں، اور لوگوں کو ترغیب دیتے ہیں کہ جہاں تک ہوسکے اللہ کے دین کو پھیلاؤ۔

پیارے دوستو! اللہ والوں کے دلوں میں یہ جذبہ ہوتا ہے یہ رحمت اور شفقت ہوتی ہے جس کی وجہ سے وہ مخلوق پر زیادہ سے زیادہ شفیق ہوتے ہیں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے آپ حضرات کو بھی اس کا موقعہ دیا ہے کہ آپ یہاں تشریف لائے۔

بیعت ہونے والوں کی ذمہ داری

پیارے دوستو! جو لوگ بیعت ہوئے ہیں ان کو لازم ہے کہ جہاں تک ہوسکے معمولات کی پابندی کریں۔ اس واسطے کہ بیعت ہونا نام کے واسطے نہیں۔ یہ بیعت ہونا ایسا ہی ہے جیسے ایک طالب علم مدرسہ میں آگیا، داخل ہوگیا، اس نے رجسٹر میں اپنا نام لکھا دیا۔ لیکن نہ کتاب پڑھتا ہے، نہ سبق یاد کرتا ہے، نہ تکرار نہ مطالعہ کچھ نہیں کرتا۔ بتاؤ خالی نام رجسٹر میں لکھانے سے اس کو علم آئے گا۔ اس کو علم نہیں آئے گا۔ علم تو محنت کرنے سے آئے گا۔ اسی طریقہ پر جو لوگ بیعت ہوئے، بیعت ہونے سے ان کا داخلہ تو ہوگیا لیکن جب محنت کریں گے تبھی جا کر کچھ آئے گا۔ یہ دولت بغیر محنت کے نہیں آتی۔ دنیا کی ذرا سی چیز کے واسطے کتنی محنت کرنی پڑتی ہے اور اس کے لئے کیا کچھ نہیں محنت کرنی پڑے گی۔ بڑی محنت کرنی پڑتی ہے لیکن حق تعالیٰ کی عادت یہ ہے کہ آدمی تھوڑی سی محنت کرتا ہے۔ محنت کرتا ہے آدمی اپنی حیثیت، اپنی طاقت کے مطابق لیکن حق تعالیٰ اپنی شان کے مطابق عطا فرماتے ہیں۔

....

کلمہ طیبہ کی برکت

حدیث پاک میں آتا ہے ایک کلمہ ایسا ہے کہ زمین سے لیکر آسمان تک جتنا حصہ یہ فضا ساری کی ساری ثواب سے بھر جائے، ایک کلمہ ایسا ہے کہ اس کو ترازو میں رکھ دو تو ترازو وزنی ہوجائے اس سے، ترازو کا تمام پلڑہ بھر جائے اس سے، اللہ تبارک وتعالیٰ اتنا عطا فرماتے ہیں۔

حضرت نبی کریم ﷺ کا مبارک راستہ

حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا مبارک راستہ ہے ہی ایسا راستہ، جو شخص اس راستے کو اختیار کرے گا وہ راہِ حبیب کو اختیار کرتا ہے۔حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے حبیب، اللہ کے حبیب کا راستہ حبیب اور جو لوگ اس راستہ پر چلنے والے ہیں وہ اللہ کے حبیب بن جائیں گے۔ اس واسطے محض بیعت ہوجانے پر، توبہ کر لینے پر قناعت نہ کریں، بار بار اس کا دھیان بھی کرتے رہیں کہ فلاں فلاں چیز ہے ہم نے توبہ کی اور یہ بھی کیا کہ اور کوئی گناہ نہیں کروں گا۔اور اگر گناہ ہوا ہے تو فوراً توبہ کریں، استغفار کریں، حق تعالیٰ مدد فرماتے ہیں، جو معمولات ہیں ان معمولات کی پابندی کریں، اذکار و اذکار کی پابندی کریں اور کوشش کریں کہ آپ کے یہاں بھی زیادہ سے زیادہ صاحب نسبت لوگ تیار ہوں اور تیار ہوکر دنیا میں پھیلیں۔ یہ درحقیقت بہت بڑا لشکر ہے۔ یہ تمام عالم میں پھیلے گا اور یہاں سے جائے گا اور جا کر جگہ جگہ دین کی اشاعت کرے گا۔ نبی کو بھیجنے کا مقصد کیا ہے "لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ" اللہ تعالیٰ کے دین کو تمام دینوں پر غالب کردے یہ مقصد ہے اس واسطے جو لوگ ایسے ہیں کہ ان تک دین نہیں پہونچا وہاں بھی دین پہنچانے کی ضرورت ہے جن کے پاس دین پہونچ گیا مگر وہ عمل کی طرف راغب نہیں ان کو عمل کی طرف توجہ دلانے کی ضرورت ہے۔

غرضیکہ یہ کوشش اور یہ میدان ایسا ہے کہ اس میں ساری عمر خرچ ہوجائے اور اسی

طریقہ پر آدمی کام کرتے رہیں۔ اللہ تعالیٰ کے یہاں قبولیت ہی قبولیت ہے وہاں اس چیز کو رد نہیں کیا جاتا۔

تعلیم کی ضرورت

اس لئے زیادہ سے زیادہ بچوں کو دینی تعلیم دلانا جو بڑے لوگ ہیں اگر ان کو پڑھنے کا موقعہ ہو تو وہ بھی پڑھیں۔ اگر پڑھنے کا موقعہ نہیں تو کم از کم صحبت میں آ کر بیٹھا کریں، بات دین کی پوچھتے رہا کریں، تعلق قائم رکھیں، مسئلے دریافت کرتے رہیں، اپنے گھریلو چیزوں میں بھی مشورے کرتے رہیں، اپنا اور بیوی کا کوئی قصہ پیش آئے اس میں بھی مشورہ لیتے رہیں، ان مشورہ لینے میں بھی خیر ہے۔ اس واسطے کہ خیر کا مشورہ ملے گا۔ حضرت نبی اکرم ﷺ کی ہدایات کی روشنی عطا ہوگی جو فائدہ اور ثواب اس میں ہے وہ دوسری چیز میں نہیں۔

حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ کی تشریف آوری کا مقصد

اس لئے آپ حضرات کو مبارکباد دیتا ہوں کہ ایسی حالت میں بھی حضرت شیخ آپ کے یہاں آئے اور اپنے خدام کو لے کر آئے۔ خود تو غور کرو، مدینہ طیبہ کہاں، کتنی بلند جگہ، کتنا مبارک مقام اور وہاں سے یہاں تشریف لائے۔ شیخ کو وہاں سے اپنے وطن جانا تھا سیدھے۔ پہنچ جاتے مگر یہاں تشریف لائے کئی روز کا قیام کیا۔ مدینہ طیبہ کی جو نمازیں ہیں مسجد نبوی کی ان کی حیثیت کچھ اور ہے اور دوسرے مقام کی نمازوں کی حیثیت کچھ اور ہے لیکن یہ رافت اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کی محبت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی امت پر شفقت آپ حضرات پر شفقت اسی نے مجبور کیا کہ یہاں تشریف لائیں اور تشریف لا کر اتنی بڑی جماعت کو مستفیض فرمائیں اللہ تبارک وتعالیٰ ان کے تشریف لانے کو مبارک فرمائے اور آپ سب حضرات کے لئے بھی اور تمام عالم کے لئے بھی۔ اور جو لوگ یہاں نہیں آسکے لیکن آنے کی خواہش اور تمنا ان کے دل میں ہے،

اللہ تعالیٰ ان کو بھی مبارک فرمائے اور قبول فرمائے اور اس مدرسہ کو بھی ترقیات سے نوازے اور جو مسجد کی تعمیر کی بنیاد رکھی گئی اللہ تعالیٰ اس کی تعمیر کو بھی مکمل کرائے اور اس کو آباد کرے۔ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اعمال سے آباد کرے، اس میں اللہ کا ذکر ہو، حدیث کی تعلیم ہو، قرآن پاک کی تعلیم ہو، اللہ کے تقوی کی باتیں ہوں، دین کی اشاعت کی چیزیں ہوں، اللہ تبارک وتعالیٰ ان ذریعوں سے آباد کرائے۔

آدابِ مسجد

آج کل مسجد بارونق تو بہت ہوتی ہیں فرش بھی اچھے اچھے بچھے ہوتے ہیں، فرنیچر اس کا شاندار بھی ہوتا ہے، لیکن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اعمال ان میں کم ہیں۔ اس وجہ سے وہ آبادی آبادی نہیں۔ آبادی تو یہ ہے، حدیث پاک میں موجود ہے لوگ مسجد بنائیں گے بڑی اونچی اونچی اور بہت کچھ اس میں ہوگا لیکن وہ اللہ کے ذکر سے غیر آباد ہوگی۔ مسجد میں آئے گے تو بیٹھ کو ادھر ادھر کی بازاری تجارت کی باتیں کریں گے، کسی کی غیبت اور برائی کی باتیں کریں گے، آپس کی بے جا بحث کریں گے، سوال و جواب ہوگا اور لڑائی جھگڑوں کے قصے ہوں گے، یہ سب چیزیں ایسی ہیں کہ مسجد کی شان کے خلاف ہیں یہ چیز نہیں ہونی چاہئے۔ مسجد میں کیا ہو، اللہ کا نام۔

اِنَّمَا بُعِثْتُ مُعَلِّمًا

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک دفعہ مسجد میں تشریف لائے، دیکھا کچھ لوگ ادھر ادھر کو بیٹھے ہیں وہ تو مسلے مسائل کی باتیں کر رہے ہیں۔ ایک نے سوال کیا دوسرے نے جواب دیا۔ کچھ لوگ ادھر ادھر کو بیٹھے ہیں وہ عبادات میں مشغول ہیں، کوئی نفلیں پڑھ رہا ہے، کوئی تسبیح پڑھ رہا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دونوں جماعتیں خیر پر ہیں۔ یہ بھی خیر ہے وہ بھی

خیر ہیں۔ اور پھر جو لوگ مسلے مسائل کی باتیں کر رہے تھے ان میں آ کر بیٹھ گئے اور فرمایا:

"اِنَّمَا بُعِثْتُ مُعَلِّمًا" (مشکوۃ شریف: ۱/ ۳۶، کتاب العلم)

میں تو معلم بنا کر بھیجا گیا ہوں۔

میں تو انھیں میں بیٹھوں گا۔ اس واسطے مسجد میں تعلیم کی بات ہو، دین کی بات ہو، اعلیٰ چیز ہے۔

دعا

خداوند تعالیٰ توفیق مرحمت فرمائے اور مسجد کی تعمیر کو مکمل کرائے اور اس کی تمام ضروریات کو خزانۂ غیب سے انتظام فرمائے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ ہر قسم کے شرور سے محفوظ رکھے، مدرسے کو بھی، مسجد کو بھی، اساتذہ کو بھی، طلبہ کو بھی اور جو لوگ مدرسہ سے وابستہ ہیں، تعلق رکھنے والے ہیں جو بیعت ہوئے ہیں اللہ تعالیٰ ان کو بھی ہر طرح کے شر سے محفوظ رکھے۔ اور دنیا کی عزت بھی دے اور آخرت کی عزت بھی دے، یہاں کی راحت بھی دے اور وہاں کی راحت بھی دے۔ شیطان کے فتنوں سے بھی بچائے اور نفس کے فتنوں سے بچائے، اللہ تعالیٰ سب کی مساعی جمیلہ کو قبول فرماوے، ایمان میں استقامت اور استحکام دے، تقویٰ میں پختگی عطا فرمائے، صدق میں پختگی عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین!

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى خَيْرِ خَلْقِهٖ سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ۔

....

تقویٰ اور اسکے حصول کا طریقہ

اس بیان میں

☆......ایمان کی تعریف، ایمان کی حفاظت کی ضرورت۔
☆......جنت سے نکلتے وقت حضرت آدم علیہ السلام اور شیطان کی دعائیں۔
☆......تقویٰ کے معنی، اس کا حکم، اس کے حصول کا طریقہ
☆......صحبت کی تاثیر اور اس کے فوائد وثمرات۔
☆......تبلیغی جماعت اور اجتماعی اعتکاف کے فوائد۔
☆......قرب نوافل کسے کہتے ہیں؟

....

تقویٰ اور اسکے حصول کا طریقہ

بعد خطبہ مسنونہ۔ اما بعد۔

فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔

يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَكُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ۔

[اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو، اور سچے لوگوں کے ساتھ رہا کرو۔] (آسان ترجمہ)

اللہ جل جلالہٗ وعم نوالہٗ کا پاک ارشاد ہے کہ اے ایمان والو! اللہ کا تقویٰ اختیار کرو اور سچوں کے ساتھ رہو۔ اس آیت شریفہ میں ایمان والوں کو خطاب ہے اور تقوے کا خطاب ہے اور صادقین کے ساتھ رہنے کا خطاب ہے۔

ایمان کے معنیٰ

ایمان کسے کہتے ہیں؟ تقویٰ کسے کہتے ہیں؟ صدق کسے کہتے ہیں؟ تین چیزیں اس میں ہیں۔ ایمان کے معنی ہیں مان لینا، اللہ جل جلالہٗ کے نازل کئے ہوئے احکام کو، محض آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مقدسہ پر اعتماد کرتے ہوئے مان لینا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کچھ نجات کا راستہ بیان فرمایا ہے احکام خداوندی بتادئے ہیں بالکل وہی تسلیم ہے اور اسی کے مطابق زندگی گزارنا ہے۔ ایمان نام جاننے کا نہیں صرف جاننا تو کفار اور مشرکین کو بھی حاصل تھا۔ قرآن پاک میں ہے:

وَلَئِنۡ سَاَلۡتَهُمۡ مَّنۡ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضَ لَيَقُوۡلُنَّ اللّٰهُ ۔

[اور اگر تم ان سے پوچھو کہ وہ کون ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا ہے؟ تو وہ ضرور یہ کہیں گے کہ اللہ!] (آسان ترجمہ)

آپ ان مشرکین اور کافرین سے پوچھیں کہ آسمان اور زمین کو کس نے پیدا کیا تو کہیں گے اللہ نے پیدا کیا۔ اتنا وہ بھی جانتے تھے بلکہ یہاں تک بات تھی؛

وَظَنُّوۡۤا اَنَّهُمۡ اُحِيۡطَ بِهِمۡ دَعَوُا اللّٰهَ مُخۡلِصِيۡنَ لَهُ الدِّيۡنَ ۔

[اور وہ یہ سمجھ لیتے ہیں کہ وہ ہر طرف سے گھر گئے تو اس وقت وہ خلوص کے ساتھ صرف اللہ پر اعتقاد کر کے صرف اسی کو پکارتے ہیں۔] (آسان ترجمہ)

جب کشتی پر سوار ہیں سب طرف سے موجوں نے لہروں نے گھیر لیا تاریکی ہے، راستہ نہیں مل رہا ہے۔ اس وقت اللہ کو پکارتے تھے۔ دعاء بھی کرتے تھے۔ اسے اتنا بھی تسلیم کرتے تھے کہ ہاں وہ قادر ہے۔ اب سارے معبودانِ باطلہ وہ بت جن کی پوجا پاٹ کرتے تھے سب بیکار ہیں۔ کسی کی طاقت کام نہیں دیتی۔ ان لہروں، موجوں میں، سمندر کے طوفان میں، گھرنے کے بعد طاقت خداوند تعالیٰ ہی کی ہے جو بچا سکتی ہے۔ کسی کی طاقت بچا نہیں سکتی اتنا وہ بھی جانتے تھے۔ لیکن نبی اکرم ﷺ کے لائے ہوئے دین کے ماتحت زندگی گذارنے کا انھوں نے فیصلہ نہیں کیا تھا۔

ایمان فیصلہ کر لینے اور وفاداری کا نام ہے

ایمان درحقیقت نام ہے فیصلہ کر لینے کا طے کر لینے کا کہ ہم اپنی پوری زندگی حضرت نبی کریم ﷺ کے دین کے ماتحت گذاریں گے۔ طے کر لینا فیصلہ کر لینا یہ عہد کر لینا۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا ۔ اے وہ لوگو! جو فیصلہ کر چکے ہو کہ ہم حضرت نبی اکرم ﷺ

کے لائے ہوئے دین کے ماتحت زندگی گذاریں گے جب تم نے یہ فیصلہ کرلیا تو سنو۔ دنیا میں ایک حکومت دوسری حکومت کو جانتی ہے، اس کے قوانین سے بھی واقف ہے، اس کی طاقت سے بھی باخبر ہے، ہوائی طاقتوں کو بھی جانتی ہے، بحری طاقتوں کو بھی جانتی ہے لیکن اس کے ماتحت رہ کر وہ زندگی گذارنے کو تیار نہیں۔ لڑائیاں آپس میں ہوتی ہیں۔ بلکہ ایک ہی حکومت میں بعضے آدمی ایسے بھی ہوتے ہیں جو قانون کو بھی جانتے ہیں، حکومت کے وزراء کو بھی جانتے ہیں، عدالتوں کو بھی جانتے ہیں ان کی سزاؤں کو بھی جانتے ہیں۔ اس کے باوجود اس حکومت کے ماتحت رہ کر زندگی گذارنے کو تیار نہیں ایسے لوگ کیا کہلاتے یں، باغی کہلاتے ہیں۔ کیا باغی جانتے نہیں ہیں حکومت ہے؟ ضرور جانتے ہیں۔ حکومت کی سزاؤں کو نہیں جانتے قتل اور پھانسی کی سزاؤں کو نہیں جانتے؟ ضرور جانتے ہیں۔ اگر ایمان نام جاننے کا ہوتا تو سب کے سب مومن ہوتے۔ لیکن مومن تو درحقیقت وہ ہے جو فیصلہ کرے کہ ہاں مجھے اس طریقہ پر زندگی گذارنی ہے۔ حکومت کے وفادار وہی کہلائیں گے جو حکومت کے قانون کے تحت رہ کر زندگی گذارنے کو تیار ہوں۔ فیصلہ کریں۔ ورنہ تو باغی کہلائیں گے۔ جب کسی شخص نے وفاداری کا عہد کرلیا ایک حکومت کے ماتحت رہنے کے لئے وہ وہاں کا شہری بن گیا۔ اب قانونی طور پر حکومت کے زیر اثر ہوگیا۔ پھر اگر بھول چوک سے غلطی سے اس نے کوئی خطا کی بھی تو ہوسکتا ہے کہ حکومت سزا دے، ہوسکتا ہے کہ معاف کردے۔ دونوں باتیں ممکن ہیں۔ یہی حال خدائے پاک کے یہاں کا ہے کہ خداوند تعالیٰ کے ماتحت، اس کے قانون کے ماتحت، اس کے نبی کی ہدایت کے ماتحت زندگی گذارنے کا جو شخص فیصلہ کرچکا، عہد کرچکا، حلف وفاداری کرچکا وہ مومن ہے، پھر اس سے خطا قصور سرزد ہوجائے، ہوسکتا ہے کہ حق تعالیٰ معاف فرمادیں، ہوسکتا ہے کہ سزا دیں لیکن ہمیشہ ہمیشہ کے لئے اسے جہنم میں بھیجدیں ایسا نہیں ہوگا۔ ہمیشہ کے لئے جہنم میں تو وہی جائے گا جو باغی ہوگا، اس کے لئے نجات کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔

اِنَّ اللّٰہَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَكَ بِہٖ وَیَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ یَّشَآءُ۔

[بے شک اللہ اس بات کو معاف نہیں کرات کہ اس کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرایا جائے اور اس سے کمتر ہر بات کو جس کے لئے چاہتا ہے معاف کر دیتا ہے۔] (آسان ترجمہ)

تقویٰ کا حکم

اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے پاک نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بھیجا۔ قرآن پاک نازل کیا جن لوگوں نے اس کو تسلیم کرلیا اور اپنی زندگی کو اس کے ماتحت رہ کر گذارنے کا فیصلہ کرلیا وہ لوگ مومن ہیں ان سے کہا گیا کہ اے ایمان والو! جب تم ہمارے قانون کے تحت داخل ہو گئے جب تم نے ہم سے عہد کرلیا وفاداری کا جب تم نے فیصلہ کرلیا کہ ہمارے بھیجے ہوئے قانون کے مطابق زندگی گذاروگے تو اِتَّقُوا اللّٰہَ اب اللہ کا تقویٰ اختیار کرو۔ دیکھ بھال کر زندگی گذارو۔ قدم قدم پر بلکہ سانس سانس پر زندگی کو دیکھتے رہو کہ کوئی چیز خلاف قانون تو نہیں۔ یہ ایمان ایک پودا ہے جو قلب کے اندر اگ آیا ہے۔ دنیا میں اس زمین پر جب کوئی پودا لگاتا ہے، پودے کی حفاظت کی جاتی ہے، چلتے ہوئے کوئی گائے بکری اسے نہ کھالے، کہیں سخت ترین گرمی کی وجہ سے نہ کملا جائے، سخت ترین سردی کی وجہ سے کہیں نہ ٹھٹھر جائے۔ غرض ضرورت کے وقت اس کو پانی بھی دیا جاتا ہے، ضرورت کے وقت جانوروں سے بھی حفاظت کی جاتی ہے، گرمی، سردی، سے حفاظت کی جاتی ہے جب اس کی پرورش ہوتی ہے تو پھر اس کے اوپر برگ و بار لگتا ہے، پتے، شاخیں، پھل، پھول لگتے ہیں مخلوق خدا اس سے نفع اٹھاتی ہے اور اعلیٰ درجہ کا وہ درخت بن جاتا ہے۔ حفاظت نہ کی جائے تو بسا اوقات تباہ اور برباد ہو جاتا ہے۔ تو ایمان کا بھی پودا ہے جو قلب میں لگایا گیا ہے جس کی حقیقت مختصر لفظوں میں، میں نے عرض کی کہ یہ فیصلہ کرلینا ہے کہ اس پودے کی حفاظت کی ضرورت ہے، پودے کی حفاظت کریں گے تو پودا قوی ہوگا اسی حفاظت کا نام ہے تقویٰ۔ خداوند تعالیٰ کی معصیتوں و نافرمانیوں سے اس پودے کی حفاظت کی جائے۔

....

ایمان کی حفاظت کی ضرورت

پودا جیسے کہ گرمی سے خراب ہو جاتا ہے، سردی سے خراب ہو جاتا ہے، پانی نہ پہنچنے سے خراب ہو جاتا ہے کسی جانور کے کھالینے سے بتاہ ہو جاتا ہے کوئی کیڑا لگ جاتا ہے۔ اسی طریقہ پر ایمان نہ خراب ہو جائے۔ ایمان کی حفاظت کی بھی ضرورت ہے۔ حدیث پاک میں تو موجود ہی ہے کہ جس طرح سے ظروف پر زنگ لگتا ہے ایمان پر بھی زنگ لگ جاتا ہے۔ ایمان کو تازہ کرتے رہا کرو۔ جَدِّدُوا اِيْمَانَكُمْ۔ ایمان کی تجدید کرتے رہا کرو، اس کو قلعی کرتے رہا کرو۔ پوچھا گیا کہ حضور! اس کی قلعی کیا ہے؟ آپؐ نے فرمایا لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کثرت سے پڑھو۔ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ پڑھنے سے ایمان کا زنگ دور ہو جاتا ہے۔ کپڑے بھی میلے ہوتے ہیں ان کو بھی دھویا جاتا ہے۔ صاف کیا جاتا ہے، مکان بھی میلا ہوتا ہے اس کے اوپر بھی قلعی کی جاتی ہے، برتن بھی میلے ہوتے ہیں ان کے اندر بھی ضرورت پیش آتی ہے صفائی کی۔ اسی طریقے سے ایمان کے اندر بھی میل لگتا ہے غفلت سے، ماحول کے برے اثرات سے، معاصی سے۔ اس لئے ایمان کی صفائی کی، حفاظت کی، تجدید کی، تجلیہ کی ضرورت ہوتی رہتی ہے۔ اس کی صورت یہ ہے کہ تقویٰ اختیار کیا جائے ورنہ اگر ایمان کو تقویٰ کے ساتھ مزین نہ کیا جائے تو ایمان سوکھ جائے گا، زنگ لگ جائے گا، خراب ہو جائے گا۔

انسان کے دشمن

اسلئے کہ انسان کے ساتھ ایک نفس لگا ہوا ہے جو اس کے اندر موجود ہے۔

اِنَّ اَعْدیٰ عَدُوِّكَ نَفْسُكَ الَّتِيْ بَيْنَ جَنْبَيْكَ" (اتحاف السادۃ: ۲۰۶/۷)

تمہارا سب سے گہرا سب سے بڑا دشمن وہ ہے جو تمھارے پہلو میں موجود ہے "نفس" اور دوسرا دشمن انسان کے ساتھ شیطان لگا ہوا ہے۔

اِنَّ الشَّیۡطَانَ لِلۡاِنۡسَانِ عَدُوٌّ مُّبِیۡنٌ"

انسان کے لئے شیطان کھلا ہوا دشمن ہے۔ اس کی عداوت مخفی نہیں کھلی ہوئی عداوت ہے لیکن عداوت کے جو طریقے ہیں وہ بہت مخفی ہیں۔ ان کا ہر ایک کو پتہ نہیں چلتا۔ ان سے زیادہ تحفظ کی ضرورت ہے۔ نفس کی شرارتوں کی بھی ہر ایک کو خبر نہیں ہوتی۔

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے بچپن کا واقعہ

حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ میری طالب علمی میرے بچپن کے زمانے میں میرے والد صاحب خط وکتابت مجھ سے کرایا کرتے تھے۔ یعنی خطوط کا جواب میرے ذریعے سے لکھواتے تھے۔ ایک لفظ بولا انھوں نے "استمزاج" استمزاج کے معنیٰ استصواب رائے۔ یہ لفظ فارسی میں مستعمل ہے عربی میں اس معنیٰ میں مستعمل نہیں اور چونکہ عام دستور فارسی میں خط وکتابت کا تھا اس لئے انھوں نے یہ لفظ بھی لکھوا دیا۔ مجھے اس کے معنیٰ معلوم نہیں تھے۔ میں نے والد صاحب سے کہا ممکن ہے مکتوب الیہ اس لفظ کے معنیٰ صحیح نہ سمجھ سکے لہذا کوئی دوسرا لفظ اس کے ہم معنیٰ لکھوا دیجئے۔ انھوں نے دوسرا لفظ بول دیا لیکن شرارت میرے نفس کی تھی کہ اپنے جہل کو باپ تک سے چھپایا۔ اسی بات پر فرمار ہے تھے کہ نفس کی شرارت کا یہ عالم ہے اپنے جہل کو باپ تک سے چھپایا۔ یہ نہیں کہا کہ میں جاہل ہوں میں نہیں جانتا اس کے معنیٰ بلکہ یہ کہا شاید مکتوب الیہ جاہل ہو اس کے معنیٰ نہ سمجھے۔ تو جہل ایک ایسی بری چیز ہے اور ایسا برا دھبہ ہے کہ آدمی اپنے اوپر لینے کو تیار نہیں۔

نفس کا حال

اور نفس کا حال اتنا مخفی ہے کہ اس کا پتہ نہیں چلتا۔ یہ تو ہمارا ایمان ہے کہ نفس ہمارا سب سے بڑا دشمن ہے کیونکہ قرآن پاک میں آچکا اور ہم یہ فیصلہ کر چکے ہیں کہ قرآن پاک میں

جو کچھ آیا ہے وہ صحیح ہے۔ لیکن وہ کس کس راہ سے کس کس طریقہ پر شرارتیں کرتا ہے اس کا علم ہر ایک کو نہیں۔ اسی طرح سے شیطان یہ تو معلوم ہے کہ بڑا پکا گہرا دشمن ہے لیکن یہ کس کس راہ سے دشمنی کرتا ہے کیا کیا طریقے، کیسے کیسے جال ہیں، اس کا پتہ نہیں چلتا۔ یہ تو دنیا میں بھی دیکھتے ہیں کہ ایک دشمن دوسرے دشمن کے لئے اس کو تباہ و برباد کرنے کے واسطے جنگ کے موقع پر کیا کیا تدبیریں کرتا ہے۔ کبھی نیچے تار بچھا دیتا ہے، کبھی پانی گرم کر کے اس پر چھوڑتا ہے، کبھی خندقیں کھود دیتا ہے، کبھی کچھ ترکیب کرتا ہے کبھی کچھ ترکیب کرتا ہے کہ اس کو پتہ نہیں چلتا وہ خالی الذہن ہوتا ہے، تباہ و برباد ہو جاتا ہے۔ تو ایک دشمن دوسرے دشمن کے لئے تدبیر کیا کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ بھی تدبیر اختیار فرماتے ہیں۔

ابرہہ کی ہلاکت کا واقعہ

ابرہہ نے جس وقت بیت اللہ شریف کو گرانے کا ارادہ کیا اور جنگی ہاتھیوں کا لشکر لے کر چلا، جو سب سے بڑا ہاتھی تھا اس کو سب سے آگے بڑھایا تاکہ بیت اللہ شریف کو گرائے لیکن اللہ تبارک وتعالیٰ کی کیا تدبیر تھی۔ ابابیل کو بھیج دیا ان کے گمان میں بھی نہیں تھا کہ ایسے پرندے آسکتے ہیں۔ ان کو چونچ یا پنجوں میں کنکریاں ہوسکتی ہیں کہ وہ ایٹم بم کا کام دیں کہ دماغ پر گریں اور دوسرے راستے سے نکلیں اور تباہ و برباد کر دیں۔ "كَعَصْفٍ مَّأْكُوْلٍ" بنا دیں۔ اللہ تبارک تعالیٰ نے بھی تدبیر کی ان کو پتہ نہیں تھا اسی طریقہ سے ہمیں بھی پتہ نہیں ہے کہ ہمارا نفس ہمارے لئے کیا کر رہا ہے؟ البتہ اتنا ضرور ہے کہ اس کو حدیث پاک میں فرمایا گیا "بين جنبيك" ہمارے دونوں پہلوں کے اندر ہے۔ دشمن باہر کا ہو اس کی طاقت کا اندازہ کیا جا سکتا ہے خفیہ پولس کے ذریعہ سے بھی معلوم کیا جا سکتا ہے۔ لیکن اپنے اندر موجود ہو نظر نہ آتا ہو اس کی طاقت کا اس کی تدبیر کا کیا اندازہ کیا جائے کیسے اندازہ کیا جائے دشوار ہے اس کا اندازہ کرنا۔

....

شیطان کا حال

اسی طریقہ سے شیطان کا یہ حال ہے کہ انسان کے جسم میں رگوں میں گھومتا پھرتا ہے جیسے کہ خون۔

"اِنَّ الشَّیْطَانَ یَجْرِیْ مِنَ الْاِنْسَانِ مَجْرَی الدَّمِ" (مشکوۃ شریف: ج ۶۷)

شیطان خون کی طرح انسان کی رگ، انسان کے جسم میں سرایت کئے ہوئے ہے تو جو دشمن اتنا مسلح اتنا حاوی ہو آخر اس سے بچاؤ کی کیا صورت ہے اور یہ دشمن بھی حاوی ہے یہ کس طرح سے حاوی ہے کیوں حاوی ہے۔

جنت سے نکلتے وقت حضرت آدم علیہ السلام اور شیطان کی دعائیں

روایات میں آتا ہے کہ جب حضرت آدم علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام کو جنت سے دنیا میں بھیجنے کی تجویز کی گئی اور شیطان کو نکالا گیا لعنت کا طوق اس کے گلے میں ڈالا گیا تو شیطان نے دعائیں کیں۔

شیطان کی پہلی دعا

ایک دعا یہ کی کہ اللہ اس آدم کی وجہ سے مجھے جنت سے نکالا جارہا ہے مجھے مہلت دے قیامت تک زندہ رہنے کی، میری موت نہ آئے کیونکہ ایک دشمن خواہ کتنا ہی گہرا دشمن ہو جب مرجاتا ہے تو اطمینان ہوجاتا ہے کہ دشمن ختم ہوگیا، امید رہتی ہے کہ مریگا تو سہی، اس کے بعد امن ہوجائیگا لیکن شیطان نے مہلت مانگ لی:

"اَنْظِرْنِیْٓ اِلٰی یَوْمِ یُبْعَثُوْنَ"

جس روز مردے قبر سے اٹھائے جائیں گے تو مجھے اس روز تک کے لئے مہلت

....

دیدے۔اور اس کی ہوشیاری یہ تھی کہ موت کے پھندے سے بچ جائے کیونکہ پہلا صور پھونکا جائیگا جس میں سب مرجائیں گے، دوسرا صور پھونکا جائے گا جس میں سب زندہ کرکے اٹھادئے جائیں گے تو اس نے مہلت مانگی کب تک کی جب زندہ کرکے اٹھائے جائیں گے اس وقت تک کی تاکہ موت سے چھٹکارامل جائے۔وہاں سے کہا گیا؛

"اِنَّكَ مِنَ الْمُنْظَرِيْنَ اِلٰى يَوْمِ الْوَقْتِ الْمَعْلُوْمِ"

وقت معلوم تک مہلت دیدی گئی یعنی جب پہلا صور پھونکا جائے گا جس میں سب مرینگے اس وقت تجھے بھی مرنا ہے۔مرنے سے تو بچاؤ ہے نہیں۔ایک یہ مہلت مانگ لی۔

دوسری دعا

نیز اس نے دعا کی کہ آدم کی وجہ سے مجھے نکالا جارہا ہے مجھے اس پر قابو دے دے۔ اس سے کہا گیا اچھا تجھ کو انسان پر آدم پر قابو دیدیا گیا کہ رگوں میں گھس سکتا ہے، خون کی طرح سرایت کرجاتا ہے۔

تیسری دعا

کہا اس میں ترقی دے، کہا اچھی بات جس وقت انسان اپنی بیوی کے پاس جاتا ہے شیطان بھی جاتا ہے، انسان کا نطفہ قرار پاتا ہے، شیطان کا بھی قرار پاتا ہے۔انسان کے نطفے میں جان پڑتی ہے شیطان کے نطفے میں بھی جان پڑتی ہے۔شیطان کے بچے کو وہیں قابو دیدیا جاتا ہے انسان کے بچے پر، یہاں تک کہ جب پیدا ہوتا ہے اسی کو ہمزاد کہتے ہیں تو وہ شیطان کا بچہ انسان کے بچہ پر حاوی مسلط رہتا ہے۔وہیں سے ساتھ لگادیا گیا ہے۔حدیث میں آتا ہے۔

"صِيَاحُ الْمَوْلُوْدِ حِيْنَ يَقَعُ نَزْغَةٌ مِنَ الشَّيْطَانِ" (مشکوٰۃ شریف:۱۸/۱،باب فی الوسوسۃ)

[بچہ کا رونا اس وقت ہوتا ہے جب شیطان چوکہ لگا تا ہے۔]

بچہ بعض دفعہ سوتا ہوا بالکل چیخ اٹھتا ہے، چلّا دیتا ہے۔ کیا ہے وہ شیطان چوکا مارتا ہے اس کو۔

ادھر شیطان نے وعدہ کیا۔ "قَالَ فَبِمَآ اَغْوَيْتَنِيْ لَاَقْعُدَنَّ لَهُمْ صِرَاطَكَ الْمُسْتَقِيْمَ ثُمَّ لَاٰتِيَنَّهُمْ مِّنْۢ بَيْنِ اَيْدِيْهِمْ وَمِنْ خَلْفِهِمْ وَعَنْ اَيْمَانِهِمْ وَعَنْ شَمَآئِلِهِمْ وَلَا تَجِدُ اَكْثَرَهُمْ شٰكِرِيْنَ"

اے پاک پروردگار! تو نے مجھے گمراہ تو کر ہی دیا، بے راہ تو کر ہی دیا لیکن میں بھی تیرے سیدھے راستے پر جا بیٹھوں گا۔ آگے پیچھے دائیں بائیں ہر طرف سے انسان کو بہکاؤں گا اور اکثر لوگ ان میں سے ایسے ہوں گے جو شکر گذار نہ ہوں گے یعنی میرے قابو میں آجاوئیں گے۔ غرض یہ کہ شیطان کو قابو ہوا۔

حضرت آدم علیہ السلام کی دعا

حضرت آدم علیہ السلام نے عرض کیا کہ اے اللہ! شیطان کو تو میرے اوپر مسلط کر دیا۔ میرے بھی تو بچاؤ کی کوئی صورت بتا۔

"خُلِقَ الْاِنْسَانُ ضَعِيْفاً"

انسان تو بہت ضعیف اور کمزور ہے۔ میرے لئے بھی بچاؤ کی کوئی صورت بتا۔ اچھی بات ہے۔ بچاؤ کی صورت بتلائی گئی کہ جب شیطان کا بچہ آدمی کے بچہ پر مسلط ہوگا تو ہم فرشتے مقرر کر دیں گے حفاظت کے لئے چنانچہ روایات میں آتا ہے کہ جس طرح شہد کا پیالہ رکھا ہو اور کوئی آدمی بیٹھا ہو، ہاتھ ہلاتا رہتا ہو۔ مکھیوں اور مچھروں کو بھگاتا رہتا ہو، ذرا اپنا ہاتھ روکے تو مکھیوں اور مچھروں کا چھتہ کا چھتہ اس پر آ کر بیٹھ جاتا ہے۔ اسی طریقہ پر شیاطین اور جنات کو ملائکہ ڈھکیلتے رہتے ہیں۔ انسان سے اگر ذرا دیر کو بھی حفاظت روک

لیں تو بس چھتہ کا چھتہ ان کا آ بیٹھے اور تکہ بوٹی کر کے انسان کو بانٹ کھائیں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ حفاظت کرتا ہے انسان کی۔

حضرت آدم علیہ السلام کی دوسری دعا

حضرت آدم علیہ السلام نے دعا کی کہ اے پروردگار! مجھے بھی کچھ ترقی دیجئے۔ فرمایا اچھا۔ ایک نیکی کروگے تو دس گنا ثواب، اگر خطا ہوئی یا تو معاف کردیں گے یا اتنی ہی سزا جتنی خطا ہوئی۔

حضرت آدم علیہ السلام کی تیسری دعا

آدم علیہ السلام نے درخواست کی اور ترقی دیجئے۔ شیطان نے تین دعا کی تھی آدم علیہ السلام نے بھی تین دعائیں کیں، ترقی دی اور فرمایا مرنے سے پہلے جب بھی توبہ کرلو گے معاف کردینگے۔ اب شیطان پریشان ہوا کہ لیجئے ساری عمر محنت کروں گا، آدمی سے گناہ کراؤں گا۔ خطا کراؤں گا اور مرنے سے پہلے توبہ کریگا تو سارے گناہ معاف ہوجائیں گے۔ میری تو ساری محنت بیکار ہوجائے گی۔ تو توبہ بھی اللہ تبارک وتعالیٰ نے رکھی ہے۔

غرض یہ ہے کہ اس دارالامتحان میں اللہ نے بھیجا ہے۔ اس قیدخانہ میں بھیجا ہے کہ ہر طرف اس کیلئے پریشانیاں ہی پریشانیاں ہیں۔ اور اس کی حفاظت کے واسطے بھی حق تعالیٰ نے انتظام فرمادیا۔ اتنے دشمن خارج میں لگے ہوئے ہیں آدمی کے ساتھ، سانپ آدمی کا دشمن، بچھو آدمی کا دشمن، بھیڑیا آدمی کا دشمن ہے، شیر آدمی کا دشمن ہے۔ غرض کتاب الطب کو اٹھا کر دیکھئے تو معلوم ہوتا ہے کہ انسان کے دشمنوں سے بھری ہوئی ہے۔ جغرافیہ کو اٹھا کر دیکھئے تو معلوم ہوگا کہ انسان کے دشمنوں سے بھرا ہوا ہے۔ خود انسان کے بدن کا یہ حال ہے کہ ذرا سا ڈاڑھ میں دانت میں درد ہوجائے تو بے چین ہوجاتا ہے۔ قلب کی تکلیف ہوجائے تو بے چین

ہو جاتا ہے، درد گردہ ہو جائے تو بے چین ہو جاتا ہے، پیشاب رک جائے تو تکلیف، غرض یہ کہ یہ دار الامتحان ایسا ہے کہ اندر باہر ہر طرف امتحان ہی امتحان ہے۔

اللہ تعالیٰ کی حفاظت

لیکن حق تعالیٰ نے انسان کو اس طرح بے کس نہیں چھوڑ دیا کس مپرسی کی حالت میں نہیں چھوڑ دیا۔ اپنی نصرت کا وعدہ کیا ہے۔ اس سے یہ ذرا سا صحیح طریقے پر چلنے کا عہد کر لے۔ کیا وہ کسی کا شعر: ؎

کی محمد سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں

تو انسان اگر تیار ہو جائے حضرت نبی اکرم ﷺ کا وفادار بن کر زندگی گذارنے کے لئے فیصلہ کرے حق تعالیٰ کی طرف سے جگہ جگہ سے نصرت بھی ہوتی ہے۔ اب آدمی رات میں سوتا ہے کون اس کی حفاظت کرتا ہے، سارے دشمنوں سے وہی حفاظت کرنے والا ہے۔ قسم قسم کی چیزیں کھاتا ہے۔ ہر چیز کی تاثیر کو اس کے حق میں موافق بنا دیتا ہے۔ یہ کون کرتا ہے؟ وہی تو کرتا ہے۔ انسان کے بدن میں ایسی مشینیں لگا دی ہیں کہ غذائیں مختلف قسم کی کھاتا ہے اور اس کی قوت نکل نکل کر اس کے لئے قوت جسم کا باعث بنتا ہے۔ یہ سب کچھ کون کرتا ہے؟ حق تعالیٰ ہی کرتے ہیں۔ یہاں پر بیٹھے ہوئے ہیں چھت ٹھہری ہوئی ہے ابھی نہیں گر رہی ہے۔ حق تعالیٰ نے ٹھہرا رکھی ہے اور جس وقت حکم ہوگا حق تعالیٰ کی طرف سے گرنے کا فوراً گر جائے گی۔ سارے انتظامات رکھے رہ جائیں گے۔ آرام سے زمین پر بیٹھے ہیں، چلتے پھرتے ہیں، اپنا کاروبار کرتے ہیں، زمین دھنس نہیں جاتی۔ یہ کس نے زمین کو ٹھہرا رکھا ہے؟ حق تعالیٰ نے ٹھہرا رکھا ہے۔ زلزلہ آ کر تباہ و برباد نہیں ہو جاتے۔ یہ حفاظت کے انتظام حق تعالیٰ نے کر رکھے ہیں۔ جہاں اتنے دشمنوں میں رکھا ہے اپنے بندہ کو اور یہ بندہ ایسا جو اللہ کا خلیفہ

ہے اللہ تعالیٰ نے اپنا خلیفہ بنا کر انسان کو بھیجا ہے۔اللہ کا خلیفہ اور اللہ کی اتنی بڑی مخلوق کے درمیان گھرا ہوا، اتنے دشمنوں کے درمیان گھرا ہوا حق تعالیٰ ویسے ہی چھوڑ دینگے اس کو! حدیث پاک میں آتا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ”کوئی ہے جو اپنے بچے کو جلتی آگ میں ڈال دے“ (صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا' ایسی کونسی عورت ہوگی جو اپنے بچے کو جلتی آگ میں ڈال دے ہر گز نہیں۔فرمایا جتنی محبت عورت کو اپنے بچے سے ہے حق تعالیٰ کو اس سے زیادہ محبت اپنی مخلوق سے ہے۔حق تعالیٰ اس کی حفاظت کرتے ہیں۔ہاں تھوڑے دنوں کا یہ امتحان ہے جو فیصلہ کرے حلف وفاداری کرے اس کے مطابق زندگی گذارے اور تھوڑی بہت بھول چوک ہوتی ہے معاف بھی کرتے رہتے ہیں۔وہاں بھی معافی کا بہت بڑا دروازہ ہوگا لیکن اپنی طرف سے یہ طے ہونا چاہئے کہ مجھے اس راہ پر زندگی گذارنی ہے اس میں تردد نہ ہو۔

تقویٰ کا حکم

تو ایمان کی حفاظت کے واسطے تقویٰ ہے فرمایا؛

”یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ“

اے ایمان والو! اللہ کا تقویٰ اختیار کرو تو یہ ایمان سلامت رہے گا ایمان میں ترقی ہوگی جس قدر زیادہ سے زیادہ آدمی تقویٰ اختیار کرتا ہے قانون خداوندی پر عمل کرتا ہے حق تعالیٰ کے معاصی سے اپنی حفاظت کرتا ہے اسی قدر ایمان قوی اور مضبوط ہوتا چلا جاتا ہے۔

ایک چرواہے کے تقویٰ کا واقعہ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ ایک دفعہ ایک جنگل میں دوپہر کا وقت سخت ترین گرمی، وہاں بیٹھے تھے۔ارادہ کیا وہاں کھانا کھانے کا۔دیکھا کہ ایک شخص بکریاں چرا رہا ہے۔اس کو

فرمایا آؤ بھائی! تم بھی میرے ساتھ کھالو۔اس نے کہا صاحب! میرا تو روزہ ہے۔فرمایا تیرا روزہ کیسا؟ رمضان نہیں اور کوئی دن ایسا نہیں کہ اس دن کے روزہ کی خاص طور سے فضیلت آئی ہو۔مثلاً محرم کی دس تاریخ ہے یا ذی الحجہ کی نو تاریخ ہے یا شعبان کی پندرہ تاریخ ہے۔ایسی کوئی تاریخ نہیں۔کیا بات ہے۔کیوں روزہ رکھا ہے؟ اس سخت گرمی میں۔اس نے کہا میں تو اپنے ایام خالیہ کو کام میں لا رہا ہوں۔ایام خالیہ کیا ہے؟ وہ قرآن کریم میں آیا ہے۔

"كُلُوْا وَاشْرَبُوْا هَنِيْٓـًٔا بِمَآ اَسْلَفْتُمْ فِى الْاَيَّامِ الْخَالِيَةِ۔"

[(کہا جائے گا کہ) اپنے ان اعمال کے صلے میں مزے سے کھاؤ پیو، جو تم نے گذرے ہوئے دنوں میں کئے تھے۔] (آسان ترجمہ)

کہ اللہ کے فرماں بردار بندوں سے جنھوں نے اللہ کی خاطر بھوک اور پیاس کی مشقت کو برداشت کیا اور جدوجہد کی اللہ کو راضی کرنے کے لئے ان سے کہا جائے گا کھاؤ پیو ان اعمال کی وجہ سے جو ایام خالیہ میں تم نے کئے تھے۔ایام ماضیہ میں کئے تھے۔تو اس نے تشریح کی اس کی کہ آج میرے ذمہ کوئی سخت کام مشقت کا نہیں تھا میرے آقا مولیٰ کی طرف سے، میں نے سوچا خالی دن کو کیوں بیکار ضائع کروں لہٰذا روزہ رکھ لیا میں نے۔ان کو اس کا یہ تصور بہت پسند آیا اور وہ قدردان تھے ہر نیکی کے قدردان تھے۔اس سے یوں فرمایا حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے، اچھا ایک بکری ہمیں دیدو ہم اس کو ذبح کریں گے۔تمھیں بھی گوشت دیں گے۔اس نے کہا صاحب یہ بکریاں میری ملک نہیں میں تو چرواہا ہوں، محافظ ہوں، محافظ کو تو حق نہیں ہے بکریاں دینے کا، مالک کی بکریاں ہیں۔تو انھوں نے اس کے دل کا اندازہ کرنے کے لئے فرمایا ہر روز بکریاں گنی تھوڑی ہی جاتی ہیں۔کیا مالک روزانہ بکریوں کو گنتا ہے۔شناخت کر کر کے۔ایک بکری کو تو بھیڑیا بھی لے جاتا ہے۔ایک بکری تو کھوئی بھی جاتی ہے اور جب بکریوں کی تعداد زیادہ ہو اس میں ایک بکری کا اس طرح سے چھپ جانا یا ضائع ہو جانا کچھ بعید نہیں۔اس نے بڑی حیرت سے سنا ان کی بات کو اور کہا،

"فَاَیْنَ اللّٰہُ" اور اللہ کہاں یعنی اگر میں اپنے مالک کو دھوکہ دیدوں کہ ایک بکری کھوئی گئی۔ ایک بکری کو بھیڑیا لے گیا، اللہ تو دیکھ رہا ہے وہ تو کہیں نہیں چلا گیا۔ مولیٰ تو یہاں موجود نہیں اللہ تو موجود ہے۔ جو بکریوں کا مالک ہے وہ تو نہیں دیکھ رہا ہے اللہ تو دیکھ رہا ہے۔ یہ اس کا استحضار تھا۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کو بہت پسند آیا اس کے مالک کی تحقیق کر کے اس سے ساری بکریاں خرید لیں اور اس غلام کو بھی خرید لیا۔ خریدنے کے بعد اسے کو اطلاع دی کہ میں نے تمھارے مالک سے تمھاری ساری بکریاں خرید لیں (اس نے کہا) اللہ برکت دے۔ فرمایا میں نے تم کو بھی خرید لیا۔ اس نے کہا اللہ اس میں بھی برکت دے۔ پھر فرمایا کہ میں نے تم کو آزاد کر دیا اور یہ بکریاں سب تم کو دیدیں۔ پہلے چرواہا تھا اتنی رعایت تھی کہ ایک بکری بھی نہیں دے سکتا تھا اب وہ مالک ہو گیا مالک ہو کر زندگی گذار رہا ہے۔ اس واسطے ضرورت ہے اسی استحضار کی۔ اللہ کہاں ہے اللہ تو دیکھ رہا ہے۔

دربار فاروقی میں جذامی عورت کا واقعہ

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور میں ایک بڑھیا تھی۔ اس کو جذام کا مرض تھا۔ بیت اللہ شریف کا طواف کرنے کے لئے آتی تو اس سے لوگوں کو اذیت ہوتی پریشانی ہوتی تھی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کو منع فرما دیا تھا کہ تو طواف کرنے کے لئے بیت اللہ مت آیا کر۔ اپنے گھر بیٹھ۔ بیٹھ گئی۔ تعمیل ارشاد کر لی۔ جس وقت میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا وصال ہوا، بڑھیا کو کسی نے اطلاع کی جس نے تم کو منع کیا تھا ان کا انتقال ہو گیا۔ اب کوئی حرج نہیں مسجد میں آجایا کر۔ بڑھیا نے جواب دیا۔ عمر ایسا شخص نہیں تھا کہ اس کی زندگی میں اس کی بات مانی جائے، انتقال کے بعد نہ مانی جائے۔ اس واسطے وہ نہیں مانی۔ نہیں آئی۔ بیٹھ گئی۔ یہ فیصلہ کی شان ہوا کرتی ہے۔ بیت اللہ کی فضیلت حاصل کرنے کا اسے بہت شوق تھا لیکن نہیں آئی کیونکہ امیر المومنین نے منع کر دیا تھا۔ فیصلہ کی یہ شان ہوتی ہے۔ جب مومن نے

فیصلہ کر لیا کہ مجھے حضرت نبی اکرم ﷺ کے لائے ہوئے دین کے ماتحت زندگی گذارنی ہے تو اس فیصلہ پر پختگی کے ساتھ قائم رہنے کی ضرورت ہے۔ اور قائم رہنے کی کیا صورت ہے؟ "اِتَّقُوا اللّٰہَ" اللہ سے ڈرتے رہو۔

تقویٰ کسے کہتے ہیں؟

ایک بزرگ سے پوچھا کہ تقویٰ کسے کہتے ہیں؟ وہ جنگل، کھیت اور باغات کے حالات سے واقف تھے۔ انھوں نے بتلایا کہ جس طرح سے جھاڑیاں کھڑی ہوں، خاردار درخت کھڑے ہوں، اتنے اتنے یہاں سے وہاں تک اور آدمی ان کے درمیان میں کو چلتا ہے کپڑوں کو بچا کر چلتا ہے، جسم کو بچا کر چلتا ہے کہ کسی جھاڑی میں اٹک نہ جائے، کہیں گر نہ جائے جیسا کہ وہ آدمی چوکنا ہوشیار رہتا ہے کہ پیر رکھتا ہے ادھر رکھتا ہے کپڑے کو ادھر سے بچاتا ہے۔ ادھر سے بچاتا ہے۔ یہ تقوے کی ایک حسی صورت ہے اس دنیا میں۔ اسی طریقہ پر حق تعالیٰ کی فرمانبرداری کے لئے تقویٰ اختیار کرنے کی ضرورت ہے۔ رمضان میں روزہ ہر شخص جانتا ہے، وضو کرتے ہوئے غرارہ نہیں کرتا، منھ میں پانی لے کر غرغر نہیں کرتا، کوئی شخص کہے کہ ذرا سالن کا نمک چکھ لو تو نمک نہیں چکھتا، ڈرتا ہے کہ کہیں روزہ نہ ٹوٹ جائے۔ احکام کی یوں رعایت کی جائے کوئی حکم اس کی مرضی کے خلاف نہ ہو۔ یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ۔

اے ایمان والو اللہ کا تقویٰ اختیار کرو۔ تقویٰ اختیار کرو گے تو ایمان کا درخت مضبوط ہوگا قوی ہوگا اس کے اوپر برگ و بار آئینگے اس کی شاخیں بہت دور تک پھیلیں گی تمام اعمال صالحہ کی توفیق ہوگی، شعب ایمانیہ سب زندہ ہونگے۔

تقویٰ کیسے حاصل ہوتا ہے؟

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت ہے: "لِکُلِّ شَیْءٍ مَعْدِنٌ وَمَعْدِنُ التَّقْوٰی

قُلُوبُ الْعَارِفِيْنَ'' (مجمع الزوائد: ح ۱۷۶۹۴)

ہر شے کے لئے ایک معدن ہے اور تقویٰ کا معدن کیا ہے۔ عارفین کے قلوب، عارفین کے قلوب میں تقویٰ ہے وہاں سے ملتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو خزانہ عطا فرمایا ہے تقوے کا، جو شخص ان کے پاس بیٹھتا ہے، ان کی بات سنتا ہے اس پر عمل کرتا ہے ان کا اتباع کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو تقویٰ عطا فرماتے ہیں۔ حضرت نبی اکرم ﷺ کی خدمت اقدس میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بیٹھتے تھے ان کی جو کیفیت اس وقت ہوتی تھی اس کو وہ خود بیان فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ کی مجلس میں بیٹھ کر ایسا معلوم ہوتا تھا گویا دوزخ اور جنت ہماری نظروں کے سامنے ہے۔ یہ کیا بات تھی بات یہی تھی جیسے کے پاس آدمی بیٹھتا ہے ویسے اثرات ہوتے ہیں۔ نبی اکرم ﷺ کا یقین کتنا قوی تھا کہ کسی وقت یہ چیزیں حضور اقدس ﷺ سے غائب نہیں ہوتی تھیں۔ پاس بیٹھنے والوں پر بھی اس کا اثر پڑتا تھا۔ سیدھی سیدھی بات ہے۔ ایک عورت کا بچہ مرگیا۔ اس کا دل سینہ، غم سے بھرا ہو، اگر وہ پاس آئے، پاس بیٹھے تو پاس بیٹھنے والوں کو بتانے کی ضرورت نہیں ہوگی کہ میرے سینہ میں غم ہے بلکہ پاس بیٹھنے والا بھی غمگین ہوتا ہے، متاثر ہوتا ہے۔ اس سے بغیر اس کے بتائے، طبیعت کے اندر انسان کے مادہ رکھا ہوا ہے کہ دوسرے کی طبیعت سے مضمون لیتی ہے۔

حضرت مولانا محمد الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد

حضرت مولانا محمد الیاس صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے ایک مرتبہ فرمایا کہ ہم لوگ عادی ہو گئے۔ زبان سے لینے، الفاظ سے لینے کے، جو بات الفاظ سے کہی جائے اس سے مضمون کو لیتے ہیں الفاظ تو بہت ضعیف واسطہ ہیں اس میں غلطی کا احتمال قوی ہے۔ اصل مضمون تو طبیعت سے لینا چاہئے۔ ایک کی طبیعت کے اندر جو مضمون ہو اس کی طبیعت سے مضمون لینا چاہئے۔

....

مکتوب مولانا محمد الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ

بنام حضرت مولانا خلیل صاحب رحمۃ اللہ علیہ

حضرت مولانا محمد الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مرتبہ فرمایا تھا کہ اسی واسطے میں نے خط لکھا سہارن پور حضرت مولانا خلیل احمد صاحب قدس سرہ العزیز کی خدمت میں کہ میرا جی چاہتا ہے کہ میں حضرت کی خدمت میں رہوں کچھ روز آ کر دلی سے، تو انھوں نے جواب میں لکھا کہ تم کو یہاں آنے کی ضرورت نہیں تم کو مجھ سے کچھ حاصل کرنے کیلئے یہاں، وہاں دور، نزدیک، سب برابر ہیں۔ جب طبیعت میں رنگ اتنا غالب ہوجائے جسے کہتے ہیں اپنے رنگ میں رنگ لینا، فلاں فلاں کے رنگ میں رنگا گیا۔ یہی رنگ میں رنگا جانا اعلیٰ درجہ کی چیز ہے۔ اگر عارفین کے قلوب کے ساتھ یہ تعلق قوی ہوجائے کہ آدمی ان کے رنگ میں رنگا جائے تو یقینا اس کے قلب میں تقویٰ آئے گا اور اگر تقویٰ اختیار نہ کیا معاصی کا صدور ہوگا جس طرح اعمال صالحہ کے ذریعہ سے ایمان میں قوت پیدا ہوتی ہے جیسے پودے میں پانی دیا جاتا ہے اس کی ترقی ہوتی ہے، اعمال صالحہ کے ذریعہ سے ایمان میں ترقی ہوتی ہے، اسی طرح اعمال سیۂ اور فواحش کی وجہ سے ایمان میں کمزوری پیدا ہوتی ہے، ضعف پیدا ہوتا ہے اور ضعف پیدا ہوتے ہوتے یہاں تک کہ برائے نام رہ جاتا ہے اس کے اندر ایمان، اور ایمان کی کوئی علامت رہتی نہیں۔ اس لئے فرماتے ہیں کہ اے ایمان والو، اپنے ایمان کو مضبوط رکھو۔ اور مضبوط رکھنے کی صورت یہ ہے کہ اللہ کا تقویٰ اختیار کرو۔ وَ كُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ۔ اور سچوں کے ساتھ ہوجاؤ۔

قافلہ کے ساتھ سفر کا فائدہ

ایک قافلہ چلا جارہا ہے۔ آدمی اس قافلہ کے ساتھ ہوجائے قافلہ کو جانتا ہے کہ

یہ لوگ راستہ سے واقف ہیں ان کا امیر راستہ سے واقف ہے۔ نشیب وفراز کو بھی جانتے ہیں اور جو خطرات ہیں ان کو بھی جانتے ہیں۔ راستہ میں جہاں کہیں ضرورتوں کی سہولتیں ہیں ان کو بھی جانتے ہیں، ایسے قافلہ کے ساتھ آدمی ہو جائے تو منزل مقصود تک اس کے لئے پہنچنا آسان ہے۔ ایک آدمی تنہا یہاں سے چلے حج کرنے کو جائے اس کو کتنی دشواری پیش آئے گی اور ایک یہ کہ قافلہ کا قافلہ اور اس قافلہ میں بھی ایسے لوگ ہیں جو کئی مرتبہ حج کر چکے ہیں، جانتے ہیں ساری چیزیں ان کے ساتھ جائے کس قدر سہولت ہوگی۔ ایک شخص غیر مسلم ہے آج کلمہ پڑھتا ہے اس کو آپ تنہائی میں بیٹھ کر وضو کرنا سکھائیں، نماز پڑھنا سکھائیں، مسائل سکھائیں، کتنی دشواری پیش آئے گی اور اگر مسجد میں لے آئیں سب کو وضو کرتے دیکھا، سب کو نماز پڑھتے دیکھا، بہت جلدی سیکھ جائے گا۔ اس لئے فرماتے ہیں " كُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ۔ " صادقین کے ساتھی بن جاؤ۔ صادقین کون لوگ ہیں؟ وہ لوگ جن کے قلب میں بھی اللہ نے صدق عطا فرمایا ہے۔ عقائد حقہ ان کو نصیب، جن پر ایمان کا مدار، جن پر نجات کا مدار، جو اللہ نے آسمان سے نازل فرمائے جن کو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمائے، ایسے عقائد حقہ اللہ کو اس کی ذات وصفات کے لحاظ سے ایسا ہی مانتے ہیں جیسا کہ اس کا حق ہے۔ كَمَا هُوَ اَهْلُهٗ۔ اور ان کے اعمال میں بھی صدق ہے، ان کے اخلاق میں بھی صدق ہے، ان کی زندگی میں بھی صدق ہے، ان کی زبانوں پر بھی صدق ہے، ایسے لوگوں کے ساتھ ہو جاؤ تو عقائد حقہ، اخلاق فاضلہ، اعمال صالحہ، اقوال صحیحہ، ان چیزوں کو اختیار کرو۔ جن لوگوں کے پاس یہ چیزیں موجود ہیں ان کے ساتھ ہو جاؤ انشاء اللہ تقویٰ بھی آجائے گا، انشاء اللہ ایمان بھی قوی ہوگا۔ ایمان کو اختیار کرو اور ایمان کو اختیار کرنے پر تقوی کی کوشش کرو۔ تقویٰ کے حاصل کرنے کی صورت یہ کہ صادقین کے ساتھ ہو جاؤ۔ صادقین کے ساتھ ہونے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ تقویٰ اعلیٰ درجہ کا عطا فرمائے گا جس سے ایمان کو قوت ہوگی۔

....

تبلیغی جماعت کا فائدہ

ایک شخص مثلاً تبلیغی جماعت میں جاتا ہے۔اس شخص کو عادت یہ کہ بات بات میں گالی دیا کرتا ہے،نماز بھی نہیں پڑھتا،شراب بھی پیتا ہے۔لوگوں سے لڑتا بھی ہے اسے اَلْحَمْدُ نہیں آتی اسے ''التحیات'' نہیں آتی،سورتیں نہیں جانتا،تبلیغی جماعت میں گیا اور تبلیغی جماعت میں چالیس روز تک وہ رہا تو دیکھو کتنا بڑا تغیر ہوا اس میں چالیس روز تک وہ شراب سے بچا رہا۔ وہ لعنت کا کام جس پر آسمان سے لعنت نازل ہوئی اور جس پر شریعت نے کوڑے کی سزا مقرر کی اس لعنت کے کام سے گھر بیٹھے نہیں بچ سکتا تھا جب صادقین کے ساتھ میں گیا تو چالیس روز تک لعنت کے کاموں سے بچا رہا،گالی دینے سے بچا رہا،جھوٹ بولنے سے بچا رہا۔حدیث میں آتا ہے کہ جب آدمی جھوٹ بولتا ہے تو فرشتہ جھوٹ کی بدبو کی وجہ سے میلوں دور چلا جاتا ہے۔تو رحمت کے فرشتے دور ہو جائیں ایسی چیز میں رات دن مبتلا تھا۔جب چالیس روز تک سفر میں رہا۔تبلیغی جماعت کے ساتھ رہا تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس کو محفوظ رکھا۔چالیس روز تک گالی نہیں دی۔چالیس روز تک اس نے وضوء کیا،نمازیں پڑھیں،کسی نماز کو قضا نہیں کیا۔اگرچہ ساتھ والوں کو اس کی وجہ سے کچھ پریشانی بھی لاحق ہوئی لیکن بھائی ساتھ والے تو لے ہی جاتے ہیں اس لئے کہ اس کی ساری ناز برداری کرینگے،ساری پریشانی برداشت کریں گے اس کی۔یہ برکت کاہے کی ہے؟ یہ چالیس روز تک صادقین کے ساتھ رہنے کی برکت ہے۔

اجتماعی اعتکاف کا فائدہ

میرے محترم بزرگو اور دوستو! اللہ تبارک وتعالیٰ نے بہت بڑی جماعت کو یہاں پر بھیج دیا۔ہم نہیں جانتے اس جماعت میں کون اللہ کے نزدیک کس مرتبہ کا ہے۔ہمارے اندر آنکھیں نہیں ہیں دیکھنے کو کہ ہم اللہ تبارک وتعالیٰ کے مقرب بندوں کو پہچان سکیں۔کس کا درجہ اللہ

کے یہاں کیا ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے بھیج دیا۔اور ہمارا گمان ہے کہ انشاء اللہ یہ ''صالحین'' کی جماعت ہے ایک مہینہ ''صالحین، صادقین'' کے ساتھ رہ کر ان شاء اللہ تعالیٰ قلوب کی بھی اصلاح ہوگی، اخلاق کی بھی اصلاح ہوگی، اعمال کی بھی اصلاح ہوگی۔ جو خراب عادتیں ہیں اللہ تعالیٰ اس سے بھی حفاظت فرمائیں گے۔اس واسطے کُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ کا ایک نمونہ یہ ہے۔ پہلے بزرگوں کے یہاں ہوتا تھا کہ چلّے کرایا کرتے تھے اور بڑے بڑے مجاہدے کرایا کرتے تھے۔کسی عمل کے متعلق چالیس روز تک تاکید تھی کہ ایسا کرو۔مثلاً ایک شخص کے مزاج میں تکبر بہت ہے، اپنی بڑائی ہر وقت کرتا ہے حالانکہ تکبر کے متعلق حدیث پاک میں آتا ہے کہ جس شخص کے دل میں ذرہ برابر تکبر ہوگا اس کو دوزخ کی آگ میں جلا جلا کر تکبر نکالا جائے گا تب وہ جنت میں جانے کے قابل ہوگا، اس سے پہلے وہ جنت میں جانے کے قابل نہیں۔

کبر کی مذمت

حدیث شریف میں موجود ہے، حدیث قدسی ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

''اَلْکِبْرِیَاءُ رِدَائِیْ'' بڑائی میری چادر ہے۔

جو شخص بڑائی کا دعویٰ کرتا ہے میری چادر چھین رہا ہے، اللہ کی چادر کوئی چھیننا چاہے تو اس کا کوئی ٹھکانا ہے، اس واسطے کسی شخص سے تکبر کے سلسلہ میں کسی بزرگ نے تجویز فرمائی کہ خانقاہ کے لوگوں کے جوتے سیدھے کرو۔اب وہ بڑائی ساری کی ساری رکھی رہ گئی۔لوگوں کے جوتے سیدھے کر رہے ہیں کسی سے فرمایا: کھڑے ہو کر ہر نماز کے بعد اعلان کیا کرو کہ ''حضرات'' میرے اندر تکبر کی بیماری ہے، دعاء فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ مجھے اس سے نجات عطا فرمائے۔

علاج کے لئے معالج پر اعتماد ضروری ہے

غرض یہ چیزیں تجویز کرنے والوں کے اختیار کی ہیں، وہ جس کے لئے جو علاج

مناسب سمجھیں تجویز فرمایا کرتے ہیں، ہم کو اپنی رائے سے تو کوئی دخل دینا نہیں ہے، ہمارا کام تو یہ ہے کہ ہم نے اپنے آپ کو سپرد کر دیا ہے کہ جو کچھ ہمارے لئے تجویز ہوگا ہم اس کو اختیار کریں گے، جیسے آدمی ہسپتال میں داخل ہو جاتا ہے، تو پرہیز ''علاج، دوا'' جو کچھ ہے ڈاکٹر کی رائے سے ڈاکٹر کے مشورہ کے بغیر ڈاکٹر کی رائے کے بغیر کوئی چیز کھا سکتا ہے، نہ پی سکتا ہے، نہ چل پھر سکتا ہے، نہ کہیں جا سکتا ہے، اس لئے جس طرح سے ڈاکٹر کی نگرانی پورے طور پر ضروری ہے اور آدمی یوں سمجھتا ہے کہ میری صحت اسی میں ہے۔ آدمی بڑے بڑے آپریشن کے لئے تیار ہو جاتا ہے، اپنے آپ کو پیش کر دیتا ہے ڈاکٹر کو، کیونکہ ڈاکٹر پر اعتماد کرتا ہے، وہ سمجھتا ہے کہ میرا خیر خواہ ہے، میری بیماری کو دور کرنے کے لئے کوشش کر رہا ہے، اگرچہ مجھے تکلیف ہوگی، مگر میری خیر خواہی کے لئے پس اگر عادت کے خلاف کچھ چیزیں ایسی ہیں جن کو برداشت کرنے میں تکلیف اور پریشانی لاحق ہو تو خندہ پیشانی سے اس کو برداشت کرنے کی ضرورت ہے کہ ہمارے مصلح نے ہمارے واسطے تجویز کیا۔

قرب نوافل

حق تعالیٰ نے ہمارے اوپر بہت کرم فرمایا کہ ہم کو یہاں تک پہنچا دیا اور ایسے شفیق معالج کو ہمارے واسطے تجویز فرمایا ان کی ہر تجویز کو خوب خوشی کے ساتھ اختیار کرنا چاہئے، اور سمجھنا چاہئے کہ ہمارا نفع اسی میں ہے، ایک بزرگ تھے ان کے یہاں خانقاہ تھی، ایک صاحب اس خانقاہ میں ''قرب نوافل'' کے مقام پر تھے، ''قرب نوافل'' کے مقام میں اللہ تعالیٰ بندے کو ایک چیز عطا فرماتے ہیں، فرماتے ہیں کہ میں اس کی زبان بن جاتا ہوں جو کچھ وہ بولتا ہے میرے ذریعہ سے بولتا ہے، یعنی آدمی نوافل پڑھتے پڑھتے نفلی اعمال کرتے کرتے اللہ کا اس قدر مقرب بن جاتا ہے کہ اس کی زبان پر وہی چیز جاری ہوتی ہے جو حق تعالیٰ کو پسند ہو، جو حق تعالیٰ کو ناپسند ہو اس کی زبان بولتی ہی نہیں، فرماتے ہیں: میں بندے کا پیر بن جاتا ہوں،

میرے ذریعہ سے چلتا ہے، یعنی بندہ اس راستہ پر چلتا ہے جس راستہ پر چلنا حق تعالیٰ کو پسندیدہ ہو اور جس راستہ پر چلنا حق تعالیٰ کو پسندیدہ نہیں بندہ اس راستہ پر نہیں چلتا، اور پھر اس میں یہ بھی ہوتا ہے کہ بسا اوقات آدمی جو کچھ کہتا ہے وہی ہو جاتا ہے۔

ایک مرتبہ وہ صاحب لیٹے ہوئے سو رہے تھے کوئی شخص آیا اور جا رہا تھا سامنے، اس کو ٹھوکر لگ گئی ان کے، چونکہ سوتا ہوا آدمی غافل ہوتا ہے، اس کی ٹھوکر سے نیند کھلی اور فوراً غصہ میں آ کر وہ کہتا ہے تو اندھا ہے، بس یہ کہنا تھا کہ وہ نابینا ہو گیا، نابینا ہو گیا بڑی پریشانی، ان کے شیخ کو اطلاع کی گئی کہ صاحب یہ ہوا۔ شیخ نے فرمایا: اچھا ان سے مطالبہ کیا کہ ایسا تم نے کیوں کہا؟ جواب دیا کہ صاحب غصہ آ گیا تھا۔ کہا: اچھا تو علاج؟ جو حضرت تجویز فرما دیں۔ بہت اچھا۔ ان کو وضوء، نماز، استنجاء، قضاء حاجت سب تمہارے ذمہ ہے۔ قضائے حاجت کے واسطے ان کو لیکر جایا کرو، وضوء کے واسطے لیکر جایا کرو، نماز کے واسطے لے کر جایا کرو۔ اور ان کو بھی بتا دیا کچھ۔

چنانچہ ان صاحب نے تو جو ''قربِ نوافل'' کے مقام میں تھے نماز تہجد کی نیت باندھی، اور وہ جناب لیٹے لیٹے نابینا صاحب کہہ رہے ہیں، مجھے استنجے کے لئے جانا ہے۔ اب جلدی جلدی اپنی نماز پوری کرتے ہیں اور اس کو لے کر جاتے ہیں۔ ذکر کے لئے بیٹھتے ہیں تو وہ کہتا ہے مجھے وضو کرائیے۔ غرض جو ان کے معمولات تھے جن سے ان کو قلبی انس ہو چکا تھا جن کا چھوٹنا ان کے لئے بہت زیادہ گرانی کا باعث تھا، ان کا پورا کرنا دشوار ہو گیا۔ جب دیکھ لیا کہ پوری اصلاح ہو گئی تو فرمایا ان بزرگ نے کہ اچھا، معلوم کر کے جہاں وہ لیٹے ہوئے ہیں زور سے ٹھوکر مار کر گر پڑنا، چنانچہ اس نے جا کر ٹھوکر ماری اور گر پڑا، اب یہ اٹھے سونے سے، ارے بھائی آنکھ کھول کے چل، آنکھ کھول کے چل، بجائے یہ کہنے کہ کہ ''اندھا ہو گیا ہے'' یہ کہا کہ آنکھیں کھول کے چل، آنکھیں کھول کے چل۔ اللہ نے آنکھیں کھول دیں اس کی۔

....

اجتماعی اعتکاف کا فائدہ

اس واسطے یہاں اجتماعی حیثیت میں بہت بڑا فائدہ ''اصلاحِ اخلاق'' کا ہوتا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سامنے کسی شخص کا تذکرہ آیا، پوچھا کیسا آدمی ہے وہ؟ تو ایک آدمی نے کہا: صاحب بڑا اچھا ہے۔ وہ بہت اچھا آدمی ہے۔ آپ نے پوچھا: تم نے کبھی اس کے ساتھ سفر کیا ہے؟ نہیں۔ اسکے پڑوس میں رہتے ہو؟ نہیں۔ لین دین کا معاملہ کیا ہے؟ نہیں۔ کہا تم نہیں جانتے۔ «لعلك رأيته يركع ويسجد» [شاید تم نے اسے رکوع سجدہ کرتے ہوئے دیکھا ہے۔] شاید تم نے اسے نفلیں پڑھتے دیکھا ہو، اس وجہ سے کہدیا کہ بہت اچھا آدمی ہے۔ تو آدمی کی شناخت کے تین موقعے ہیں۔ یا تو سفر ساتھ کیا ہو۔ جہاں ساری چیزیں طبیعت کے خلاف ہوتی ہیں، وہاں برداشت کرے آدمی۔ یا پھر پڑوس میں رہتا ہو کہ رات دن کے حالات سامنے ہوں، پڑوسیوں کو معلوم ہوتا ہی ہے کیا حال ہے۔ یا پھر لین دین کا معاملہ کیا ہو جس سے دیانت اور ایمانداری کا پتہ چلتا ہے۔ اس واسطے یہ جو اجتماع ہے اس اجتماع میں ایک جگہ پر رہنا اس میں اخلاق کی بڑی اصلاح کا موقع ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

آیت پاک کا حاصل

بس آیت کا حاصل اتنا ہی ہے کہ اے وہ لوگو جو فیصلہ کر چکے ہو کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لائے ہوئے دین کے ماتحت ہم اپنی زندگی گذاریں گے، اس کی کیا صورت ہے؟ اس کی صورت یہ ہے کہ اللہ کا تقویٰ اختیار کرو۔ تقویٰ کیسے آئے گا؟ صادقین کے ساتھ میں ہو جاؤ، اللہ تبارک وتعالیٰ نے یہاں یہ سب چیزیں عطا فرمائیں ہیں۔ اس کا کرم ہے فضل ہے، اس کی قدر کرنی چاہئے۔ اللہ تعالیٰ قدر کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین!

❑❑❑

حق تعالیٰ کی محبت

اور اسکی علامت

اس بیان میں

☆......حق تعالیٰ شانہ کی محبت کی ضرورت اور اس کے حصول کا طریقہ۔

☆......حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور کمال اطاعت اور اتباع سنت۔

☆......حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے کمال اطاعت واتباع سنت کے واقعات۔

....

حق تعالیٰ کی محبت اور اسکی علامت

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ، اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤْمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّئَاتِ اَعْمَالِنَا مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّداً عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ اَرْسَلَہٗ بِالْحَقِّ بَیْنَ یَدَیِ السَّاعَۃِ بَشِیْرًا وَّنَذِیْراً مَنْ یُطِعِ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ فَقَدْ رَشَدَ وَمَنْ یَعْصِ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ فَاِنَّہٗ لَا یَضُرُّ اِلَّا نَفْسَہٗ وَلَا یَضُرُّ اللّٰہَ شَیْئاً۔ اَمَّا بَعْد!

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔

قُلْ اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰہُ وَیَغْفِرْ لَکُمْ ذُنُوْبَکُمْ وَاللّٰہُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ۔ قُلْ اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَالرَّسُوْلَ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّ اللّٰہَ لَا یُحِبُّ الْکٰفِرِیْنَ۔

[(اے پیغمبر! لوگوں سے) کہدو کہ اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری اتباع کرو اللہ تم سے محبت کریگا اور تمہاری خاطر تمہارے گناہ معاف کر دیتا، اور اللہ بہت معاف کرنے والا بڑا مہربان ہے۔ کہدو کہ اللہ اور رسول کی اطاعت کرو، پھر بھی اگر منہ موڑ و گے تو اللہ کافروں کو پسند نہیں کرتا۔] (آسان ترجمہ)

....

اللہ جل جلالہٗ وعم نوالہٗ نے ارشاد فرمایا اپنے پاک نبی اکرم ﷺ سے کہ آپ کہہ دیجئے، اعلان فرمادیجئے، سب لوگوں کو سمجھا دیجئے۔ اگر تم اللہ کے محبوب بننا چاہتے ہو تو میری اتباع کرو اللہ تعالیٰ تم کو محبوب بنالیں گے، تمہاری خطاؤں کو معاف کردیں گے۔ یہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا مخلوق کو اپنے خالق سے محبت ہوتی ہی ہے، جو خالق حقیقی جل شانہٗ ہے وہ تو بہت بالاتر ہے۔

والدہ سے محبت

دنیا میں ہم دیکھتے ہیں کہ جو بچہ پیدا ہوتا ہے اس کو اپنی ماں سے محبت ہوتی ہے۔ یہ محبت فطری اور طبعی ہوتی ہے۔ بسا اوقات ماں بچہ کو مارتی بھی ہے لیکن پھر بچہ جا کر ماں ہی کو لپٹتا ہے۔ وہ جانتا ہے کہ ماویٰ وملجا میرا جو کچھ ہے وہ ماں ہی ہے۔ انسان تو انسان جانوروں میں بھی یہ بات ہے۔ ہر بچہ اپنی ماں کے پاس جاتا ہے۔ یہ اس کی ابتدائی فطرت ہے۔ طبیعت ہے۔ آہستہ آہستہ بڑا ہوتا جاتا ہے، دوسرا ماحول اس کے سامنے آتا جاتا ہے اور دوسروں کے اثرات اس پر پڑتے ہیں اور جو کچھ احتیاج اپنی ماں کی طرف سمجھتا تھا وہ احتیاج کم ہوتی جاتی ہے۔ پہلے تو یہ تھا کہ ماں دودھ پلاتی تھی اب تو خود بھی کھانے کے قابل ہوگیا۔ ماں کی کچھ حاجت نہیں رہی، اس قسم کی چیزیں آتی جاتی رہتی ہیں اور حقیقی علم کی کمی کی وجہ سے ماں کی محبت کم ہوتی جاتی ہے لیکن جس شخص کو اللہ تعالیٰ نے اپنی معرفت عطا فرمائی ہے۔ یقین سے نوازا ہے، اپنے حقیقی عمل سے نوازا ہے۔ اس کی طبیعت سے ماں کی محبت کم نہیں ہوتی باوجودیکہ ماں اب اس کو دودھ نہیں پلاتی ماں اس کو اب کپڑے نہیں پہناتی، ماں اس کو نہلاتی نہیں، ماں اس کو کھانا پکا کر نہیں دیتی، وہ خود اپنا انتظام کرتا ہے۔ لیکن اللہ نے اپنا ایک حقیقی علم اس کو عطا فرمایا ہے۔ اس علم کی وجہ سے ماں کے حق کو پہچانتا ہے۔ جوں جوں علم زیادہ ہوتا جاتا ہے، عمر زیادہ بڑھتی جاتی ہے۔ ماں کی قدر و منزلت بڑھتی جاتی ہے۔

حضرت نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جنت ماں کے قدموں کے نیچے ہے۔ اس لئے ماں کا احترام کرو۔ باپ کی رضامندی میں حق تعالیٰ کی رضامندی ہے۔ باپ کی ناراضگی میں حق تعالیٰ کی ناراضگی ہے۔ یہ چیزیں شواہد اس کو ملتی جاتی ہیں۔ وہ سمجھتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کا ذریعہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جس جس کے جو جو حقوق متعین کئے ان کو ادا کئے جائیں۔ اس سے اللہ تعالیٰ راضی ہوتے ہیں۔ اس تصور کے تحت حق تعالیٰ کو راضی کرنا کہ یہ حق تعالیٰ ہی کو راضی کرنے کے لئے ہے۔ ماں باپ سے فطری محبت طبعی تعلق ہوتا ہے اور آگے بڑے ہو کر خراب ماحول میں پڑ کر علم حقیقی سے ناواقفیت کی بنا پر بسا اوقات وہ تعلق کم ہو جاتا ہے۔ حتیٰ کہ آدمی ماں باپ کا دشمن ہو جاتا ہے۔ بعض دفعہ اور دشمن ہو کر ماں باپ کو پریشان کرتا ہے۔ ستاتا ہے، خاص کر جبکہ ماں باپ کے پاس دولت موجود ہوتی ہے، تو کوشش کرتا ہے کہ کسی طرح ماں باپ سے یہ دولت حاصل کر لے۔ بعض دفعہ زہر دینے تک بھی آمادہ ہو جاتا ہے لیکن جو شخص اپنے باپ کو قتل کر دیتا ہے اس واسطے تاکہ اس کی میراث اس کو مل جائے۔ شریعت نے اس محروم کر دیا۔ اس کو میراث نہیں ملتی وہ محروم ہوگا۔ باپ کے مرنے کے بعد اس کو میراث مل جاتی لیکن جس نے اپنے باپ کو قتل کر دیا۔ قتل کرنے کی وجہ سے باپ کی میراث سے محروم ہو گیا۔

اللہ تعالیٰ سے محبت

تو ماں باپ سے گہرا تعلق ہوتا ہے۔ حالانکہ وہ اس کا خالق نہیں۔ اصل خالق اللہ تعالیٰ ہیں۔ جب ماں باپ سے اتنا تعلق ہوتا ہے تو حق تعالیٰ سے کتنا تعلق ہوگا۔ حق تعالیٰ سے اس کا زیادہ تعلق ہوگا۔ ہر مخلوق کو اپنے خالق سے تعلق اور محبت ہے اور یہ محبت فطری اور طبعی ہوتی ہے اور جتنا جتنا خالق کے احسانات کو دیکھتا جاتا ہے، مشاہدہ کرتا جاتا ہے، خالق کے انعامات کو اپنے اوپر دیکھتا جاتا ہے، مشاہدہ کرتا ہے اسی قدر وہ محبت زیادہ ہوتی چلی جاتی ہے۔

اللہ تعالیٰ کی محبت کے لئے شرط

اس محبت کا شکریہ ادا کرنے کے لئے، اس محبت کے اظہار کے واسطے طور طریقے مختلف ہیں۔ کسی نے کوئی طریقہ اختیار کیا، کسی نے کوئی طریقہ اختیار کیا۔ اان میں حق اور ناحق کی شناخت کے واسطے یہ آیت نازل فرمائی۔ قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو، اللہ کے احسانات تمہارے اوپر ہیں، تم کو اس کا اعتراف ہے کہ تم اس کے انعامات میں گھرے ہوئے ہو تو اس کی محبت وشکریہ کے اظہار کا طریقہ کیا ہے۔ فَاتَّبِعُوْنِيْ میرا اتباع کرو یعنی حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع ہے۔ یہ علامت ہے اس کی کہ ہاں تمہارا راستہ صحیح ہے۔ اور اگر حق تعالیٰ کی محبت کے اظہار کے واسطے تم نے کوئی دوسری صورت اختیار کی جو حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ کے خلاف ہے تو وہ اللہ کو پسند نہیں۔

یہود کا طریقہ

مثلاً یہود نے کہنا شروع کیا تھا عُزَيْرُ ابْنُ اللّٰهِ عزیر اللہ کے بیٹے ہیں۔ ان کی اتنی بڑائی بیان کی، اتنی بڑائی بیان کی کہ ان کو ان کی حد سے اونچا کر دیا۔ ان کی پرستش کرنے لگے۔ حالانکہ پرستش صرف خدا تعالیٰ کا حق ہے اور کسی کا حق نہیں۔ تو کسی مخلوق کو خالق کے درجہ پر پہونچا دینا یہ اللہ کی خوشنودی کا ذریعہ نہیں۔ یہ تو اللہ کے غصہ اور ناراضگی کا ذریعہ ہے۔ مگر انھوں نے بھی یہی کہا تھا کہ ہم حضرت عزیر علیہ السلام کی اتنی بڑائی بیان کرتے ہیں۔ اس واسطے کہ یہ اللہ کے محبوب بندے ہیں اور حق تعالیٰ کی بارگاہ میں ہماری سفارش کریں گے۔ تو حقیقت میں حق تعالیٰ کی محبت اور تعلق کا ثمرہ ہے جو ہم نے اختیار کیا۔

نصاریٰ کا طریقہ

اسی طرح سے نصاریٰ نے بھی حضرت مسیح علیہ السلام کو اللہ کا بیٹا کہنا شروع کیا بلکہ ان کو

الٰہ کہنا شروع کیا۔ ان کی پرستش کرنے لگے، ان سے پوچھا گیا ایسا کیوں کرتے ہیں تو انھوں نے بھی یہی جواب دیا کہ حق تعالیٰ ہمارے خالق ہیں۔ مخلوق کو اپنے خالق سے محبت ہوتی ہے۔ اس خالق کی محبت کی خاطر ہم حضرت مسیح علیہ السلام کو اس نگاہ سے دیکھتے ہیں کہ، ان کی پرستش کرتے ہیں تاکہ بارگاہ الٰہی میں ہماری سفارش کردیں۔

مشرکین عرب کا طریقہ

ادھر عرب کے مشرکین تھے جو اپنے ہاتھوں سے بت بناتے تھے، ان کی پوجا پاٹ کرتے تھے، ان سے پوچھا گیا تم ایسا کیوں کرتے ہو؟ تو انھوں نے بھی یہی کہا تھا کہ درحقیقت ہمارا خالق اللہ ہے؛

وَلَئِنْ سَأَلْتَهُمْ مَنْ خَلَقَ السَّمٰوٰاتِ وَالْاَرْضَ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ۔

ان سے پوچھو کہ آسمان اور زمین کو کس نے پیدا کیا تو وہ کہتے تھے اللہ نے پیدا کیا۔ تو خالق اللہ تعالیٰ کو مانتے تھے اور کہتے تھے؛

مَا نَعْبُدُهُمْ اِلَّا لِيُقَرِّبُوْنَا اِلَى اللّٰهِ زُلْفٰى۔

ہم ان کی پرستش اس لئے کرتے ہیں تاکہ اللہ کی بارگاہ میں ہم کو قریب تر کردیں، اللہ کی بارگاہ میں سفارش کردیں۔ غرض ہر ایک کا دعویٰ یہ تھا کہ ہم کو حق تعالیٰ کی محبت ہے اور اس دعویٰ کے ثبوت کے لئے جو طریقے اختیار کر رکھے تھے وہ طریقے غلط تھے۔ حق تعالیٰ نے فرمایا یہ طریقے ان کے اپنی طرف سے تجویز کئے ہوئے ہیں ہمارے بتائے ہوئے نہیں۔

محبوب کی خوشنودی کی فکر

بھئی جس سے محبت ہوتی ہے محبوب سے پوچھو تو کس بات پر خوش ہیں کس بات پر خوش نہیں۔ محبوب کو آرام اور راحت پہونچانے کے لئے ایسا طریقہ اختیار کرنا جو درحقیقت ناخوشی کا

باعث ہے۔ یہ تو غلط طریقہ ہے۔ پہلے معلوم کرو کہ محبوب کس بات سے خوش ہوتا ہے جس بات سے محبوب خوش ہوتا ہے اس کو اختیار کرو۔ جس بات سے اللہ خوش نہ ہو وہ بات اختیار کرنا غلط ہے۔ وہ ان کی خوشی کا ذریعہ تھوڑے ہی ہے بلکہ تمہارے لئے غصہ کا ذریعہ ہے یہ۔ لہٰذا حق تعالیٰ کو خوش کرنے کے لئے جو طریقہ اللہ کو پسند ہو یعنی حضرت نبی اکرم ﷺ کا اتباع کرو۔ بظاہر اس دنیا میں رہتے ہوئے اگر کسی شخص نے اپنے محبوب کے خلاف کوئی طریقہ اختیار کیا جو اس محبوب کو ناپسند ہے تو وہ محبوب کا محب نہیں کہلائے گا، وہ تو مخالف کہلائے گا جو بات نہ مانیں اس کی مرضی کے خلاف کرے وہ محب کہاں ہے وہ تو مخالف ہے۔

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کی فرمانبرداری

حدیث پاک میں ایک واقعہ آیا ہے۔ حضرت معاذ ابن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حضرت نبی اکرم ﷺ نے یمن کا قاضی بنایا، حاکم بنایا، ان کو رخصت کیا اس طریقہ پر کہ ان کو اونٹ پر سوار کر دیا خود پیدل چلے ساتھ ساتھ۔ ظاہر ہے کہ آقائے دوجہاں ﷺ تو پیدل چلیں اور ان کا ادنی خادم اونٹ پر سوار ہو کس قدر بوجھ ہوا ہو گا ان کی طبیعت میں۔ لیکن حضرت نبی اکرم ﷺ کا منشاء یہی تھا۔ آپ کی خوشی تھی۔ انھوں نے اپنی خوشی کو ماتحت کر دیا۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشی کو اختیار کیا۔ لہٰذا یہ سوار ہی ہو گئے اور حضور اقدس ﷺ ان کو نصیحت کرتے ہوئے گئے۔ تو دیکھنا یہ ہے کہ حضور اقدس ﷺ کس چیز سے خوش ہوتے ہیں۔ یہ نہیں دیکھنا ہے کہ ہمارے نزدیک کیا چیز بڑھیا ہے کیا چیز ہلکی ہے۔ ہمارے نزدیک تو بظاہر یہی چیز بڑھیا ہے کہ حضرت نبی اکرم ﷺ سوار ہوں اور خادم پیدل چلے ساتھ۔ لیکن جب سرور عالم نبی اکرم ﷺ کو یہی منظور ہے، ان کی خوشی یہی ہے کہ خود پیدل چلیں دوسرے کو سوار کریں تو اسی صورت کو اختیار کرنا چاہئے۔ جیسے کہ حضرت معاذ ابن جبل رضی اللہ عنہ نے اختیار کیا۔

....

حضرت ابوبکر صدیق اور خالد بن ولید رضی اللہ عنہما کی کمال اتباع

اسی کا نتیجہ تھا کہ جس وقت میں مسیلمۃ الکذاب سے جہاد ہوا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے زمانۂ خلافت میں، حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو سپہ سالار بنایا۔ حضرت ابوبکر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے بھی حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو سوار کرایا اور خود پیدل چلے۔ دور تک نصیحتیں کرتے ہوئے، ایسا کرنا، ایسا کرنا۔ ظاہر ہے کہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ بہت چھوٹا سمجھتے تھے اپنے کو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے۔

مقام صدیق اکبر رضی اللہ عنہ

اس لئے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا تو وہ مقام ہے جو کسی کو بھی نبیوں کے بعد حاصل نہیں۔ خیر البشر بعد الانبیاء بالتحقیق ابو بکر ن الصدیق۔

[حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کے بعد سب انسانوں سے بہتر بالتحقیق حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں۔]

جمعہ کے خطبہ میں سنتے ہوں گے۔ تمام امت کا ایمان اگر ترازو کے ایک جانب میں رکھا جائے اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا دوسری جانب میں رکھا جائے تو ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا ایمان زیادہ ہوگا۔ یہ حدیث پاک کا مفہوم ہے۔ اس کے باوجود حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو سوار کرایا اور خود پیدل چلے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع اسی میں تھا انھوں نے اسی کو پسند کیا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا ہی کیا تھا۔ لہٰذا خود بھی ایسا ہی کیا۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے بھی کوئی تکلف نہیں کیا۔ بہت اچھا جس طرح سے آپ فرماتے ہیں اس طرح سہی۔

چوں طمع خواہد زمن سلطانِ دیں
خاک بر فرق قناعت بعد ازیں

....

جب سلطانِ دین ہم سے طلب فرمائے کہ ایسا کرو تو ہمیں ایسے ہی کرنا چاہئے۔ اس کے خلاف ہمارے پاس سو دلیلیں ہیں۔ سو(۱۰۰) خواہش ہوں سب کو قربان کر دینا چاہئے۔ حضرت نبی اکرم ﷺ کے ارشاد پر یہی ہے درحقیقت گُر کی بات۔

حضرت عمر فاروق اور حضرت سعد ابن ابی وقاص رضی اللہ عنہما کی کمال فرمانبرداری

اور پھر اسی طریقہ پر جس وقت جنگ قادسیہ ہوئی حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں اس وقت بھی ایسا ہی ہوا۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو سپہ سالار بنایا اور ان کو سوار کرایا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ دور تک انکو ہدایتیں دیتے گئے، نصیحتیں کرتے گئے اس طرح سے کرنا۔ اس طرح سے کرنا، اس طرح سے کرنا۔ اسلئے کہ ان سے پہلے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ایسا کیا تھا اور ان سے پہلے حضرت نبی اکرم ﷺ نے ایسا کیا تھا۔ حدیث پاک میں یہ بھی موجود ہے: "عَلَيْكُمْ بِسُنَّتِي وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِينَ" (مسند احمد: ۱۲۶/۴) تم میری سنت کا اتباع کرو اور میرے خلفاء راشدین کی سنت کا اتباع کرو۔ تو حضرت نبی اکرم ﷺ کے طریقہ مبارک کو جس طرح سے حضرات خلفاء راشدین نے دیکھا اور سمجھا اور عمل کیا ہمارے لئے ایک مستقل حیثیت کی چیز ہے۔ اتباع کرنے کا اس میں ہمیں حکم ہے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے درمیان بھی کتنا بڑا فرق تھ۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا واقعہ

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ امیر المومنین تھے اور ان کے لئے خاص طور پر تمغہ بھی ہے۔ حضرت نبی اکرم ﷺ کا کہ جس راستے پر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ چلتے ہیں شیطان اس راستہ

سے نہیں چلتا۔ اتنی بڑی شان تھی ان کی اور حضور اقدس ﷺ نے بھی دعا فرمائی کہ اَللّٰھُمَّ اَدِرِ الْحَقَّ حَیْثُ دَارَ عُمَرُ۔ اے اللہ جس طرف کو عمر چلتے ہیں حق کو اسی طرف چلا۔ "اَلْحَقُّ یَنْطِقُ عَلٰی لِسَانِ عُمَرَ ؓ" (مشکوٰۃ شریف: ۶۰۳۰) [حضرت عمر ؓ کی زبان پر حق بولتا ہے۔] حق ناطق ہے عمر کی زبان۔ کتنی آیتیں قرآن پاک میں ایسی ہیں اوّلاً حضرت عمر ؓ نے ایک مشورہ دیا۔ ایک رائے پیش کی اسی کے موافق قرآن پاک کی آیت نازل ہوگئی۔ حضرت عمر ؓ نے درخواست کی۔ حضور! کیا اچھا ہوتا کہ مقام ابراہیم پر آپ مصلی بنا کر نماز پڑھتے۔ آیت نازل ہوئی۔ "وَاتَّخِذُوا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰھِیْمَ مُصَلًّی" [اور تم مقام ابراہیم کو نماز پڑھنے کی جگہ بنالو۔] اسی طرح سے اور بھی متعدد آیتیں ہیں۔ غرض حضرت سعد بن ابی وقاص ؓ نے بھی یہ نہیں دیکھا کہ حضرت عمر ؓ پیدل چل رہے ہیں میں سوار۔ ٹھیک ہے ایسا نہیں ہونا چاہئے لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہٗ کا منشاء ہی یہی ہے۔

حضرت نبی کریم ﷺ کی خوشنودی کی تلاش

لہٰذا اپنی پوری زندگی کو تلاش کر کے دیکھنے کی ضرورت ہے کہ حضرت نبی اکرم ﷺ کا اتباع کس بات میں ہے۔ حضور ﷺ کا کیا ارشاد ہے؟ کیا عمل ہے؟ جو کچھ حضور ﷺ کا ارشاد ہو عمل ہو وہی ہمارے لئے کارآمد ہے۔ وہی ہمارے لئے خوشنودی کا ذریعہ ہے۔ اس لئے فرماتے ہیں قُلْ اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوْنِیْ تم کو اللہ کی محبت کا دعویٰ ہے تو میرا اتباع کرو۔ میرا اتباع نہیں تو دعویٰ صادق نہیں۔

ہر دل میں اللہ تعالیٰ کی محبت ہے

کیونکہ اللہ سے محبت تو ہر ایک کو ہے مگر کیفیت ایسی ہے جیسے کہ آگ کی چنگاری ہے۔ اس کے اوپر راکھ پڑی ہوئی ہے جس کی وجہ سے آگ کا خاص اثر ظاہر نہیں ہوتا۔ نہ وہ

کسی چیز کو جلانے کا کام کر رہی ہے نہ پکانے کا کام کر رہی ہے نہ اس سے کوئی فائدہ اٹھا رہا ہے۔ اس واسطے کہ راکھ کے اندر دبی ہوئی ہے۔ اگر ہوا چلے یا کوئی اللہ کا بندہ پہونچ کر اس راکھ کو ہٹا دے تو پھر آگ کی چنگاری اسی طریقہ سے روشن ہو گی۔ اس سے سب کام لیا جاسکتا ہے۔ یہی حال ہے کہ محبت کی چنگاری ہر ایک کے قلب میں ہے۔ اپنے خالق کی طرف سے لیکن ماحول کے تعلقات اور ماحول کے اثرات کی راکھ اس کے اوپر پڑی ہوئی ہے۔ اہل اللہ کی صحبت میں آدمی پہونچتا ہے وہاں کی ٹھنڈی ہوا چلتی ہے۔ پھر وہاں سے وہ راکھ ہٹتی ہے، توجہ سے ہٹتی ہے، محنت سے ہٹتی ہے پھر وہ چنگاری بڑھتی ہے۔ بہت کچھ کارآمد ہے۔ قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ۔ میرا اتباع کرو۔ "يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ" نتیجہ کیا ہو گا اس کا۔ تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو اللہ تعالیٰ تم سے محبت کرنے لگیں گے۔

محبت کرنے کا طریقہ

جس سے محبت کرانا مقصود ہو اس کا طریقہ یہ ہیکہ آدمی خود اس سے محبت کرنے لگے۔ آدمی یہ چاہتا ہے کہ میرے شیخ مجھ سے محبت کریں، اس کا طریقہ یہ ہے کہ شیخ سے محبت کرے اور محبت کرنے کی علامت یہ ہے کہ جو کچھ شیخ کی منشاء کے مطابق ہو اس طریقہ پر زندگی گذارے۔ شیخ کا منشاء یہ ہو کہ اتباع سنت کے ساتھ ہی زندگی گذارے تو آدمی سارے اثرات اور سارے ماحول کے تعلقات پر غالب کر دے اس بات کو کہ میں تو شیخ کی ہر منشاء کے مطابق کروں گا۔ شیخ نے فرمایا کہ فلاں ذکر کیا کرو فلاں وظیفہ پڑھا کرو، فلاں شخص سے نہ ملو۔ فلاں جگہ پر مت جاؤ، تنہائی میں بیٹھو، زبان سے زیادہ مت بولو، ادھر ادھر مت دیکھو۔ یہ چیزیں شیخ نے کہی، ان چیزوں پر وہ شخص عمل کرے گا تو شیخ خوش ہوں گے۔ شیخ مسرور ہوں گے جب مسرور ہوں گے شیخ تو محبت کریں گے۔ تو جو شخص کسی سے محبت کرنا چاہتا ہے اس کا طریقہ یہ ہے کہ اس سے محبت کرنا چاہئے۔

....

اللہ تعالیٰ کی محبت کا طریقہ

آدمی چاہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھ سے محبت کریں اس کا طریقہ یہ ہے کہ اللہ سے محبت کرنے لگے اور اس کے نتیجہ میں کیا ہوگا اللہ تعالیٰ بھی محبت فرمائیں گے۔ اللہ تعالیٰ کو بھی اپنی مخلوق سے محبت ہے، زبردست محبت ہے اس محبت کو کوئی برداشت کر ہی نہیں سکتا۔ جتنی اللہ تعالیٰ کو محبت ہے۔ لیکن اس محبت کا ظہور اس دنیا میں مختلف طریقوں سے ہوتا ہے اور آخرت میں مختلف طریقوں سے ہوتا ہے۔ لہٰذا جب اللہ سے محبت کرے گا آدمی تو اللہ تعالیٰ اس سے محبت کریں گے، دوسرے یہ کہ محبوب کا محبوب بھی محبوب ہوا کرتا ہے۔ حق تعالیٰ کے محبوب حضرت نبی اکرم ﷺ ہیں۔ کوئی شخص حضور اکرم ﷺ کا اتباع کرے گا تو حضور ﷺ کو اس سے محبت ہوگی۔ اس طریقہ پر وہ اللہ کا بھی محبوب بن جائے گا۔ فرماتے ہیں يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ۔ اللہ تعالیٰ تم سے محبت کریں گے تم کو محبوب بنالیں گے۔ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ۔ اللہ تعالیٰ تمہارے گناہوں کو معاف فرمادیں گے۔ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ الرَّحِيْمٌ۔ اللہ تعالیٰ کی شان تو یہی ہے کہ وہ غفور ہیں رحیم ہیں۔ آدمی ذرا بڑھے تو صحیح ادھر کو۔ مغفرت طلب کرے درخواست کرے۔

اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِیْ رَبِّ اغْفِرْلِیْ رَبَّنَا اغْفِرْلَنَا [اے اللہ! مجھے بخشدے، میرے رب! مجھے بخش دے، ہمارے پروردگار ہماری مغفرت فرما۔]

جگہ جگہ قرآن پاک میں یہ صیغے موجود ہیں۔ مغفرت کی درخواست ہے دعا کرے، اللہ تعالیٰ دعا کو قبول کرتے ہیں۔ چونکہ یہ دعا ہے اور قرآن پاک میں اُدْعُوْنِیْ اَسْتَجِبْ لَكُمْ۔ دعا کرو میں تمہاری دعا قبول کرونگا۔ جب بندہ دعا کرتا ہے کہ

رَبَّنَا اغْفِرْلَنَا [ہمارے پروردگار! ہماری مغفرت فرما۔]

تو حق تعالیٰ اس کی دعا قبول کرتے ہیں۔ جب بندہ حق تعالیٰ کی طرف کو چلتا ہے تو حق تعالیٰ اس کو اٹھالیتے ہیں اپنی طرف۔ جیسے ایک چھوٹا بچہ ایک صاحب کی گود میں ہے۔ ادھر

سے میں کہتا ہوں کہ آجا میرے پاس اُدھر سے آپ کہتے ہیں آجا میرے پاس۔ بچہ کے اندر طاقت نہ میرے پاس آنے کی نہ آپ کے پاس آنے کی۔ اتنا کمزور ضعیف ہے چھوٹا سا بچہ ہے لیکن میری طرف دیکھ کر ذرا مسکرایا، لب کھولے اس نے اور ذرا سا اشارہ کیا۔ میں فوراً اٹھا، گود میں لے لیتا ہوں کہ میرے پاس آئے۔ اسی طریقہ پر جب بندہ حق تعالیٰ کی طرف چلتا ہے تو حق تعالیٰ کی رحمت اسی طرح اس کو اٹھالیتی ہے۔ جس جگہ پر بندہ چل نہیں پاتا طاقت نہیں لیکن چلنے کا ارادہ کرتا ہے، چلنے کا اشارہ کرتا ہے، رحمت حق بہت بڑی مدد کرتی ہے اس کو آسان کر دیتی ہے، اس کے لئے چلنے لگتا ہے وہ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ الرَّحِيْمٌ [اور اللہ بہت معاف کرنے والا، بڑا مہربان ہے۔]

بندہ جب مغفرت کی دعا کرتا ہے تو یقیناً اللہ تعالیٰ مغفرت فرمائیں گے لیکن دعا تو کرے۔

آدابِ دعا

دعا کے آداب میں سے یہ ہے کہ قلب کو حاضر کر کے دعا کرے۔ چونکہ حدیث پاک میں ہے: "اِنَّ اللّٰهَ لَا يَقْبَلُ الدُّعَاءَ عَنْ قَلْبٍ لَاهٍ" اَوْ كَمَا قَالَ۔

[اللہ تعالیٰ غافل قلب کی دعا قبول نہیں فرماتے۔]

غافل قلب کی دعا اللہ تعالیٰ قبول نہیں فرماتے اور یہ ظاہر بات ہے کہ ایک شخص اگر دیوانہ ہے وہ آواز دے رہا ہے کسی کو، مگر وہ تو دیوانہ ہے کسی خاص ارادہ اور کسی نیت سے نہیں۔ کوئی بھی اس کی آواز کی طرف توجہ نہیں کرتا، جانتے ہیں کہ یہ تو پاگل ہے، کرتا ہی ایسا ہے۔ ہاں اگر کوئی شخص دل میں نیت رکھتے ہوئے بلاتا ہے، تو آپ اس کی طرف ضرور متوجہ ہوں گے۔ دیوانہ پکارے گا تو کوئی جواب نہیں دیگا۔ کیونکہ اب اس کی نیت کا کوئی اعتبار ہی نہیں رہا۔ ہر جانے والے کو پکار رہا ہے، ہر مخلوق کو پکار رہا ہے۔ اس کی زبان پہ جو لفظ آجاتا ہے وہ بول لیتا ہے۔ تو جو شخص قلب حاضر کے ساتھ دعا نہیں کرتا خالی زبان سے کرتا ہے اس کی دعا اللہ تعالیٰ

قبول نہیں کرتے۔ اسی طرح سے حدیث پاک میں آتا ہے کہ بسا اوقات بندہ سفر میں ہے، بال اس کے بکھرے ہوئے ہیں یعنی اس کے پاس سر کو ٹھیک کرنے کے لئے نہ تیل ہے نہ کنگھا ہے گرد و غبار اس کے او پر پڑا ہوا ہے، پریشان حال ہے اور جناب وہاں کھڑے ہو کر دعا کرتا ہے۔ یارب! یارب! اے رب! اے رب! پکارتا ہے، حق تعالیٰ کو، اپنے رب کو پکارتا ہے لیکن "مَأْكَلُهُ حَرَامٌ وَمَشْرَبُهُ حَرَامٌ وَمَلْبَسُهُ حَرَامٌ فَأَنّٰى يُسْتَجَابُ" [کھانا اس کا حرام، اور پینا اس کا حرام، اور لباس اس کا حرام، پس اس کی دعا کس طرح قبول ہو؟]

تو دعا کے قبول ہونے کے واسطے یہ بھی ضروری ہے کہ آدمی حلال روزی کھائے، حلال روزی پیئے، حلال لباس استعمال کرے، حرام چیز سے بچے۔ اور اگر سر سے پیر تک حرام میں ملوث ہے، باہر بھی حرام اندر بھی حرام، خداوند تعالیٰ کی تو نافرمانی اتنی کر رکھی ہے۔ اس سے تو قلب ویسے ہی تاریک ہو جاتا ہے۔ قلب متوجہ ہی نہیں ہوتا، حاضر ہی نہیں ہوتا۔ زبان سے چاہے کہتا ہے لیکن قلب متوجہ نہیں، قلب کی توجہ تو حلال روزی سے حاصل ہوتی ہے۔ حلال روزی آدمی حاصل کرے گا تو قلب کے اندر توجہ پیدا ہوگی۔

قبولیت دعا کی صورتیں

اور پھر دعا کے واسطے یہ ضروری نہیں کہ جو کچھ مانگا ہے فوراً اسی وقت مل جائے بلکہ مشائخ نے لکھا ہے دعا کے قبول ہونے کی چند صورتیں ہیں۔ ایک صورت تو یہ ہے کہ جو چیز اللہ سے مانگی، جب مانگی جب ہی جلدی ہی وہی چیز مل گئی۔ بندہ سمجھتا ہے کہ میری دعا قبول ہوگئی بہت جلدی قبول ہوگئی۔ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ جو مانگا وہی مگر ابھی نہیں دیر میں، بعض دفعہ اتنی دیر ہو جاتی ہے کہ بندہ کو یاد نہیں رہتا کہ میں نے فلاں کام کے لئے دعا کی تھی۔ دیر بعد وہی چیز مل گئی۔ اب بندہ کو یاد بھی نہیں کہ میں نے دعا کی تھی حالانکہ اسی دعا کا یہ نتیجہ ہے۔ جیسے مثلاً ایک بچہ ہے آپ کا۔ بچہ کہتا ہے مجھے بندوق لے دیجئے۔ ابھی اس میں صلاحیت نہیں بندوق چلانے

کی نقصان پہنچائے گا وہ اپنے لئے بھی دوسروں کے لئے بھی بندوق نقصان کا باعث بن جائے گی۔ اس لئے آپ اس کی بات نہیں مانتے یہاں تک کہ اس کا دل دوسری طرف متوجہ ہو جاتا ہے۔ پھر جب وہ بڑا ہو جاتا ہے بندوق سنبھالنے کے قابل ہو جاتا ہے اس وقت آپ بندوق لے کر اسے دیدیتے ہیں۔ تو جو درخواست بچہ نے بچپن کے زمانہ میں کی تھی اس کو آپ نے پورا کیا لیکن اتنی مدت بعد کہ اسے وہ یاد بھی نہیں رہی۔ حالانکہ اسی کی درخواست کا نتیجہ ہے۔

کبھی ایسا ہوتا ہے کہ جو چیز مانگی تھی وہ تو نہیں ملی اس سے بہتر کوئی اور چیز مل گئی جس کی طرف دھیان بھی نہیں گیا تھا۔ بسا اوقات بچہ ایک چیز مانگتا ہے وہ ناسمجھ ہے وہ نہیں جانتا ہے کہ اسکے نفع کی چیز ہے یا نقصان کی چیز ہے۔ آپ اس سے بہتر چیز اسے دیدیتے ہیں۔ تم نے فلاں چیز مانگی تھی جو تمہارے لئے ٹھیک نہیں تھی لہٰذا یہ لے لو۔ یہ بھی اسی کی درخواست کا نتیجہ ہے۔

کبھی ایسا ہوتا ہے کہ جو کچھ مانگا تھا نہ ملا نہ دوسری چیز ملی البتہ کوئی مصیبت اور بلا اس کے اوپر آنے والی تھی اس کی دعا کی برکت سے وہ بلا ٹل گئی۔ بچہ نے شرارت کی تھی شرارت کی وجہ سے سزا کا مستحق تھا اس نے کسی چیز کی آ کر درخواست کی کہ فلاں چیز مجھے لا دیجئے وہ چیز تو لاکے نہیں دی آپ نے البتہ سزا کو موقوف کر دیا یہ بھی اسی کی دعا کا نتیجہ ہوتا ہے۔

کبھی ایسا ہوتا ہے کہ اس دنیا میں رہتے رہتے اس دعا کا کوئی اثر ظاہر نہیں ہوا مرنے کے بعد جب وہاں حساب کتاب ہوگا اس کو بتلایا جائے گا کہ فلاں دعا کی تھی اس طرح پوری ہوگئی تھی، یہ دعا کی تھی اس طرح پوری ہوگئی تھی۔ یہ دعا کی تھی اس طرح پوری ہوگئی تھی۔ اور فلاں فلاں دعا کی تھی تم نے اس کا کوئی اثر تم نے نہیں دیکھا اس کا ثواب اجر نتیجہ یہ ہے۔ اس اجر اور نتیجہ کو دیکھ کر اس کی تمنا ہوگی کہ کاش دنیا میں میری کوئی بھی دعا قبول نہ ہوتی۔ اور سب کا بدلہ مجھے یہاں ملتا۔ اس لئے کہ دنیا میں جو کچھ مانگا تھا وہ اپنی حیثیت کے مطابق مانگا تھا اور بہت کم مقدار میں مانگا تھا اور آخرت میں جو کچھ ملتا ہے وہ بہت اونچی چیز ملتی ہے۔

لہٰذا دعا کی طرف سے غفلت نہیں برتنی چاہئے۔ دعا کے آداب کی رعایت اور شرائط کی رعایت

رکھنے کی ضرورت ہے۔ یوں نہ سوچے آدمی کہ جس حال میں بھی جیسے بھی ہو دعا تو کرنی چاہئے۔

آدابِ نماز

نماز بھی خداوند تعالیٰ کی عبادت ہے۔ یہ تو نہیں کہ جس حال میں بھی ہو اسی حال میں پڑھنی چاہئے۔ اس کے بھی شرائط اور آداب ہیں۔ نماز پڑھنی چاہئے لیکن کس طرح پڑھنی چاہئے۔ باوضو پڑھنی چاہئے۔ کوئی شخص بے وضو پڑھ لے تو اس کا کیا علاج ہے۔ ہمارے یہاں ایک بوڑھا اور معذور شخص تھا وہ ایک دفعہ وضو کرتا تھا اور کئی روز تک اسی وضو سے نماز پڑھتا رہتا تھا اس سے کہا تم وضو نہیں کرتے۔ کہنے لگا اللہ سب قبول کرلے گا۔ اس نے یوں جواب دیا، وہ وضو سے معذور نہیں تھا چلتا پھرتا بھی تھا مگر وضو نہیں کرتا۔ یہ طریقہ غلط ہے۔ نماز پڑھنا بڑی عبادت ہے اللہ کے یہاں بہت بلند درجات عطا کرنے والی چیز ہے۔ مگر اس کے لئے بھی شرائط ہیں۔ نماز میں باوضو ہو کپڑے پاک ہوں، قبلہ رخ ہو جس وقت نماز پڑھنے کی ممانعت ہو اس وقت نہ ہو۔ مثلاً جب سورج نکل رہا ہے، سورج سر پر ہے، سورج ڈوب رہا ہے، ان اوقات میں نہ پڑھے، اس لئے ہر چیز کے واسطے شرائط اور آداب ہوتے ہیں، دعا کے بھی شرائط اور آداب ہیں تو دعا ضرور قبول ہوتی ہے اس وقت جبکہ شرائط اور آداب کے موافق ہو اور اس کے واسطے جو طریقہ ہے دعا کی مقبولیت کا، کیا کیا اثرات ہوتے ہیں وہ اثرات اس پر مرتب ہوتے ہیں، کوئی سا اثر ضرور مرتب ہوتا ہے، حق تعالیٰ کا وعدہ بالکل سچا ہے اس کے اندر بالکل خلاف نہیں۔ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ۔ تمہارے گناہ معاف ہو جائیں گے۔ اس دنیا میں رہتے رہتے چھوٹے بڑے گناہ تو ہوتے ہی ہیں۔

توبہ و استغفار کی ضرورت

حدیث پاک میں موجود ہے: كُلُّكُمْ خَطَّاؤُنَ و خَيْرُ الْخَطَّائِيْنَ التَّوَّابُوْنَ۔

(ترمذی شریف: ۲۶۶۷، ابن ماجہ: ۴۲۵۱، کتاب الزہد)

....

[تم سب کے سب خطا کار ہو، اور بہترین خطا کار توبہ کرنے والے ہیں۔]

تم سارے خطا کار ہو ہر ایک سے خطا سرزد ہوتی ہے۔کسی سے زیادہ کسی سے کم،کسی سے چھوٹی خطا کسی سے بڑی خطا،کوئی خطا کو جلدی سمجھ جاتا ہے کہ یہ خطا ہے کوئی دیر میں سمجھتا ہے،کوئی معافی کا طریقہ زیادہ جانتا ہے کوئی کم،باقی خطا تھوڑی بہت سب سے ہوتی ہے،اسی لئے فرمایا كُلُّكُمْ خَطَّائُوْنَ وَخَيْرُ الْخَطَّائِيْنَ التَّوَّابُوْنَ۔ بہترین خطا وار وہ ہیں جو توبہ کرتے رہیں، زیادہ سے زیادہ توبہ کرتے رہیں۔حضرت نبی اکرم ﷺ باوجود یکہ معصوم تھے،معصوموں کے سردار تھے،معصوموں کے امام تھے لیکن بار بار معافی مانگنے والے تھے،اللہ سے مغفرت طلب کرتے تھے،اللہ سے استغفار پڑھتے تھے۔ایک ایک دن میں دو دو سو مرتبہ پڑھا کرتے تھے۔صبح شام استغفار پڑھتے تھے۔حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ایک ایک مجلس میں ستر ستر مرتبہ استغفار پڑھتے ہوئے سنا ہم نے حضرت نبی اکرم ﷺ کو،اس لئے استغفار سے کسی وقت بھی غافل نہیں رہنا چاہئے۔اللہ تعالیٰ معاف فرمادیں گے۔

وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ الرَّحِيْمٌ۔ اللہ تعالیٰ کی شان یہ ہے کہ وہ غفور ہیں رحیم ہیں۔بندہ جب استغفار کرتا ہے اللہ تعالیٰ معاف کرتے ہیں۔اور حدیث میں آتا ہے کہ بندہ کو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اے بندے اگر روئے زمین کے برابر بھی تو خطائیں لے کر آئے تو میری ایک مغفرت تیری ساری خطاؤں کو معاف کرنے کے لئے کافی ہے۔ظاہر ہے جیسی حق تعالیٰ کی شان ہے ایسی ہی مغفرت بھی ان کی بڑی ہے،رحم بھی ان کا بڑا ہے۔اللہ تعالیٰ غفور ہیں رحیم ہیں،رحم بھی فرمائیں گے۔ان کی رحمت عام ہے۔ایک رحمت اس دنیا میں ہے ایک رحمت آخرت میں ہوگی۔اس لئے ہمیشہ استغفار کرتے رہنا چاہئے۔اللہ تعالیٰ کی رحمت سب کو شامل ہے،چاہئے اللہ کا نام لے کوئی چاہے نہ لے۔وہ سب کو اپنی رحمت سے روزی عطا فرماتا ہے،اپنی رحمت سے اعضائے جسم دیتا ہے،سب کو راحت دیتا ہے،قسم قسم کی نعمتیں دے رکھی ہیں حتیٰ کہ کافروں کو زیادہ دے رکھی ہیں ان پر بھی رحمت ہے اس دنیا میں لیکن ان کے واسطے رحمت آخرت میں

نہیں ہوگی۔ آخرت میں جو رحمت ہوگی وہ صرف اللہ کی عبادت کرنے والوں کو ہوگی اور لوگوں کو نہیں ہوگی۔ اللہ کی شان یہ ہے کہ وہ رحیم ہیں۔

حضرت رسول اللہ ﷺ کی اطاعت اللہ تعالیٰ کی اطاعت ہے

آگے ارشاد فرمایا قُلْ اَطِیْعُو اللّٰہَ و الرَّسُوْلَ ایک شخص نے حضرت نبی اکرم ﷺ کی اس بات کا جو اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو ارشاد فرمائی تھی "قُلْ اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوْنِیْ" اس بات کا اثر کم کرنے کیلئے لوگوں کے دلوں میں وسوسہ ڈالنا چاہا، کہا کہ جس طرح سے یہود و نصاریٰ نے اپنے اپنے نبیوں کو معبود بنالیا اسی طریقہ سے محمد ﷺ بھی چاہتے ہیں کہ ان کو معبود بنالیا جائے۔ اسلئے یوں کہتے ہیں کہ میرا اتباع کرو یوں نہیں کہتے کہ اللہ کا اتباع کرو۔ اس نے یہ وسوسہ ڈالنا چاہا تو اللہ تعالیٰ نے آگے آیت نازل فرمائی۔ قُلْ اَطِیْعُو اللّٰہَ و الرَّسُوْلَ۔ آپؐ کہہ دیجئے اللہ اور رسول کی اطاعت کرو کہ حضور اقدس ﷺ کی اتباع کا اللہ تعالیٰ نے جو حکم فرمایا ہے وہ بحیثیت رسول فرمایا ہے کہ اللہ کی بات کو لے کر آئے ہیں، اللہ کی مرضیات کو بیان کرتے ہیں ان کی ساری زندگی اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لئے ہے، حق تعالیٰ نے جس چیز کا پیغام بھیجا ہے وہ پیغام لے کر تمہارے پاس آئے اس کی اتباع کرو، اس کی اطاعت کرو یعنی اپنی ذات محمدؐ بن عبد اللہ کی اطاعت نہیں چاہتے بلکہ وہ تو محمد رسول اللہ (ﷺ) کی اطاعت کے لئے کہتے ہیں۔

حضرت نبی اکرم ﷺ اللہ پاک کے رسول ہیں ان کا اتباع کرو۔ اس لئے آیت نازل ہوئی قُلْ اَطِیْعُوا اللّٰہَ و الرَّسُوْلَ۔ آپؐ فرما دیجئے کہ اللہ کی اطاعت کرو، اللہ کے رسول کی اطاعت کرو۔ رسول کو اللہ بھیجتے کس واسطے ہیں؟ اسی واسطے تو بھیجتے ہیں کہ ان کی اطاعت کی جائے۔ وَمَا اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا لِیُطَاعَ بِاِذْنِ اللّٰہِ تمام رسولوں کو اللہ تعالیٰ نے اس واسطے بھیجا ہے تاکہ ان کی اطاعت کی جائے اور رسول کی اطاعت حق تعالیٰ ہی کی اطاعت ہے۔ "وَمَنْ یُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰہَ" جس نے رسول کی اطاعت کی اس نے اللہ کی

اطاعت کی۔ تو حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس حیثیت سے کہ ایک فرد ہیں یا مکہ کے رہنے والے ہیں یا قبیلہ قریش کے آدمی ہیں اس حیثیت سے اپنی اطاعت نہیں چاہتے بلکہ رسول ہونے کی حیثیت سے جو اللہ کا پیغام لیکر آئے اس کی اطاعت کرو، یہ اللہ ہی کی اطاعت ہے۔ فَاِنۡ تَوَلَّوۡا پوری پوری بات واضح ہوجانے کے بعد اگر لوگ منہ پھیر لیں بات نہ مانیں، حجت تمام ہوجائے پھر بھی تسلیم نہ کریں، نہ رسول کی اطاعت کریں نہ اللہ کا کہنا مانیں، دونوں کی خلاف ورزی کریں تو اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الۡكٰفِرِيۡنَ یاد رکھو اللہ تعالیٰ کافرین سے محبت نہیں کرتے۔ اصل منشاء تو یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ ہم کو محبوب بنالے۔ اس واسطے ہم اللہ تعالیٰ سے محبت کرتے ہیں، اس کے اظہار کیلئے مختلف طریقے اختیار کرلیتے ہیں۔ ان کی اصلاح کے لئے فرمایا کہ اگر تم کو اللہ تعالیٰ سے محبت مطلوب ہے تو میرا اتباع کرو اور اس کا نتیجہ یہ نکلے گا کہ اللہ تعالیٰ تم کو محبوب بنالیں گے اور جو اطاعت نہیں کرتا رسول کی، اطاعت نہیں کرتا اللہ تعالیٰ کی منہ پھیر لیتا ہے نہ اس کو مانتا ہے نہ اس کو مانتا ہے۔ یاد رکھو اللہ تعالیٰ تو کافرین سے محبت نہیں کرتے۔ کوئی شخص چاہے کیسے ہی بتوں کو اپنے گھر رکھ لے چاہئے حضرت عیسیٰ اور حضرت عُزیر علیہما السلام کو کتنا ہی بڑا مان لے لیکن وہ اللہ کی اطاعت نہیں کرتا اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت نہیں کرتا تو پھر اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں سے محبت نہیں کرتے وہ تو کافر ہیں۔ "اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الۡكٰفِرِيۡنَ" اس آیت کا حاصل یہ ہے کہ اپنی زندگی کو سامنے رکھ کر اس کی کوشش کرنے کی ضرورت ہے کہ ہماری زندگی کا کوئی جز حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف نہ ہو۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت

ایک بات اور سمجھ لینے کی ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کرنا اور چیز ہے اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں اس چیز کا پایا نہ جانا اور چیز ہے۔ مثلاً آپ موٹر میں بیٹھ کر سفر کرتے ہیں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی موٹر میں بیٹھ کر سفر نہیں کیا۔ اسے یوں نہیں کہا جائے گا

حضور اقدس ﷺ کی مخالفت ہے۔ آپ ریل اور جہاز میں سفر کرتے ہیں۔ حضور اقدس ﷺ نے تو ہوائی جہاز نہیں دیکھا اسے یوں نہیں کہا جائے کہ حضور اقدس ﷺ کی مخالفت ہے بلکہ حضرت نبی اکرم ﷺ نے جو ہدایت نامہ دیا ہے تیئس برس کی مبارک زندگی میں جگہ جگہ ہر چیز کے متعلق بیان فرمادیا ہے، ان قواعد پر ناپ کر دیکھنے کی ضرورت ہے۔ ان قواعد کے خلاف کوئی چیز نہ ہو تو حضور اقدس ﷺ کی طرف سے اس قسم کی سواریوں کے استعمال کرنے کی کوئی ممانعت نہیں۔ جس چیز کو حضور اقدس ﷺ نے منع فرمایا وہ تو حضور اقدس ﷺ کی مخالفت ہے اور جس چیز کو حضور اقدس ﷺ نے منع نہیں فرمایا اس زمانے میں تھی ہی نہیں وہ ایک نئی چیز ایجاد ہے اس نئی چیز کو آپ استعمال کریں گے، نئے نئے پھل کھائیں گے جو حضور اقدس ﷺ نے کبھی نہیں کھائے۔ ان کو یوں نہیں کہا جائے گا کہ حضور اقدس ﷺ کی مخالفت ہے۔ مخالفت وہ ہے جس کو حضور اقدس ﷺ نے منع فرمایا اس کو کرنا۔ حضور اقدس ﷺ نے چاول سے منع نہیں فرمایا نہ قواعد کلیہ سے چاول سے ممانعت ہے۔ ہاں جس چیز کی ممانعت فرمادی اس کو اختیار کرنا یہ مخالفت ہے۔

حضور اقدس ﷺ نے شراب سے منع فرمایا۔ دس آدمیوں پر لعنت فرمائی شراب کی وجہ سے۔ شراب پینے والا، شراب پلانے والا، شراب بنانے والا، شراب لاد کر لے جانے والا، اور خدا جانے کتنے اور کون کون لوگ ہیں جن پر لعنت فرمائی۔ اب اگر کوئی شخص شراب پیتا ہے، بناتا ہے، پلاتا ہے تو وہ یقیناً حضور اقدس ﷺ کی مخالفت کرنے والا ہوگا لیکن اگر کوئی شخص شراب نہیں پیتا بلکہ شربت پیتا ہے، شربت پینے والے کو یہ نہیں کہیں گے کہ اس نے حضور اقدس ﷺ کی مخالفت کی۔ اسلئے کہ مخالفت وہ ہے جو امور شرعیہ کے خلاف ہو۔ جن چیزوں سے حضور اقدس ﷺ نے منع فرمادیا ان میں سے ہو، جو چیزیں قواعد کلیہ سے ممنوع ہیں ان میں سے ہو۔ وہ چیز کہلائے گی مخالفت۔ اور اگر یہ نہ ہو تو وہ مخالفت نہیں۔

اس واسطے ضرورت ہے کہ ہم اپنی زندگی کے ہر ہر گوشہ پر غور کریں۔ جو چیزیں

حضرت نبی اکرم ﷺ کے ارشادات کے خلاف ہمارے اندر گھسی ہوئی ہیں ان کو نکالنا چاہئے اور جو ہمارا زندگی کا طریقہ سنت کے طریقہ سے دور ہوتا چلا جارہا ہے اسی قدر بُعد ہوتا چلا جارہا ہے۔ جیسا جیسا ہمارا طریقہ دور رہے ویسے ہی حضرت نبی اکرم ﷺ کی ذات مقدسہ سے ہم کو بعد ہوتا چلا جارہا ہے۔

اتباع سنت

اس واسطے ضرورت ہے کہ زیادہ سے زیادہ سنت پر عمل کیا جائے۔ جو اس وقت طریقہ تھا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی سیدھی سادی زندگی تھی اس کا اختیار کرنا آج ہمارے لئے دشوار ہوگیا۔ جیسی زندگی وہ گزار رہے تھے ویسی زندی ہم کہاں گزار سکتے ہیں۔ اتنے کمزور اور ضعیف ہیں اور ایسے ماحول میں پلے ہیں کہ ہمارے لئے تو اس کا تصور کرنا دشوار ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حالت

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک وقت وہ تھا کہ حضور اقدس ﷺ کے منبر سے حجرہ تک مجھے جانا مشکل تھا۔ غش کھا کر گر پڑتا تھا۔ لوگ سمجھتے تھے کہ میرے اوپر کوئی جن کا اثر ہے۔ حالانکہ مجھے بھوک تھی۔ یہ کیفیت تھی ان کی۔

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کا کھانا

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کھانا کھارہے تھے، ایک بے تکلف دوست آگئے، وہ بھی کھانے میں شریک ہوگئے۔ کیا کیفیت تھی کھانے کی؟ سوکھی روٹی کے ٹکڑے تھے، نمک پاس رکھتے تھے۔ سوکھی روٹی کا ٹکڑا دانت میں دبایا، کٹ سے بولا اور ایک نمک کا کنکر رکھ لیا اس طرح سے کھایا۔ مہمان بھی شریک ہوگئے۔ مہمان نے کہا اگر سعتر بھی ہوتا تو کتنا مزیدار ہوتا۔ سعتر

....

ایک قسم کی گھاس سمجھ لیجئے۔ جیسے پودینہ ہے اس میں چرچراپن ہوتا ہے۔ اس دوست نے خواہش کی۔ ان کی خواہش کو پورا کرنے کے لئے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ اٹھے۔ بازار گئے اور جاکر سعتر خریدا۔ لاکر رکھ دیا اور دونوں نے کھالیا کھانا۔ ایک ٹکڑا سوکھی روٹی کا دانت میں دبایا۔ ایک کنکر نمک کا اٹھا کر منہ میں رکھا ایک پتہ سعتر کا رکھ لیا۔ بس کھانا ہوگیا۔ کھانے کے بعد مہمان نے کہا: "اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ قَنَّعَنَا بِمَا حَضَرَ" اللہ کا شکر ہے کہ اس نے ما حضر پر ہمیں قناعت دی جو کچھ ہمارے پاس موجود تھا ہم نے اس پر قناعت کرلی۔

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ بولے یارا گر ما حضر پر قناعت ہوتی تو میرے وضو کا لوٹا گروی نہ رکھوا تا۔ پیسہ پاس موجود نہیں تھا۔ جس لوٹے سے وضو کیا کرتے تھے وہ لے کر گئے اور سعتر خرید کر لائے۔ لوٹا گروی رکھا۔ اگر ما حضر پر قناعت ہوتی تو جناب یہی روٹی کا ٹکڑا نمک کے کنکر پر قناعت کرلیتا۔ یہ حال تھا ان حضرات کی زندگی کا۔

اپنی حالت کی اصلاح کی ضرورت

ہم لوگ پوری زندگی ایسے ماحول میں گذار چکے ہیں ہم کو اس کا مکلف تو نہیں کیا جا سکتا۔ البتہ جس قدر تنعم میں پڑ گئے ہیں، عیش پرستی میں پڑ گئے ہیں اس کو کم کرنے کی ضرورت ہے۔ آہستہ آہستہ کم کرنے کی ضرورت ہے۔ سوچنے کی ضرورت ہے کہ اللہ تعالیٰ کے محبوب بندے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا حال یہ تھا کہ بعد میں آنے والے لوگ خواہ کتنے ہی بڑے درجہ پر پہونچ جائیں غوث قطب ابدال نہ جانے کیا کیا ہوجائیں لیکن کسی ایک صحابی کے درجہ اور مقام کو نہیں پہونچ سکتے۔ جو زندگی حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے اور آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے لئے اللہ تعالیٰ نے پسند فرمائی اعلیٰ درجہ کی زندگی تھی وہ، لیکن اس زندگی کا سب کو مکلف نہیں قرار دیا جاسکتا۔ یہ نہیں کہا جاسکتا کہ وہ زندگی اختیار نہیں کی، بود و باش اختیار نہیں کی مجاہدانہ زندگی اختیار نہیں کی۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کررہا ہے، وہ مخالف ہے، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم

کا۔ یہ نہیں کہا جا سکتا۔ ہاں درخواست ضرور کی جائیگی جہاں تک ہو سکے اس کو اختیار کرنے کی کوشش کریں۔

جس دلدل میں زندگی کے پہونچ چکے ہیں اس میں سے نکلنے کی ضرورت ہے۔ جتنا اُدھر کو رخ کریں گے اتنا ہی انشاء اللہ تعالیٰ حضور اقدس ﷺ کی محبت زیادہ ہوتی چلی جائے گی۔ حضرت نبی اکرم ﷺ نے خاص کر اپنے گھر والوں کو نصیحت فرمائی تاکید فرمائی کہ دیکھو سکون چاہتے ہو تو مسکینوں کے ساتھ میں رہو مسکینوں سے محبت کرو۔ مسکین وہ ہے جس کے پاس کھانے پینے کو کچھ نہ ہو۔ جو غریب ہوں ان کے ساتھ محبت رکھو، ان کے ساتھ تعلق رکھو تو جتنا ان کے ساتھ میں تعلق زیادہ ہوگا اتنا زیادہ مجھ سے قرب حاصل ہوگا۔ حضور اقدس ﷺ نے دعا فرمائی: اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ رِزْقَ آلِ مُحَمَّدٍ قُوْتاً۔ (مسند احمد:۲/۴۴۶) اے اللہ محمد کے گھر والوں کو روزی دے اتنی دے جسے کھا کر کمر سیدھی ہو جائے، زندہ رہ سکیں، زیادہ نہ دے تو۔

پسند حضور ﷺ کو یہ چیز تھی۔ لہٰذا اس طرف کو رخ کر کے آہستہ آہستہ چلنے کی ضرورت ہے۔ یہ نہیں کہ ادھر سے بالکل آنکھیں بند کر کے رات دن لہو ولعب میں لگے رہیں، بلکہ ضرورت ہے کہ ہم اپنی زندگی کے ہر ہر گوشہ پر غور کرلیں، جو چیزیں حضرت نبی اکرم ﷺ کے ارشادات کے خلاف ہمارے اندر گھسی ہوئی ہیں ان کو نکالیں اپنی زندگی کو حضور اکرم ﷺ کی سنت کے مطابق بنائیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

اللّٰھُمّ صل علیٰ سیدنا ومولانا محمد وعلی آل سیدنا ومولانا محمدٍ وبارك وسلم۔ ربنا افرغ علینا صبرًا وثبت اقدامنا وانصرنا علی القوم الكافرین۔ ربنا اٰتنا فی الدنیا حسنة وفی الاخرة حسنة وقنا عذاب النار۔ صلی الله علیٰ خیر خلقه محمد وعلیٰ آله وصحبه وسلم۔ برحمتك یا ارحم الراحمین۔ بجاہ سید المرسلین صلی الله علیه وسلم۔

❑❑❑

فضیلت ذکر

اس بیان میں

☆......ذکر کی فضیلت۔

☆......ذکر کی کثرت۔

☆......ذکر کی اقسام۔

☆......ذکر کے اثرات۔

☆......کثرت ذکراور غلبۂ ذکر کے اکابر اولیاء اللہ کے واقعات۔

☆...... نیز سماع کی حقیقت اور اس کے حکم کا بیان ہے۔

....

فضیلت ذکر

خطبہ ماثورہ۔ اَمَّا بَعْدُ!

فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اذْکُرُوا اللّٰہَ ذِکْرًا کَثِیْرًا وَّسَبِّحُوْہُ بُکْرَۃً وَّاَصِیْلًا۔

[اے ایمان والو! اللہ کو خوب کثرت سے یاد کیا کرو، اور صبح وشام اس کی تسبیح کرو۔] (آسان ترجمہ)

اللہ جل شانہ کا ارشاد ہے کہ اے ایمان والو! اللہ کا ذکر کثرت سے کرو۔ اور صبح وشام اس کی تسبیح و پاکی بیان کرو۔ اس آیت کریمہ کی وجہ سے مشائخ نے صبح وشام کی تسبیحات تجویز کی ہیں۔ صبح کو بھی تسبیح پڑھی جائے شام کو بھی پڑھی جائے اور ذکر کی کثرت کے لئے فرمایا۔

حق تعالیٰ نے جو عبادتیں تجویز فرمائی ہیں اپنی اپنی جگہ پر سب نہایت اہم اور ضروری ہیں۔

نماز کی اہمیت

مثلاً نماز ہے بہت اہم ہے۔ حضور اکرم ﷺ کے لئے قرۃ عین ہے۔ اللہ کی بارگاہ میں حاضری کا ذریعہ ہے اور اتنا اہتمام نماز کا جب کوئی اہم بات پیش آئی فوراً حضور ﷺ نماز کی نیت باندھ لیتے۔ ہوا زور کی چل پڑی، بارش زور کی ہوگئی۔ بادل آگیا۔ چاند گہن ہوگیا۔ سورج

گھن ہوگیا۔ نماز کی نیت باندھ لی۔

مگر جو نمازیں فرض ہیں ان کے لئے اوقات متعین ہیں۔ پانچ وقت دن رات میں کو نماز فرض ہے اس سے زیادہ فرض نہیں۔ ایک نماز کو دو دفعہ پڑھنے کی بھی اجازت نہیں۔

روزہ کی فضیلت

روزہ فرض ہے بہت اہم چیز ہے۔ حدیث پاک میں ہے کہ ہر عبادت کا ثواب اس کے دفتر سے ملتا ہے۔ مگر روزہ کا ثواب اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں خود دوں گا۔

"اَنَا اَجْزِیْ بِہٖ فَاِنَّ الصَّوْمَ لِی"

[میں کو داس کا بدلہ دونگا اس لئے کہ روزہ میرے لئے ہے۔]

یا "اَنَا اُجْزٰی بِہٖ فَاِنَّ الصَّوْمَ لِیْ"

[میں خود اس کا بدلہ ہوں اسلئے کہ روزہ میرے لئے ہے۔] (مشکوۃ شریف: ۱/۱۷۳)

زکوۃ وحج

اسی طرح سے زکوٰۃ ہے۔ بہت اہم چیز ہے مگر وہ سال بھر میں ایک مرتبہ ہے دو مرتبہ نہیں۔ حج ہے عمر میں ایک مرتبہ فرض زیادہ نہیں۔

ذکر کی کثرت کا حکم

لیکن ذکر کے متعلق قرآن پاک میں مذکور ہے:

"یَآ اَیُّهَا الَّذِیْنَ آمَنُوا اذْکُرُوا اللّٰهَ ذِکْراً کَثِیْراً"

ذکر کثیر اس کے لئے نہ پانچ وقت کی تحدید ہے نہ سال بھر میں ایک مہینہ کی نہ عمر بھر

میں ایک مرتبہ کی ہے بلکہ کثرت کا حکم ہے ایسا ذکر کثرت سے کرو کہ اللہ تعالیٰ اس کو کثیر فرمادیں۔

حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں ذکر کی کثرت

اسی لئے مشائخ ذکر کثرت سے کراتے تھے۔ پہلے حضرات سوا لاکھ کا ذکر روزانہ کراتے تھے۔ سوا لاکھ اسم ذات یا کلمہ طیبہ روزانہ سوا لاکھ۔ کسی شخص نے حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا تھا کہ ان کے بڑھاپے اور ضعیفی کے زمانہ میں کہ حضرت کتنا پڑھ لیتے ہیں؟ فرمایا سوا لاکھ کا معمول ہے روزانہ۔ بڑھاپے میں ایک ایک سانس میں پانچ پانچ سو مرتبہ کلمہ طیبہ پڑھا ہے۔ اتنا کثرت سے۔ اللہ تعالیٰ اس میں برکت بھی عطا فرماتے ہیں۔ چوبیس ہزار روزانہ سے شروع کرتے سالک کے ذکر کی۔ جو سالک بیعت ہو اور ذکر شروع کرے چوبیس ہزار روزانہ اسکو کرنا ہے۔ بڑھاتے بڑھاتے سوا لاکھ تک اور آگے تک پڑھتا تھا۔

سانس کے ذریعہ ذکر

اور اسی ذکر کی کثرت کی وجہ سے سانس کے ساتھ ذکر تجویز کیا مشائخ نے۔ کوئی سانس ذکر سے خالی نہ جائے۔ سانس اندر جائے تو ذکر باہر آئے تو ذکر۔

حدیث شریف میں آتا ہے کہ انسان جب سوتا ہے تو شیطان اس کی ناک کے نتھنوں میں رات گذارتا ہے اور ہر سانس کے ساتھ ساتھ اپنا زہر اندر پہونچاتا ہے۔ اس کا زہر کیسا ہے؟ خدا تعالیٰ سے غفلت، معاصی سے رغبت یہ اس کا زہر ہے۔ ہر سانس کے ساتھ اندر پہونچاتا ہے۔ اس لئے مشائخ نے تجویز کیا ہے کہ ہر سانس کے ساتھ ذکر کیا جائے تاکہ شیطان کے زہر کا اثر نہ پہونچے۔ وہ اپنا اثر زہریلا پہونچاتا ہے اور ادھر ذکر کی

برکت سے وہ اثر زہریلا ختم ہوجاتا ہے۔اللہ پاک کی رحمت اندر پہونچتی ہے شیطان ذکر سے بھاگتا ہے اور گھبراتا ہے۔ انسان کے قلب کے اندر پہونچتا ہے مگر جب قلب کو ذاکر پاتا ہے تو پیچھے ہٹتا ہے اور بھاگتا ہے۔ یہی ہے جسے خناس کہتے ہیں خنس کے معنی پیچھے ہٹنا۔ وہ پیچھے ہٹتا ہے۔

غلبۂ ذکر کا اثر

ذکر کرتے کرتے انسان کے ہر ایک بال سے ہر ایک رونگٹے سے ذکر شروع ہوجاتا ہے۔تمام اعضائے جسمانی ہر رگ رگ ذکر کرنے لگتی ہے۔اور پھر ذکر کا اتنا غلبہ ہوتا ہے کہ روحانیت غالب آکر جسمانیت بالکل مضمحل اور مغلوب ہوجاتی ہے اسی وجہ سے ان کی روحانیت اتنی قوی ہوجاتی تھی کہ دیر دیر تک انھیں کھانے پینے کی ضرورت پیش نہیں آتی تھی اور کام سارا جاری رہتا تھا۔اس واسطے کہ کھانے پینے کی ضرورت جسم کو پیش آتی ہے اور جسم کا حال یہ ہوگیا کہ جسمانیت مغلوب ہوگئی اور روحانیت غالب آگئی۔

امام اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ کی حالت

امام اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ کے حالات میں لکھا ہے (میزان کبریٰ میں شعرانی رحمۃ اللہ علیہ کی) کہ ایک مہینہ میں ایک مرتبہ قضائے حاجت کے لئے جاتے تھے جب بوڑھے ہوگئے ضعیف ہوگئے تو ایک مہینہ میں دو مرتبہ جانے لگے۔کوئی شخص عیادت کے لئے آتا ان کے پاس تو ان کی والدہ کہتیں میرے بچے کے لئے دعا کرو اس کا معدہ کسی کام کا نہیں رہ گیا ہے۔ مہینہ میں دو مرتبہ جانے کی ضرورت پیش آنے لگی ہے۔

اسی سے اندازہ کیجئے کہ جنکی قضائے حاجت کا یہ حال ہے ان کی غذا کا کیا حال ہوگا۔چلے کرتے تھے وہ حضرات تو صرف اتباع سنت کی خاطر ایک گھونٹ

وہ بھی ہلکا سا ایک گھونٹ لے لیا کرتے تھے افطار کے لئے باقی روزہ۔ چالیس روز تک روزہ روزہ اور ان کو کوئی دشواری بھی پیش نہیں آتی تھی اس لئے کہ روحانیت غالب آ گئی ان پر۔ اور اب نہ وہ قوی رہے نہ محنتیں رہیں نہ ہمتیں رہیں۔ اس لئے نازل ہوتے ہوتے لوگ بہت تھوڑے سے پر آ گئے۔ تیرہ تسبیح پر قناعت کرنے لگے تیرہ تسبیح پڑھ لو۔ بس وہی کافی ہے۔

ادعیۂ ماثورہ کی پابندی

لیکن احادیث میں آتا ہے کہ جو دعائیں صبح شام اور مختلف اوقات کی حضرت نبی اکرم ﷺ سے منقول ہیں جو شخص ان کی پابندی کرتا ہے وہ "اَلذّٰاکِرِیْنَ اللّٰهَ کَثِیْرًا وَّالذّٰاکِرَاتِ" (کنز العمال: ۲۰۷۸۷)

[اور اللہ کا کثرت سے ذکر کرنے والے مرد ہوں یا کثرت سے ذکر کرنے والی عورتیں۔] (آسان ترجمہ) میں شمار ہو جاتا ہے۔

مسجد میں داخل ہوتے وقت کی دعا

مسجد میں داخل ہونے کے لئے قدم رکھا دعا پڑھ لی:

"اَللّٰهُمَّ افْتَحْ لَنَا اَبْوَابَ رَحْمَتِكَ"

[اے اللہ! ہمارے لئے اپنی رحمت کے دروازے کھولدے۔]

مسجد سے باہر نکلے دعا پڑھ لی:

"اَللّٰهُمَّ افْتَحْ لَنَا اَبْوَابَ فَضْلِكَ"

[اے اللہ! ہمارے لئے اپنے فضل کے دروازے کھولدے۔]

مسجد کے دروازے پر شیاطین کا ہجوم رہتا ہے مسجد سے باہر نکلا انسان شیاطین فوراً اس

کو گھیر لیتے ہیں ان کے تسلط سے بچنے کے لئے دعا پڑھ لی۔
"اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِكَ مِنْ اِبْلِیْسَ وَجُنُوْدِهٖ"
[اے اللہ! میں ابلیس اور اس کے لشکروں سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔]

بیت الخلاء میں جانے کی دعا

بیت الخلاء میں جاتے وقت دروازے پر دعا پڑھ لی:
"اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِكَ مِنَ الْخُبُثِ وَالْخَبَائِثِ" (کنز العمال:۲۰۷۸۶)
[اے اللہ! خبیث جنات وشیاطین مردوں عورتوں سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔]
وہاں چونکہ شیاطین اور جنات مجتمع رہتے ہیں اس لئے۔

لیٹتے وقت، سوتے وقت، نیند سے بیدار ہوتے وقت، مکان آنے کے لئے، باہر بازار جانے کے لئے، سفر شروع کرتے وقت، سفر سے واپسی کے وقت، نیا کپڑا پہنتے وقت۔ غرض یہ کہ جتنے تصورات اور حالات انسان کی زندگی میں آتے ہیں ہر وقت کے لئے کوئی نہ کوئی ذکر تجویز کر دیا تا کہ آدمی "اَلذّٰاكِرِیْنَ اللّٰهَ كَثِیْرًا وَّالذّٰاكِرَاتِ" میں شامل ہو جائے۔

ذکر کی صورتیں

ذکر کے لئے صرف ایک ہی صورت نہیں کہ آدمی "الا اللہ الا اللہ" کرتا رہے۔ اللہ اللہ کرتا رہے بلکہ اللہ کا نام جس طریقہ پر بھی لیا جائے وہ ذکر ہے۔ قرآن پاک کی تلاوت کرتا ہے وہ بھی ذکر ہے۔ بیٹھ کر دعائیں پڑھتا ہے وہ بھی ذکر ہے تسبیح پڑھتا ہے وہ بھی ذکر ہے۔ ہر چیز ذکر ہے ان تینوں میں سے۔

اس لئے ذکر کی ایک ہی کیفیت نہیں سب کیفیات ہیں۔ اس لئے اللہ تعالیٰ جس کو جس کیفیت کے ساتھ مناسبت پیدا فرما دیں اس کے اوپر اسی کیفیت کا غلبہ ہو جاتا ہے مناسبت

کی وجہ سے ۔سلطان الاذ کار پڑھتے ہیں ۔

سلطان الاذ کار اور حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی صاحبزادی صاحبہ

میں نے پوچھا تھا حضرت مولانا عبد القادر صاحب رائپوری رحمۃ اللہ علیہ سے کہ حضرت سلطان الاذ کار کیا ہوتا ہے؟ کیسے ہوتا ہے؟ فرمایا کیوں آپ کو کیا ضرورت پیش آ گئی؟ میں نے عرض کیا کہ حضرت میں نے خواب دیکھا تھا کہ حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی صاحبزادی نے مجھے ایک دعا بتلائی ہے ۔

"اَللّٰھُمَّ اَلْھِمْنِیْ رُشْدِیْ"

[اے اللہ! مجھ کو میری ہدایت کا الہام فرما ۔]

یہ دعا پڑھا کرو ۔ بیدار ہونے کے بعد میں نے ان کی خدمت میں جا کر عرض کیا کہ حضرت میں نے یہ خواب دیکھا ہے ۔فرمانے لگیں خدا جانے کون نیک بی بی ہوگی جو میری صورت میں آ کر تم کو بتا گئی ۔اپنی طرف منسوب نہیں کرتیں ۔میں نے عرض کیا کہ اچھا اب بیداری میں بتا دیجئے ! کہنے لگیں میں بے حقیقت تم کو بتاؤں تمہارے سامنے حدیث کا ذخیرہ ہے تم مجھے بتاؤ ۔ انھوں نے ایسے طریقہ پر کہا ''میں بے حقیقت'' کہ میرے بدن میں کوسناٹا نکل گیا ۔انھوں نے حقیقتاً اپنے نزدیک بات صحیح سمجھتے ہوئے کہا تھا محض تکلف نہیں تھا محض لفاظی نہیں تھی ۔ان کی شان یہ تھی کہ حضرت گنگوہی رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اگر عورتوں کو مرید کرنا جائز ہوتا تو میری صفیہ بیعت کیا کرتی ۔مرید کیا کرتی صفیہ نام تھا ان کا اور جس وقت حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کے بعد تذکرۃ الرشید تصنیف کی جا رہی تھی مولانا عاشق الٰہی صاحب رحمۃ اللہ علیہ میرٹھی مؤلف تذکرۃ الرشید اور حضرت مولانا خلیل احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ سہارنپوری دونوں گنگوہ گئے جا کر صاحبزادی صاحبہ سے پوچھا کہ اپنی بیعت کا قصہ سنائیے ۔تو انھوں نے بتلایا کہ مجھے شوق تھا بیعت ہونے کا مگر ہمت نہیں پڑتی تھی ایک روز موقعہ پا کر میں نے عرض کیا ۔فرمانے لگے

بیٹی تجھے اتنی لجاجت کی کیا ضرورت ہے تو تو میری ہے فلاں وقت میں ہو جانا اور اس کے بعد مجھے لطائف کی تعلیم دی۔

پھر بہت پوچھا کہ کیا ہوا؟ فرمایا مجھے کچھ خبر نہیں۔

بار بار پوچھا بس کوئی جواب نہیں دیا تو حضرت سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ نے جوش میں آکر فرمایا کہ اچھا اگر آپ نہیں کہتیں تو میں کہدوں؟ لطائف ستہ جاری ہیں۔

اس پر بھی وہ خاموش رہیں۔ ان کا یہ حال تھا کہ جب وہ گفتگو کرتی تھیں تو بالکل محدثانہ طریقہ پر اتنی بات فلانی نے کہی اتنی بات اس کے ساتھ فلانی نے بڑھائی اتنی بات میں نے براہ راست سنی اور اتنی بات فلاں کے واسطہ سے سنی۔ اسی انداز سے گفتگو کیا کرتی تھیں۔ گفتگو جو کچھ بھی ہو، علمی ہی ہو ضروری نہیں گھریلو بھی ہے مگر ہر چیز کو اس کے موافق بیان کیا کرتی تھیں۔

اس روز تو میں خاموش ہو گیا دوسرے روز پھر جا کر عرض کیا کہ کچھ بتا دیجئے۔ پڑھنے کے لئے تو انھوں نے سلطان الاذکار بتلایا پڑھنے کے لئے انھوں نے سمجھانا چاہا میں سمجھ نہیں پایا۔

میں نے حضرت رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ سے دریافت کیا کہ سلطان الاذکار کیا چیز ہے؟

حبس دم کے ساتھ۔ انھوں نے فرمایا کہ آپ کو کیا ضرورت پیش آئی؟ میں نے بتلا دیا کہ اس طرح سے حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی صاحبزادی صاحبہ نے بتلایا ہے۔

فرمایا کہ نہیں۔ اندیشہ ہے کہ امراض پیدا ہو جائیں گے۔ دماغی امراض پیدا ہو جائیں گے۔ یہ سلطان الاذکار تو ایسے لوگوں کے لئے ہے جنکی طبیعت کسی طرح چلتی ہی نہیں ہے ذکر کی طرف ان کے لئے تجویز کیا جاتا ہے۔

اور اس کا طریقہ یہ ہے کہ ایک سانس میں ایک مرتبہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ دوسری میں دو

مرتبہ۔ تیسری میں تین مرتبہ۔ چوتھی میں چار مرتبہ۔

(۱) لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ

(۲) لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ

(۳) لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ

(۴) لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ

حضرت اقدس مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے مع الضرب چار دفعہ تک کر کے بتلایا۔

اسی طرح ہر سانس میں ایک مرتبہ بڑھاتے ہیں۔ یہاں تک کہ ایک سانس میں ایک سو بیس دفعہ تک پہونچ جائے۔ یہ تو میں نے زبان سے کہا حبس دم میں زبان سے نہیں ہوتا سانس رکا ہوا ہے زبان خاموش ہے اندر ہی اندر ذکر جاری ہے۔ اس طرح سے حبس دم کے ساتھ سلطان الا ذکار کرتے تھے۔ یہاں تک کہ ان کا ایک ایک بال ذاکر ہو جاتا تھا ہر چیز ذاکر ہو جاتی۔

"وَاِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا یُسَبِّحُ بِحَمْدِہٖ وَلٰکِنْ لَّا تَفْقَھُوْنَ تَسْبِیْحَھُمْ"

[اور کوئی چیز ایسی نہیں ہے جو اس کی حمد کے ساتھ اس کی تسبیح نہ کر رہی ہو لیکن تم لوگ ان کی تسبیح کو سمجھتے نہیں ہو۔] (آسان ترجمہ)

"ہر چیز تسبیح پڑھتی ہے لیکن تم ان کی تسبیح کو سمجھتے نہیں"۔

حضرت مولانا الیاس رحمۃ اللہ علیہ پر تبلیغ کا غلبہ اور حضرت مولانا عبد القادر رائپوری رحمۃ اللہ علیہ پر ذکر کا غلبہ

دہلی میں دو شخص رہتے تھے۔ آپس میں دونوں حضرات خالہ زاد بھائی۔ ایک حضرت مولانا محمد الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت۔ دوسرا مولانا عبد القادر صاحب رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ سے۔

005 Khutbat-e-Mahmood J-3f

حضرت مولانا عبد القادر رحمۃ اللہ علیہ گئے دہلی حضرت مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں۔ حضرت مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ پر تبلیغ کے غلبہ کا یہ حال تھا کہ نوالہ ہاتھ میں ہے منہ میں جانے سے پہلے دو دو تین منٹ تک تبلیغ کی بات کر رہے ہیں تو وہاں بیٹھے ہوئے ایک شخص نے جو بیعت تھا مولانا الیاس صاحب سے اس نے اپنے خالہ زاد بھائی سے کہا جو کہ بیعت تھا مولانا عبد القادر صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے کہ دیکھ میرے پیر میں اور تمہارے پیر میں کیا فرق ہے تمہارے پیر کھانے میں لگے ہوئے ہیں اور یہ تبلیغ میں لگے ہوئے ہیں۔

اسکے بعد جب مولانا عبد القادر صاحب وہاں سے چلے آئے تو مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے مجمع کو مخاطب کر کے فرمایا ارے تم کیا جانتے ہو مولانا عبد القادر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو میں نے ان کے حجرے کی اینٹوں کو ذاکر دیکھا ہے۔ اینٹیں ذکر کرتی ہیں۔

اس پر اس دوسرے شخص نے پہلے شخص کو کہنی مار کر کہا دیکھ! میرے پیر کے متعلق تمہارے پیر کیا رائے قائم کر رہے ہیں۔

گھوڑا اور پاس انفاس

خیر بعضے بعضے لوگ ایسے بولتے ہیں کہ گھوڑا پال رکھا ہے۔ گھوڑا بھی پاس انفاس کرتا ہے۔ ذکر کی آواز گھوڑے کی سانسوں میں محسوس ہوتی ہے کہ ہاں گھوڑا ذکر کر رہا ہے۔ جب ذکر کے ساتھ قلب رنگا جاتا ہے غلبہ ہو جاتا ہے ذکر کا اس پر تو ہر چیز کا ذکر اسے محسوس ہونے لگتا ہے مگر اب ایسے قوی نہیں کہ ایک سو بیس دفعہ ایک سانس میں کہیں حبس دم کے ساتھ۔ اندیشہ ہے کہ امراض پیدا ہو جائیں گے اور خدا جانے کیا ہو گا۔

حضرت شاہ ابو سعید گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ پر تجلی

حضرت شاہ ابوسعید صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ جب بلخ گئے تھے حضرت

شاہ نظام الدین بلخی رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں تو وہاں کیا تھا؟ ایک تجلی ان کو محسوس ہوئی پھر غائب ہو گئی۔ پھر چاہتے ہیں کہ وہ تجلی پھر محسوس ہو اپنے اختیار میں تھوڑا ہی ہے۔ ضدی آدمی تھے بیٹھ گئے۔ سانس روک کر جب تک تجلی نہیں ہوگی میں سانس نہیں لوں گا کتنا وقت گذر گیا ہم نہیں جانتے ڈیڑھ دن گذر گیا سانس نہیں لیتے حتی کہ پسلی ٹوٹ گئی اس کے بعد تجلی ظاہر ہوئی تب انھوں نے سانس لیا۔

شیخ کو اطلاع ہوئی کہ پسلی ٹوٹ گئی انھوں نے کئی دوا تجویز کی وہ ٹھیک ہوگئی۔ کسی آپریشن کی ضرورت نہیں پیش آئی۔ تو ذکر کا حال یہ ہوتا ہے اس لئے سانس کے ساتھ ذکر کرنا یہ سلسلہ چشتیہ کے لئے لوازم میں سے ہے ہر شخص جو اس لائن میں قدم رکھتا ہے وہ سانس کے ساتھ ذکر کرتا ہے پاس انفاس کرتا ہے۔

ذکر قلبی

اور پاس انفاس کے علاوہ قلبی ذکر جیسے زبان منہ کے اندر موجود ہے اور اللہ اللہ کر رہی ہے اسی طریقہ پر قلب سینہ کے اندر موجود ہے تو تصور کیا جائے وہ اللہ اللہ کر رہا ہے زبان سے نہیں قلب کر رہا ہے اللہ اللہ اور پھر اس میں اسکو ایسی لذت محسوس ہوتی ہے کہ ساری لذت ایک طرف اور قلبی ذکر کی لذت ایک طرف اس قدر اس میں انہماک ہو۔

آج کل کے دور میں تیرہ تسبیح کا ذکر کرنا مشکل ہوگیا شکایت کرتے ہیں کہ سینہ میں درد ہوگیا سر میں درد ہوگیا تکلیف ہوگئی۔

ٹھیک ہے قوی کمزور ہیں ضعیف ہیں اتنا نہ کریں زور سے ضرب نہ لگائیں آہستہ ضرب لگائیں۔

حضرت شیخ عبد القدوس گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ اور ذکر حدّادی

ورنہ حضرت شیخ عبد القدوس گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کا حال یہ تھا کہ پچاس برس تک ذکر

حدادی سے قلب کو دھنا ہے۔ ذکر حدادی کیا ہے؟ حداد کہتے ہیں لوہار کو دونوں ہاتھوں کی مٹھیاں تشبیک کے ساتھ باندھ کر دائیں مونڈھے کی طرف بلند کرے **لا اللہ** کہتے ہوئے اور پھر زور سے لا کر بائیں ران پر اس طرح مارے جس طرح زور سے لوہار ہتھوڑا مارتا ہے **الا اللہ** کہتے ہوئے قلب کو کوٹنے کے لئے عشاء سے لے کر فجر کی اذان تک اور فرماتے تھے کہ اب ذکر خود مجھے مہلت نہیں لینے دیتا بے اختیار ذکر ہوتا ہے۔

شیخ عبدالقدوس گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ اور سماع

کسی شخص نے حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا کہ حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ بزرگ نہیں تھے فرمایا بزرگ تھے۔ پوچھا کہ انکی طرف جو سماع کی نسبت ہے کیا یہ صحیح نسبت نہیں؟ فرمایا صحیح ہے وہ سنتے تھے؟ ہاں سنتے تھے۔ آپ کیوں نہیں سنتے؟ حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے نہایت فقیہانہ جواب دیا ہے بنیادی جواب۔ ان کو کوئی سند پہونچی ہوگی مجھے نہیں پہونچی۔ ان کی بزرگی بھی برقرار مگر اتباع جو کیا جائے گا اتباع ایسی چیزوں میں بزرگوں کا نہیں کیا جائے گا۔ ان کی بزرگی کا بھی انکار نہیں واقعہ کی بھی تکذیب نہیں اور خود اتباع بھی نہیں کرتے۔ چنانچہ ان کا حال یہ تھا کہ ان کے یہاں سماع ہو رہا ہے اور سماع بکثرت تو نغمہ ہوتا تھا "اَللّٰہ ھُوْ" کا۔

اللہ ھو۔ اللہ ھو۔ اللہ ھو۔ اللہ ھو۔ زیادہ تر تو یہ ہوتا تھا۔

(حضرت اقدس مفتی صاحب نور اللہ مرقدہٗ اللہ ھو کا نغمہ کچھ ایسے انداز میں سنایا کہ مجمع پر وجد کی سی کیفیت طاری ہوگئی۔)

مجلس کا حال

ان کی مجلس کا یہ حال تھا کہ کچھ شعر پڑھے گئے تو اشعار پر لوگوں کی جان نکل گئی لاشیں

اٹھی ہیں ان کی مجلس سے۔

ایک شخص نے ایک نعرہ مارا اور اچھلا اور کنویں میں جا گرا۔ حضرت شیخ کو اطلاع کی گئی کہ فلاں صاحب کنویں میں گر گئے۔ فرمایا: اچھا کس شعر پر؟ ان کو وجد آیا، بتایا گیا: فلاں شعر پر۔

فرمایا: اچھا وہیں بیٹھ کر پڑھو اس شعر کو وہ اگر صادق ہے اپنے حال میں تو تمہارا محتاج نہیں ہے۔ خود باہر نکلے گا۔ اور اگر کاذب ہے تو ایسے جھوٹے کا ڈوب کر مرنا ہی بہتر ہے۔ وہی شعر پڑھا گیا انھوں نے پھر ایک نعرہ لگایا اور اچھل کر کویں سے باہر آ گئے۔ یہ کیفیت تھی ان کے یہاں۔

فضا میں نغمہ گونج گیا

ان کے صاجزادے پڑھ کر آئے فارغ ہو کر انھوں نے دیکھا کہ ابا کے یہاں سماع ہو رہا ہے انھوں نے "مَنْ رَایٰ مِنْکُمْ مُنْکَراً فَلْیُغَیِّرْہُ بِیَدِہٖ" (مشکوۃ شریف: ۲/۴۳۷) [تم میں جو شخص کسی منکر کو دیکھے تو اسے اپنے ہاتھ سے روک دے۔] کے تحت **تفسیر بالید تغیر بالید** شروع کردی۔

اب فرماتے ہیں کہ حضرت شیخ عبد القدوس صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ:

خشک تار و خشک چوب و خشک پوست
از کجا می آید ایں آوازِ دوست!

تار بھی سوکھا۔ قمچی بھی سوکھی کھال بھی سوکھی۔ دوست کی آواز کہاں سے آ رہی ہے یہ تو سب سوکھے بے جان ہیں۔ ان کا یہ شعر پڑھنا تھا کہ اسی فضا میں نغمہ گونج گیا اور ہر چیز سے اللہ اللہ کی آواز آنے لگی۔ تو فرمایا کہ رکن الدین سے کہو انھیں بھی روک دے۔ تو جب اس سے افاقہ ہوا تو صاحب زادے نے کہا کہ ابا! یہ ناجائز ہے! فرمایا اچھا بھائی شریعت کا حکم سر

آنکھوں پر اس کے خلاف تھوڑا ہی کرنا ہے۔

تداوی بالمحرم کے قبیل سے ہے

ایک روز بیٹے سے فرمایا میرا بدن تو داب دو کمر دبادو۔ کمر دبانے کے لئے بیٹھے دیکھا چار چار انگل کھال سوکھی ہوئی ہے۔ جیسے درخت کی چھال ہوتی ہے ایسے سوکھ کر بدن سے الگ ہو رہی ہے۔ پوچھا ابا یہ کیا ہے؟ فرمایا وہی ہے سماع سن لیتا تھا گرمی نکل جاتی تھی اب بدن پھوٹ پھوٹ کر نکل رہا ہے۔ تب بیٹے نے کہا آپ کیلئے جائز ہے۔ یہ تو تداوی بالمحرم کے قبیل سے ہے جیسے ناجائز دوا کا استعمال کرنا ہے مرض کے دفعیہ کے لئے اسی طریقہ پر یہ ہے جو آپ کے لئے جائز ہے۔

حضرت سلطان نظام الدین رحمۃ اللہ علیہ اور قاضی ضیاء الدین سنامی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت سلطان نظام الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ سماع سنتے تھے اس زمانہ کے قاضی ضیاء الدین سنامی رحمۃ اللہ علیہ محتسب تھے ان کو پتہ چلا وہ آئے انھوں نے منع کیا بات چیت ہوئی۔ پھر سلطان جی نے فرمایا: کہ اچھا اگر میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت دلوا دوں تو! فرمایا ہمارا منع کرنا تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وجہ سے ہی تو ہے وہ اجازت دیدیں گے تو ہمارا کیا منہ رہے گا منع کرنے کا۔

فرمایا اچھا بیٹھ جائیے۔ بیٹھ گئے۔ امیر خسرو رحمتہ اللہ علیہ نے شعر پڑھا اس شعر پر سلطان نظام الدین رحمتہ اللہ علیہ کو کچھ وجد آیا وہ اٹھے بے اختیار قاضی صاحب نے ان کی آستین پکڑ کر بٹھالیا۔ بیٹھ گئے۔ پھر دوبارہ اٹھے پھر دامن پکڑ کر بٹھالیا۔ بیٹھ گئے۔ پھر سہ بارہ اٹھے ہیں تو

قاضی صاحب ہاتھ باندھ کر کھڑے ہو گئے ہیں۔ تھوڑی دیر یہ کیفیت رہی اس کے بعد یہ کیفیت ختم ہو گئی اب سلطان جی نے کہا دیکھا ہم نے کہلوا بھی دیا۔ قاضی صاحب نے کہا کہ میں نے بھی کہہ دیا۔ پھر اس شعبدہ سے میں باز نہیں آؤں گا۔ تم کو رکنا پڑے گا۔

اس سے بات تو ختم ہو گئی۔ قاضی صاحب بیمار ہوئے۔ سلطان جی کو اطلاع ہوئی کہ قاضی صاحب بیمار ہیں تو عیادت کے لئے چلے۔ قاضی صاحب کے دروازہ پر آ کر دستک دی وہاں سے خادم آیا۔ پوچھا کون؟ فرمایا عرض کرو۔ نظام الدین زیارت کے لئے حاضری کی اجازت چاہتا ہے۔ قاضی صاحب نے سن کر فرمایا کہدو میں مرتے وقت بدعتی کی صورت دیکھنا گوارا نہیں کرتا اور بدعتی بھی ایسا جو یوں حضور اکرم ﷺ کی زیارت کرادے۔ کیا زیارت کرائی کچھ پتہ بھی چلا وہ تو رہ ہی گیا درمیان میں۔

لوگوں نے پوچھا تھا قاضی صاحب سے کہ کیا بات تھی کیا انھوں نے کہلوا دیا اور کیا آپ نے کہدیا۔ قاضی صاحب نے فرمایا کہ جب پہلی بار اٹھے ہیں سلطان جی تو ان کا قدم فلک سابع پر تھا میری بھی رسائی تھی وہاں تک میں نے آستین پکڑ کر بٹھا دیا۔ دوبارہ اٹھے ہیں تو ان کا قدم عرش پر تھا وہاں تک بھی میری رسائی تھی۔ میں نے دامن پکڑ کر بٹھا لیا سہ بارہ اٹھے تو میری نظر سے غائب تھے۔ میں نے دیکھا کہ حضرت نبی اکرم ﷺ تشریف فرما ہیں جو سب نبیوں کے سرتاج ہیں۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ فقیر کو مت ستاؤ میں نے عرض کیا کہ حضرت مجھے معلوم نہیں کہ جاگ رہا ہوں یا سو رہا ہوں۔ یہ خواب ہے یا خیال ہے۔ اس پر عمل کروں یا جو جاگتے ہوئے سند کے ساتھ احادیث پڑھی جاتی ہیں ان پر عمل کروں۔ تو آنحضرت ﷺ نے تبسم کے ساتھ فرمایا کہ عمل کے لئے تو وہی ہیں۔

اس پر سلطان جی نے فرمایا تھا کہ کہ میں نے کہلوا دیا۔ میں نے عرض کیا کہ میں نے بھی کہدیا۔

خیر اب جو یہ گئے ہیں عیادت کے لئے اور قاضی صاحب نے کر دیا انکار ملنے سے کہ

میں بدعتی کی صورت نہیں دیکھنا چاہتا مرتے وقت۔ سلطان جی نے فرمایا کہ خادم سے کہ درخواست کرو کہ بدعتی اتنا بے ادب نہیں ہے اپنی بدعت سے تائب ہو کر حاضر ہونا چاہتا ہے عیادت کے لئے۔ قاضی صاحب نے اپنا عمامہ دیدیا خادم کو کہ بچھا دو راستہ میں۔ خادم نے تو بچھا دیا راستہ میں مگر سلطان جی اس عمامہ کو اٹھاتے جاتے تھے اپنے سر پر رکھتے جاتے تھے۔

اس موقع پر بیان فرماتے ہوئے خود حضرت اقدس مفتی صاحب نور اللہ مرقدہ شدت گریہ سے بیان جاری نہ رکھ سکے اور حاضرین بھی مرغ بسمل بنے ہوئے تھے دیر تک یہ کیفیت رہی جب حضرت کچھ قابو میں ہوئے ہیں تب آگے فرمایا۔

جب حاضر ہوئے تو قاضی صاحب نے ایک شعر پڑھا۔

آنانکہ خاک رابنظر کیمیا کنند
آیا بود کہ گوشۂ چشمے بما کنند

جولوگ کہ مٹی کو ایک نظر میں کیمیا بنادیتے ہیں کیا یہ ممکن ہے کہ ہماری طرف بھی ایک نظر ڈالدیں۔ آخری وقت ہے کوچ کر رہے ہیں دنیا سے۔

تو ذکر کثرت کرنے سے اللہ تبارک وتعالیٰ قلب کے اندر ایک قوت پیدا فرمادیتے ہیں جو بات قلب میں ہوتی ہے وہ ذکر کی برکت سے دوسرے کے قلب میں اتاری جاسکتی ہے۔ بڑی سہولت سے اتاری جاسکتی ہے۔

اسم سے مسمّٰی کی طرف رجوع

پہلے پہلے اسم کا ذکر تھا جب اس سے مناسبت قوی ہوجاتی ہے تو پھر مسمیٰ کی طرف رجوع کرتے ہیں پہلے پہلے اللہ اللہ کرتے ہیں یہ اسم کا ذکر ہے پھر مسمیٰ کی طرف راجع ہوتے ہیں۔ جس طرح کسی شخص کو کسی سے محبت ہے جو اس کا محبوب ہے اس کی صورت نظروں

میں رہتی ہے۔ کبھی فراموش نہیں ہوتی نماز پڑھتا ہے تو بھی اس کی صورت سامنے، کھانا کھا رہا ہے تو بھی اس کی صورت سامنے سوتا ہے تو بھی صورت سامنے۔

لیکن مخلوق جو دنیاوی مخلوق ہے وہ تو جسمانی چیز ہے لہٰذا یہاں تو جسم کا تصور ہوتا ہے لیکن حق تعالیٰ جسمیات سے بالاتر ہیں پاک ہیں لہٰذا وہاں بغیر کسی جسم کے حق تعالیٰ کا تصور ہے کسی چیز کا تصور نہیں وہاں تو ذات محض کا تصور ہے۔ جیسے کہ اس کی شان کے لائق ہے اس کی شان ظاہر ہوتی ہے۔ کہیں رازق ہونے کی شان ظاہر ہو رہی ہے۔ کہیں ممیت ہونے کی شان ظاہر ہو رہی ہے۔ کہیں معز ہونے کی سان ظاہر ہو رہی ہے کہیں سلطان ہونے کی شان ظاہر ہو رہی ہے۔ جہاں جہاں دنیا میں جو کچھ ہے اس کی ذات اس طریقہ پر ظاہر ہوتی ہے وہ خود نظر نہیں آتا جس طرح قلب انسان کے سینہ کے اندر بیٹھا ہوا ہے اور وہ کسی کو نظر نہیں آتا خود انسان کو نظر نہیں آتا کہ میرا دل کہاں ہے۔ بادشاہ تو پردہ میں ہوتا ہے سیاہ پردے لٹکے ہوئے ہوتے ہیں وہاں سے وہ حکم کرتا رہتا ہے۔ قلب حکم کرتا ہے آنکھ کو حکم کرتا ہے ادھر دیکھو فلانی حسینہ کی طرف آنکھ فوراً ادھر نظر کرتی ہے۔ زبان کو حکم کرتا ہے قلب فلاں بات بولو وہ بولتی ہے۔ غرض جتنے کام انسان کے ظاہری اعضاء سے سرزد ہوتے ہیں وہ قلب کی ماتحتی میں ہوتے ہیں قلب بادشاہ ہے۔

دل کی اصلاح کی ضرورت

اسی لئے حدیث میں آتا ہے:

"اِنَّ فِی الْجَسَدِ مُضْغَۃً اِذَا صَلُحَتْ صَلُحَ الْجَسَدُ کُلُّہٗ وَاِذَا فَسَدَتْ فَسَدَ الْجَسَدُ کُلُّہٗ اَلَا وَھِیَ الْقَلْبُ"۔ (بخاری شریف: ۱/۲۰، مطبع دارالفکر)

[بے شک جسم میں ایک گوشت کا لوتھڑا ہے جب وہ صحیح ہو جاتا ہے تو پورا جسم صحیح ہو جاتا ہے، اور جب وہ بگڑ جاتا ہے تو پورا جسم بگڑ جاتا ہے۔ خبردار وہ دل ہے۔]

گوشت کا ایک لوتھڑا ہے جس کے اندر حق تعالیٰ کی طرف سے ایک لطیفہ رکھا ہوا ہے اس لطیفہ کے ماتحت سارے کام ہوتے ہیں اگر اس قلب کی صلاحیت ہو جائے اصلاح ہو جائے تو تمام جسم کے اندر صلاحیت آجاتی ہے۔قلب کے اندر اصلاح نہ ہو تو تمام جسم کے اندر خرابی ہوتی ہے۔

صفاتِ خداوندی

حق تعالیٰ نظروں کے سامنے نہیں ہیں غائب ہیں۔جس طرح انسان کے جسم کا بادشاہ قلب ہے وہ نظروں سے غائب ہے مگر حکم اس کا چلتا ہے۔ہر شخص جانتا ہے اپنے دل کو ہر شخص اس کے تقاضوں کو جانتا ہے۔پہچانتا ہے بغیر اس کے کہ اس کی صورت دیکھے اسی طریقہ سے حق تعالیٰ ساری کائنات کے بادشاہ ہیں عالم میں حکم سب کا سب حق تعالیٰ کا چلتا ہے ان کی صورت نظر نہیں آتی۔سلم میں ہے:

"سبحانه ما اعظم شانه لا يحد ولا يتصور ولا ينتج ولا يتغير تعالىٰ عن الجنس والجهات"

[وہ پاک ہے اس کی شان کیا ہی عظیم ہے، نہ اس کی کوئی حد ہے نہ اس کا تصور ہوسکتا ہے، نہ وہ جنتا ہے نہ جنا جاتا ہے نہ اس میں تغیر ہوتا ہے وہ جنس اور جہات سے پاک ہے۔]

جنس اور جہات سے پاک صاف ہیں صورت سے پاک صاف ہیں مگر حکم ان کا چلتا ہے۔جیسے قلب نظر نہیں آتا مگر حکم اس کا چلتا ہے۔

یقین ہے اسی طریقہ سے آدمی کے دل میں یقین پیدا کرنے کی ضرورت ہے کہ حکم حق تعالیٰ کا چلتا ہے چاہے ان کی صورت نظر نہ آتی ہو یا معلوم نہ ہو کہ کہاں ہیں اور کیسے ہیں اس سے وہ بالاتر ہیں۔یہ کہاں اور کیسے یہ تو سب بعد کی پیداوار ہیں۔انھیں کی پیدا کردہ ہیں۔کمیات

اور کونیات سب اس کی پیدا کردہ ہیں۔اس کی ذات وحدہ لاشریک لہ [وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں۔] ایسی ہے جو سب سے بالاتر ہے۔

اللہ تعالیٰ کا دھیان جمانے کی ضرورت

تو جس طرح سے ایک دوست کو دوسرے دوست کا تصور ہر وقت قلب میں رہتا ہے ذہن میں رہتا ہے اس سے کسی وقت غافل نہیں رہتا ہر وقت وہ موجود ہے دفع کرنا چاہتا ہے اس کا تصور تو نہیں دفع کرسکتا۔تو جس طرح سے وہ موجود ہے مگر یہاں یہ بات ہے کہ وہ جسم ہے تو اس کا تصور جسم کے ساتھ ہے اس کی شکل وصورت اس کی چال ڈھال اس کی آواز بھی کان میں آتی ہے۔

آپ کی باتوں کا رہتا ہے مجھے ہر دم خیال
جب کوئی بولا صدا کانوں میں آئی آپ کی

بس کوئی بولتا ہے صدا کانوں میں آپ کی آتی ہے یہ محبت کا کرشمہ ہوتا ہے۔حق تعالیٰ ان چیزوں سے بالاتر ہیں حق تعالیٰ کا تصور اسکے مسمیٰ کا دھیان قلب کے اندر جمنا چاہئے اس سے کسی وقت میں غفلت نہ ہو۔ایک دوست دوسرے دوست کو یاد کرتا ہے۔ یہاں کیا ہے بندہ اپنے مالک کو یاد کرتا ہے تو حق تعالیٰ بھی اسکو یاد کرتے ہیں۔حدیث شریف میں موجود ہے کہ بندہ میرا ذکر کرتا ہے کسی مجلس میں تو میں اس کا ذکر کرتا ہوں ایسی مجلس میں جو اس مجلس سے بہتر ہے۔بندہ مجھ کو یاد کرتا ہے اپنے دل میں اور تنہائی میں تو میں اس کو تنہائی میں یاد کرتا ہوں۔

ثمرۂ ذکر

تو سب سے بڑا ثمرہ ذکر کا کیا ہے یہ کہ حق تعالیٰ کا مذکور بن جائے۔ذاکر ہے ذکر

کرتے کرتے حق تعالیٰ کا مذکور بن جائے کہ حق تعالیٰ کے یہاں اس کا ذکر ہوتا ہے۔ اس کی کوشش کی ضرورت ہے۔ چاہے تسبیح ہو، قرآن پاک کی تلاوت ہو۔ جو چیز بھی اس تصور اور نشاط کے ساتھ ہو کہ حق تعالیٰ مجھے دیکھ رہے ہیں حق تعالیٰ میرے قلب کے اندر موجود ہیں۔ میری زبان جو کچھ بول رہی ہے وہ بھی حق تعالیٰ کے لطف سے بول رہی ہے ان کا لطف نہ ہو تو زبان بول نہیں سکتی۔ یہ تصور جس قدر قائم ہو جائے گا اسی قدر پختگی ہوگی ان شاء اللہ تعالیٰ۔

اللہ پاک برکت دے آپ حضرات کی مساعی کو کامیاب فرمائے آپ کے ذکر کے اثرات کو قلب کے اندر پیدا فرمائے غفلت کو دور فرمائے۔ معاصی سے نفرت پیدا فرمائے۔ معاملات کی رغبت پیدا فرمائے اور جتنا کچھ گذر چکا ہے رمضان المبارک کی ناقدریوں کو معاف فرمائے اور جو باقی ہے اس کی قدر دانی کی توفیق دے۔

❑❑❑

فوائد ذکر

اس بیان میں

☆......ذکر کی کثرت۔
☆......ذکر کے اقسام۔
☆......صحبت شیخ کی ضرورت۔
☆......حضرات اکابر کے مجاہدات۔
☆......اعتکاف کے فوائد۔
☆......عالم کے غیر عالم سے بیعت کی وجہ وغیرہ کا بیان ہے۔

....

فوائد ذکر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَ کَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی اَمَّا بَعْدُ۔

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ۔ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔

فَقَدْ قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی یَآ اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اذْکُرُوا اللّٰہَ ذِکْرًا کَثِیْرًا۔

[اے ایمان والو! اللہ کو خوب کثرت سے یاد کرو اور صبح وشام اس کی تسبیح کرو۔] (آسان ترجمہ)

ذکر کی کثرت

اس آیت شریفہ میں ایمان والوں کو خطاب کر کے فرمایا گیا ہے کہ اللہ کا ذکر کثرت سے کرو، اللہ کے ذکر کی کثرت کرو۔ کتنی کثرت کریں اس کی کچھ حد بیان نہیں کی گئی۔ اللہ والوں نے اس آیت کو سمجھا اور ذکر کی کثرت کی اتنی کثرت کی اتنی کثرت کہ اس کا شمار کرنا دشوار ہو گیا۔

ایک روایت میں ہے کہ اللہ کا ذکر اتنا کرو کہ لوگ کہنے لگیں کہ پاگل ہو گیا دیوانہ ہو گیا۔

قلت کلام، قلت طعام، قلت منا

حضرت مولانا عبدالحلیم صاحب مدظلہٗ نے چار قسم کی قلت بیان فرمائی تھی جو مشائخ نے بیان کر رکھی ہے۔ ایک قلت کلام، آدمی کم بولے۔ ایک قلت طعام، آدمی کم کھائے ایک قلت منام، آدمی کم سوئے۔ ایک قلت اختلاط مع الانام، لوگوں سے کم ملے۔ یہ چار قسم کی قلتیں تھیں جو اسلاف نے اصلاح باطن کے لئے تجویز فرمائی ہیں۔ مشائخ تو بڑے معالج و

مدبر ہیں۔ نفس کی کید سے نفس کی شرارت سے پورے طور پر واقف اور ماہر ہیں وہ جانتے ہیں کہ نفس کن کن راہ سے آدمی کو غلطی میں مبتلا کرتا ہے، اس لئے ان کی تدبیریں کی، سارے چور دروازے بند کئے۔

دکھتی رگ

پھر فرمایا تھا کہ ہمارے شیخ نے ہماری دکھتی رگ کو پکڑا تھا اور وہ کیا ہے قلت کلام۔ فرمایا تھا کہ جتنا جی چاہے کھالو۔

سونے کے لئے کہہ دیا کہ جتنا جی چاہے سولو۔ ہمارے احباب نے ماشاء اللہ جو کہ نیند کی طرف سے وسعت تھی اس کو خوب اختیار فرمایا اتنے سوئے اتنے سوئے ذکر کرنے کے بعد دیکھو تو سب کا سب مجمع سو رہا ہے، رات کو دیکھو تو سارے کا سارا مجمع سو رہا ہے اور انھوں نے بھی سمجھ لیا کہ بس دل کی رگ ہم نے پکڑ لی۔ خوب سولیں گے تو قلت کلام بھی اس سے حاصل ہے۔ ساری چیزیں اس میں حاصل ہو جائیں گی۔ ایک قلت کو کثرت سے بدل دیا بقیہ ساری قلتیں اسی کے اندر جمع ہو گئیں۔

اسی واسطے مجھے آج عرض کرنا ہے کہ انکے کلام کا یہ مطلب لینا صحیح نہیں۔ ہر شئ کی ایک حد ہوتی ہے۔ کوئی شئ اپنی حد سے آگے بڑھ جائے تو غلط ہے۔ سونا بھی ضروریات ستہ میں سے ہے۔ انسان کی صحت کے لئے جو چیزیں اطباء نے بیان کی ہیں۔ کھانا پینا، سونا جاگنا، پاخانہ، پیشاب یہ چھ چیزیں صحیح رہیں گی اعتدال میں رہیں گی تو نظام جسمانی درست رہے گا، صحت رہے گی اور اگر کسی ایک چیز میں فرق آگیا تو نظام جسمانی خراب ہو جائے گا۔ اس لئے سونے کی بھی ایک حد ہے۔

بزرگوں کا حال تو یہ تھا کہ وہ تو بہت کچھ تھے۔ جن حضرات کو ہم نے دیکھا سنا ان کے متعلق بہت کچھ دیکھا۔

....

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا حال

سہارنپور مدرسہ مظاہر علوم کے ناظم حضرت مولانا عبد اللطیف صاحب رحمۃ اللہ علیہ تھانہ بھون حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ کبھی کبھی حاضر ہوتے تھے۔ بزرگوں کی مجلس میں جانا بڑے اعلیٰ درجہ کی چیز ہے۔ وہاں ایک مرتبہ عرض کیا کہ حضرت. بہت دن ہو گئے وعظ سنے ہوئے جی چاہتا ہے وعظ فرمادیں۔ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے جواب دیا سترہ راتیں ہو چکیں بالکل نہیں سویا، نیند نہیں آتی دعا کیجئے۔ اسی روز دعا کی گئی۔ صبح فرمایا کہ آج رات میں پونے دو گھنٹے سو ہی گیا۔ آج وعظ کہدوں گا تو سترہ سترہ راتیں مسلسل گذر جائیں اور نہ سوئیں۔ ان حضرات کا یہ حال تھا۔

حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کا حال

شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد صاحب مدنی نور اللہ مرقدہٗ سے دیوبند میں ایک مرتبہ عرض کیا گیا تقریر کے لئے کھڑے ہوئے تو فرمایا نیند مجھ کو بہت پریشان کرتی ہے۔ گیارہ راتیں گذر چکیں کہ لیٹنے کی نوبت نہیں آئی۔ نیند کا غلبہ ہے تھوڑی دیر سولوں تو اس کے بعد تقریر کروں گا۔ چنانچہ دوپہر کو سوئے پھر ظہر کی نماز کے بعد تقریر کی۔ گیارہ راتیں ایسی گذریں کہ لیٹنے کی نوبت نہیں آئی۔

ایسا حال تھا ان حضرات اکابر رحمہم اللہ کا۔

حضرت مولانا اعزاز علی رحمۃ اللہ علیہ کا حال

حضرت مولانا اعزاز علی رحمۃ اللہ علیہ دیوبند کے مدرس تھے، حکیم جمیل الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں گئے، نبض دکھلائی پوچھا انھوں نے کیا بات ہے سردی بخار ہے۔ پیٹ میں درد

ہے؟ کہا کچھ نہیں۔ پھر بتلایا کہ میں پہلے دو دو ہفتے مسلسل جاگ لیتا تھا مگر اب دماغ میں کمزوری معلوم ہوتی ہے۔ یہ کیفیت ہے۔

حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ کا حال

خود ہمارے شیخ رحمۃ اللہ فرما رہے تھے۔نصیحت کر رہے تھے کہ بھائی کچھ کرلو محنت کرلو محنت کرنے کا زمانہ ہے۔فرمارہے تھے کہ جس سال میں نے نسائی شریف پڑھی تھی اس سال محنت کی تھی، پانچ مہینے میں وہ کتاب ختم ہوتی تھی تو پانچ مہینے تک کھانا اپنے ہاتھ سے نہیں کھایا، بہن کھانا لے کر پاس آ بیٹھتی تھی وہ نوالہ بنا کر منہ کے قریب لاتی میں منہ کھول دیتا تھا، نگاہ کتاب پر رہتی تھی کہ حرج ہوگا۔ پانچ مہینے کھانا اپنے ہاتھ سے نہیں کھایا۔فرمایا ایک زمانہ دراز تک یہ کیفیت رہی کہ صبح کی اذان سے جماعت تک کا وقت اتنا وقت سوتا تھا باقی دن میں رات میں بالکل سونے کا موقع نہیں ملا۔ رات دن علمی کام میں لگے رہتے تھے۔ اب ہم لوگ ان کی حرص نہیں کر سکتے اس قدرت اللہ تعالیٰ کی طرف سے حاصل تھی۔نصرت کا راستہ وہی ہے اس راستہ کو اگر پورے طور پر اختیار نہ کر سکیں حرص تو کریں جتنی وسعت ہو اپنے میں اتنا تو اختیار کریں۔

تقلیل طعام والوں کا حال بھی عجیب تھا۔اسی ذیل میں عرض ہے کہ شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ کے والد مولانا یحییٰ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو گنا کھانے کا شوق تھا۔ دس برس تک گنا کھانے کی فرصت نہیں ملی کہ گنا کھا سکیں۔ ہر وقت پڑھانا لکھنا ہی ہوتا تھا۔

امام اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ کا حال

امام اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ کے حالات میں لکھا ہے کہ شیخ عبد الوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ کی میزان کبریٰ میں ہے کہ ایک مہینہ میں ایک مرتبہ بیت الخلاء جاتے قضائے حاجت کے لئے۔ مگر جب ضعیف ہو گئے بیمار ہو گئے تو جو شخص ان کی عیادت کیلئے آتا تو ان کی والدہ کہا کرتیں

میرے بچہ کے واسطے دعا کرو معدہ کسی کام کا نہیں رہا۔مہینہ بھر میں دومرتبہ بیت الخلاء جانے لگا ہے۔اس تعجب کیساتھ افسوس کے ساتھ کہا کہ دومرتبہ جانے لگا ہے مہینہ بھر میں دعا کرو میرے بچہ کے لئے۔ان حضرات کے یہ حالات ہیں۔

اللہ تبارک وتعالیٰ جس بندہ کو جس کام کے لئے متعین فرماتے ہیں اس کے لئے آسانی دیدیتے ہیں۔ کل میسر لمَا خُلِقَ لَہٗ جو شخص جس کام کے لئے پیدا کیا گیا وہ کام اس شخص کے لئے آسان کر دیا گیا۔

لیکن انسانوں کو ضرورت ہے حق تعالیٰ سے مانگنے کی۔دینے کا دروازہ ہر وقت کھلا ہوا ہے۔بندہ جو کچھ مانگے حق تعالیٰ کی طرف سے انکار نہیں۔اسلئے کہ یہاں ہم سب مانگنے کے واسطے آئے ہوئے ہیں۔خاص کر یہ مبارک مہینہ مانگنے کا ہے۔خداوند تعالیٰ کی طرف سے وعدہ عطا فرمانے کا ہے۔جس چیز کو ہم سمجھتے ہیں کہ یہ ہمارے قابو کی نہیں۔حق تعالیٰ سے مانگیں حق تعالیٰ قابو کی بھی بنادیں اسے کچھ بعید نہیں اسی کی ذات عالی ہے۔اس کے یہاں کوئی چیز مشکل نہیں۔ ہمارے لئے مشکل ہے لیکن جس چیز کو وہ آسان فرمادیں وہ ہمارے لئے بھی آسان ہے۔

اعتکاف کی راتوں میں سونے کی ترتیب

اس طریقہ پر سونا کہ رات میں سارے کا سارا مجمع سوتا رہے یہ مناسب طریقہ نہیں ہے۔خداوند تعالیٰ کی طرف سے رحمت کے لمحات آتے ہیں، اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطایا ہوتے ہیں۔اگر سب کے سب سو رہے ہوں تو واپس چلے جاتے ہیں آ کر۔اس لئے اس کا اہتمام چاہئے کہ کچھ جاگنے والے بھی رہیں۔کوئی اپنی طرف سے لینے والا ہو، کوئی اپنے ساتھی کی طرف سے لے لینے والا ہو۔اسی لئے اگر ہم سب مل کر آپس میں جس کو جس سے مناسبت ہو ایک ترتیب قائم کرلیں کہ رات کے تین حصے بنالیں اور چھ آدمی مثلاً مقرر ہو جائیں آپس آپس کے۔ ان چھ میں سے دو آدمی تو رات کے ایک پہلے پہر تہائی حصے میں جاگیں گے، دو سوتے رہیں

گے اور جب ان کے سونے کا وقت آوے تو دو کو اور جگا دیں۔ رات کے درمیانی حصے میں ایک تہائی حصے میں وہ دو جاگ لیا کریں، رات کے تین حصے میں تیسرے دو جاگ لیا کریں۔ اس طریقہ پر ہو جائے تو اچھا ہے۔

سہارنپور میں اعتکاف کا معمول

سہارنپور میں جب اعتکاب ہوتا تھا تو وہاں مدرسہ کی مسجد بھری ہوتی تھی ہمیں نہیں معلوم کہ ساری رات ایسی گذری ہو کہ کوئی جاگ نہ رہا ہو بلکہ دو آدمی یہاں کھڑے ہوئے ہیں ان کا ایک امام دو آدمی وہاں کھڑے ہوئے ہیں۔ ان کا ایک امام دو آدمی وہاں کھڑے ہوئے ہیں ان کا ایک امام کئی کئی قرآن شریف اسی طریقہ پر ختم کرتے تھے۔ ایک امام پڑھ رہا ہے دو مقتدی کھڑے سن رہے ہیں۔ اس طریقہ سے یہ صورت تھی اور اب بھی بعضے مدارس میں یہ دستور ہے۔

ایک دفعہ دیکھا ایک جگہ پر جانا ہوا کہ مغرب کی نماز پڑھی اور جناب طلبہ کھڑے ہو گئے۔ ایک امام ایک مقتدی ایک امام دو مقتدی وہ کھڑا سنا رہا ہے اس نے آدھا پارہ سنایا۔ پھر یہ پیچھے آیا اس دوسرے نے سنایا۔ اس طریقہ پر رات بھر گذر جائے۔ وہ سونا بالکل ٹھیک ہے برحق ہے لیکن اتنا سونا کہ جس سے جو اصل کام ہے وہ بھی ختم ہو جائے۔ یہ تو نہیں چاہئے۔ اللہ کی طرف سے تو اعلانات ہوں کہ کوئی مانگنے والا ہے اور یہاں سارے سو رہے ہوں یہ تو بڑی محرومی کی بات ہے ہمارے واسطے یہاں جاگنے میں کچھ مشکل نہیں۔ گھڑی ہر ایک کے پاس موجود، دوسرے جگانے والے موجود۔ جگا سکتے ہیں اور جتنی ضروریات ہیں وہ ساری ضروریات موجود۔ سارے اسباب کے ہوتے ہوئے بھی آدمی کام نہ کرے غفلت میں گذارے یہ بڑی کوتاہی کی بات ہے۔ اس واسطے درخواست یہ ہے کہ رات میں آپس میں مل ملا کر ایک دوسرے کے ساتھ وہ سمجھوتہ کرلیں کہ بھئی ایک سنائے، ایک آدمی اس کے پیچھے سنتا رہے دوسرا سنائے اس کے پیچھے اور سنتا رہے۔ اس طریقہ پر ماشاء اللہ حافظوں کی کمی نہیں حافظ بھی کثرت

سے یہاں موجود ہیں سننے والے بھی ہیں ۔اس لئے جتنی نیند باقی رہ جائے اس کی کسر دن میں پوری کرلیں ۔رات کا سارا حصہ اس طرح سونے میں گذر جائے یہ بہت غیر مناسب چیز ہے ۔

اللہ تعالیٰ کے محبوب بندے

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے فرمایا تین آدمی ہیں جن کو اللہ تعالیٰ محبوب رکھتے ہیں ان میں سے ایک شخص کو بتایا کہ لوگ سفر میں جارہے ہیں چلتے چلتے کسی منزل میں ٹھہرے تھک تھکا گئے تھے ۔سب سے زیادہ محبوب چیزان کو نیند تھی ،سر تکیہ پر رکھ دیا اور لیٹ گئے ۔ان میں سے ایک شخص اٹھا اور تنہائی میں آکر میرے سامنے قرآن پاک کی تلاوت کرنے لگا اور میری خوشامد کرنے لگا مجھ سے مانگنے لگا ۔اللہ تعالیٰ کا بہت محبوب ہے وہ شخص جبکہ سب کے سونے کا وقت ہو، نیند کا غلبہ ہو ایسے وقت میں آدمی نیند کو قربان کر کے حق تعالیٰ کے دربار میں حاضر ہو جائے کتنا اچھا ہے ۔

محبوب کے لئے نیند کی قربانی

جو چیز محبوب ہوتی ہے اس کی خاطر نیند قربان کی ہی جاتی ہے ۔اگر آپ کو معلوم ہو جائے کہ آج ہوائی جہاز سے آپ کے فلاں بزرگ تشریف لارہے ہیں، آپ کے والد محترم آرہے ہیں ۔ چاہے کتنی ہی نیند کا غلبہ ہو لیکن نیند آہی نہیں سکتی اس واسطے کہ ان کو لینے جانا ہے، ان کو لانا ہے جا کر، ان کا اعزاز کرنا ہے ان کی محبت کا تقاضا ہے ۔اسی واسطے جتنے جھنجھٹ ہوں گے سارے ہی برداشت کریں گے ۔روشنی کا بھی انتظام کریں گے، سواری کا بھی انتظام کریں گے، جگانے کا بھی انتظام کریں گے ۔غرض یہ نہیں ہوگا کہ کسی بات کی وجہ سے جانے سے رک جائیں ۔ بارش ہو رہی ہو تو اس کا بھی انتظام کریں گے، سردی ہو رہی ہو تو اس کا بھی انتظام کریں گے ۔غرض جانا ہے یہ طے کرلیا کہ جانا ہے جب جانا ہے تو راستے میں جتنی رکاوٹیں ہیں ان کو دور کرنا ہے ۔اگر کسی

کو جانا ہی نہ ہو اس کے قلب میں وہ جذبہ ہی نہ ہو، وہ داعیہ ہی نہ ہو وہ ذرا سی باتوں پر بہانہ کرے گا ارے صاحب سوتے رہ گئے۔ گاڑی نہیں ملی تھی، گاڑی میں پیٹرول نہیں تھا، ڈرائیور نہیں تھا، روشنی کا انتظام نہیں تھا، ارے بارش ہو رہی تھی کون جائے۔ غرض یہ کہ ایک ایک چیز کو آڑ سمجھ کر بہانہ کر کے وہ تو رک جائے گا اس لئے کہ اس کے قلب میں وہ داعیہ نہیں۔ جس کے قلب کے اندر وہ داعیہ ہے اس کی کیفیت اور ہوتی ہے، اسکی شان دوسری ہوتی ہے۔

جمع ہونے کا مقصد

اسی لئے ہم لوگ یہاں جمع ہوئے ہیں۔ اسی داعیہ کی خاطر سب کے سب ایک جگہ پر جمع ہیں، ایک مقصد لے کر آئے ہیں۔ سب کے قلوب ایک ہی نقطہ پر ہین کہ اللہ کو راضی کرنا ہے، گناہوں کو معاف کرانا ہے، اس مہینہ کو وصول کرنا ہے۔ اس نقطہ میں سارے کے سارے متفق ہیں اس میں کسی کا اختلاف نہیں۔ اور دنیا بھر کے مسائل میں اختلاف ہو لیکن یہاں پر یہ جماعت اسی ایک نقطہ پر اس طرح جمع ہے کہ اس میں کسی کا اختلاف نہیں جب کسی کا اختلاف نہیں تو پھر اس کو وصول کرنا چاہئے، اس کو اختیار کرنا چاہئے، اس مین کوتاہی نہیں ہونی چاہئے۔

صحبت شیخ کی اہمیت

ذکر کے فوائد مولانا عبدالحلیم صاحب دامت برکاتہم نے بہت بیان فرمائے تھے۔ صحبت شیخ صحبت صالح ترا صالح کند بڑی چیز ہے۔ ایک چیز میں بعض آدمی کو شبہ پیدا ہوا۔ مثال: طواف کرنا افضل ہے یا اپنے بزرگ کی صحبت کو اختیار کرنا افضل ہے۔ قرآن پاک کی تلاوت کرنا افضل ہے یا اپنے بزرگ کی صحبت کو اختیار کرنا افضل ہے۔ شیطان اور نفس دونوں مل کر اس قسم کے شبہات طبیعتوں میں ڈالتے ہیں۔ یہ شبہ بھی ڈالا گیا۔ اس لئے بات کو صاف صاف طور پر سمجھ لینا۔ بزرگوں کی صحبت میں بیٹھ کر طواف کرنے کا طریقہ معلوم ہو گا۔ طواف کا ادب

معلوم ہوگا۔ یہ معلوم ہوگا کہ طواف کس طرح حق تعالیٰ کے یہاں مقبول ہوتا ہے۔ طواف آدمی کرے غلط طریقہ پر کرے آداب کی رعایت کرتے ہوئے نہ کرے گھومنے کو تو گھوم ہی رہا ہے۔ مشرکین بھی گھوما کرتے تھے۔ بیت اللہ کے گرد گرد لیکن حقیقی ثواب تو جبھی میسر ہوگا جب قلب میں نیت صحیح ہو اور داعیہ صحیح ہو اور آداب وشرائط کے مطابق طواف ہو۔ یہ چیز بزرگوں سے حاصل ہوتی ہے۔ ان کی خدمت میں بیٹھ کر بہت کچھ ملتا ہے کہ یہ کیا چیز ہے ورنہ نفس تو ہر طرح کی شرارتوں پر آمادہ کرتا رہتا ہے۔

نفس کے کید کا علاج......ذکر زور سے کیا کریں

ایک بزرگ کی خدمت میں ان کے ایک مرید نے خط لکھا کہ آپ نے مجھے ذکر کی تعلیم فرمائی تھی لیکن یہ نہیں بتایا کہ ذکر زور سے کیا کروں یا آہستہ۔ میں آہستہ کرتا ہوں اس واسطے کہ اگر زور سے کروں گا تو کسی کی نیند میں خلل پڑے گا۔ دوسرے کی نیند میں خلل ڈالنا مناسب نہیں۔ دوسرے یہ کہ لوگ دیکھ لیں گے تو معلوم ہو جائے گا کہ میں ذکر کر رہا ہوں، لوگ مجھے بزرگ سمجھیں گے ان کے بزرگ سمجھنے کی وجہ سے میری طبیعت کے اندر خود بڑائی پیدا ہوگی۔ ریاکاری پیدا ہوگی۔ اسی وجہ سے میں نے تجویز یہ کیا کہ آہستہ ذکر کروں اس پر ان بزرگ نے جواب میں تحریر فرمایا کہ جی نہیں بات دوسری ہے آپ ذکر زور سے کیا کریں اور گھر میں جہاں سب سوتے ہیں وہاں نہ کیا کریں بلکہ مسجد میں جا کر کیا کریں جہاں کوئی نہیں سونے والا۔ اتنے چلا کر نہ کریں کہ پڑوس والے جاگ جائیں، پریشان ہوں اور یہ بات کہ لوگ بزرگ سمجھیں گے۔ بزرگ کیا سمجھیں گے۔ جب سر گھما کے وہاں بیٹھ کر ذکر کروگے تو سمجھیں گے پاگل ہے، دماغ خراب ہو رہا ہے۔ شیطان نے نفس نے یہ کہا کہ لوگ بزرگ نہ سمجھنے لگیں اس واسطے آہستہ ذکر کیا کرو۔ بات دوسری ہے بات یہ ہے کہ بزرگ سمجھنے کی ترتیب بتائی ہے کہ جب گردن جھکا کے آنکھیں بند کر کے بیٹھیں گے تو اس وقت لوگوں کو معلوم ہوگا کہیں گے

حضرت ملاء اعلیٰ کی سیر کر رہے ہیں ۔عرش اعظم کے قریب ہیں یہاں نہیں ہیں ۔ایسی ترکیب بتائی جس سے لوگ بزرگ سمجھیں اور یہ کہہ کر بتائی کہ لوگ بزرگ نہ سمجھیں ۔

یہ نفس کا کید ہے اور اس میں چھپی ہوئی بات ایک اور ہے وہ یہ کہ انسان کے نفس میں کمزوری ہے، اس سے پابندی ہونا دشوار ہے ۔جب آپ زور سے ذکر کریں گے دو چار آدمیوں کو تو معلوم ہو ہی جائے گا۔آپ رات میں اٹھتے ہیں تہجد پڑھتے ہیں، ذکر کرتے ہیں پھر کسی روز ایسا ہوگا کہ نیند کا غلبہ ہوگا آپ نہیں اٹھ پاویں گے تو سب کو پتہ چل جائے گا کہ آج یہ اٹھے نہیں ۔تو اس کے اوپر پردہ ڈالنے کے لئے نفس نے یہ ترکیب بتائی ہے کہ اپنی اس کمزوری کا کسی کو احساس نہ ہونے پائے خاموشی کے ساتھ میں ذکر کیا کرو یہ ترکیب بتائی ہے نفس نے ۔اس لئے نفس ایسی ایسی ترکیبیں بتاتا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ خیر کی ترکیبیں بتاتا ہے ہمدردی کی ترکیب بتلا رہا ہے ۔لیکن اس کے اندر اتنی خرابی موجود ہے ۔

نفلیں مسجد میں پڑھا کریں

ایک بزرگ کی خدمت میں ایک شخص نے خط لکھا کہ میں نفلیں مسجد میں نہیں پڑھتا۔ لوگوں کے سامنے نفلیں پڑھنے میں شرم معلوم ہوتی ہے حیا معلوم ہوتی ہے اسی لئے گھر جا کے تنہائی میں پڑھتا ہوں، سنتیں بھی وہیں پڑھتا ہوں ۔

تو انھوں نے جواب میں فرمایا کہ نہیں آپ مسجد میں ہی پڑھا کریں ۔رہا حیاء کا معاملہ تو حیاء وشرم کے واسطے اور کام بہتیرے ہیں ان میں شرم حیاء کرلیا کرنا ۔جو حیاء وشرم کے کام ہیں ان میں شرم وحیا کیوں نہیں آتی اور جو کام نہیں ہیں ان میں شرم وحیا کی جاتی ہے تو خیر کا یہ نکتہ بتلا کر روکنا چاہتا ہے نفس اور شیطان بس دونوں سمجھوتہ کئے ہوئے ہیں، ایک دوسرے کی پوری نمائندگی کرتے ہیں ۔اسی لئے بزرگوں کی صحبت میں بہت کچھ حاصل ہوتا ہے، نفس کا جو کید ہوتا ہے وہ صحبت سے حاصل ہوتا ہے ۔

حضرت سہارنپوری اور حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہما کے مابین گھڑی کا واقعہ

ایک بزرگ کی خدمت میں دو بزرگ (حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوریؒ) ایک سفر میں ایک ساتھ گئے۔ ان میں ایک بڑے تھے ایک چھوٹے کسی شخص نے اس سفر میں اس چھوٹے بزرگ کی خدمت میں ایک ہدیہ پیش کیا۔ ایک گھڑی ان کے یہاں ہدیہ قبول کرنے کے لئے شرائط تھے۔ تاہم استثنیٰ بھی تھا۔ انھوں نے قبول کرلی۔ دوسرے بزرگ جو بڑے تھے انھوں نے دوسرے وقت تنہائی میں ان سے کہا کہ اگر یہ گھڑی آپ کی ضرورت سے زائد ہو تو فروخت کردیں گے مجھ کو۔ انھوں نے جواب دیا کہ اس میں خریدنے کی کیا بات ہے میں بھی آپ کا گھڑی بھی آپ کی۔ یہ آپ کی خدمت میں ہدیہ ہے قبول کر لیجئے۔ انھوں نے فرمایا کہ اب قبول کرنے کے کوئی معنیٰ نہیں۔ کہ میں خریدنے کی ابتداء کرچکا۔ اگر بغیر میرے خریدنے کی ابتداء کے آپ پیش کرتے تو ایک بات تھی لیکن جو میں خود ابتداء کرچکا ہوں خریدنے کی، اب ہدیہ کوئی معنیٰ نہیں رکھتا۔ تھوڑے سے ردوقدح کے بعد بیع ہوگئی خریدلی۔ یہ تنہائی میں معاملہ ہوا لیکن بات تو چھپی نہیں رہتی۔ وہ پہنچ گئی اس شخص کے پاس بھی جس نے ہدیہ پیش کیا تھا۔ اس کے دل میں گرانی ہوئی اس خیال سے کہ میں چاہتا تو روپے پیش کرسکتا تھا۔ میرا مقصود تو یہ تھا کہ میری گھڑی حضرت کے استعمال میں رہے گی ان کی گرانی کی خبر ان بزرگوں کو پہنچ گئی۔ بزرگ لوگوں کی رعایت و دلداری بھی کیا کرتے تھے چنانچہ انھوں نے اپنے بڑے بزرگ سے کہا حضرت وہ گھڑی واپس کردیں۔ انھوں نے فرمایا: کیوں کیا خیارِ شرط تھا اس میں۔ کہا: نہیں خیارِ شرط تو نہیں تھا۔ جنھوں نے مجھے ہدیہ میں دی تھی ان کو گرانی ہوئی۔ فرمایا: کیا یہ شرط تھی کہ اگر ان کو گرانی

ہوگی تو واپس کردی جائے گی۔ یہ شرط بھی نہیں تھی، مجھے حق تو کوئی نہیں رہا۔ قانون کی رو سے شرعی قواعد و مسائل کے اعتبار سے۔ اب آپ اقالہ فرمالیں۔ انھوں نے فرمایا: اقالہ کے لئے طرفین کی رضامندی شرط ہے۔ میں تو رضامند نہیں اقالہ پر۔ انھوں نے فرمایا: آپ میرے بڑے ہیں، میں چھوٹا ہوں۔ بڑے چھوٹوں کی خاطر رضامند ہو جایا کرتے ہیں۔ کوئی بات نہیں اس میں تو آپ کی شفقتیں مجھ پر بہت ہیں۔ رضامند ہو جائیے۔

انہوں نے فرمایا: کہ ہاں میں ضرور رضامند ہو جاتا مگر بات یہ ہے کہ گھڑی میں نے اپنے لئے نہیں خریدی۔ مجھے میرے ایک دوست نے کہا: کہ میرے لئے گھڑی خرید لینا۔ میں نے ان کی نیت سے خریدی۔ انھوں نے مجھے وکیل بنایا تھا خریدنے کا۔ چونکہ میں ان کی نیت سے خرید چکا ہوں اس لئے یہ گھڑی ان کی ملکیت ہوگئی اور وکیل کے جو تصرفات ہوتے ہیں وہ اعطاءِ مؤکل کے حد تک محدود رہتے ہیں لہٰذا انھوں نے مجھے وکیل بنایا تھا خریدنے کا۔ میں نے خرید لیا۔ اب میری وکالت ختم ہوگئی۔ انھوں نے وکیل نہیں بنایا تھا بیچنے کا کہ میں یہ گھڑی بیچ بھی دوں۔ بات ختم ہوگئی۔

دوسرے وقت مجلس میں جب وہ صاحب بھی آئے جنھوں نے گھڑی ہدیہ میں پیش کی تھی تو ان بزرگ نے وہ گھڑی ان بزرگ کو دیدی جن سے خریدی تھی۔ جب دینے لگے تو انھوں نے کہا: کہ آپ نے تو یہ فرمایا تھا کہ یہ گھڑی میں نے اپنے لئے نہیں لی ہے بلکہ یہ گھڑی دوسرے کیلئے خریدی ہے۔ اس نے وکیل بنایا تھا۔ وکیل کے تصرفات تو اعطاءِ مؤکل کے حد تک رہتے ہیں۔ بس تصرف میرا ختم ہوگیا اب مجھے تو بیچنے کا اختیار نہیں رہا۔ تو فرمایا: بات بالکل اسی طرح سے ہے۔ لیکن مجھے توقع ہے میں ان سے کہوں گا۔ میں نے آپ کیلئے گھڑی خریدی تھی پھر میں نے اپنی ایک مصلحت سے فروخت کردی۔ واپس کردی تو ان کو گرانی نہیں ہوگی۔

یہ ذرا سی بات پیش آئی ان حضرات کی، اس سے کتنے مسائل حاصل ہوتے ہیں۔ جو شخص ہدیہ پیش کرے اس کے لئے کیا چیز لحاظ رکھنی چاہئے، آداب میں سے کیا ہے۔ جب ہدیہ

پیش کر دیا انھوں نے قبول کرلیا نیت پوری ہوگئی۔ اب یہ کہ اس میں کوئی تصرف ایسا کریں کہ ان کی گرانی کا باعث بنے یہ نہیں پوچھ سکتے۔ جب گھڑی ان کو دیدی ان کی ہوگئی۔ چاہے خود رکھیں چاہے کسی کو ہدیہ کریں۔ چاہے فروخت، جو بھی چاہے کریں۔ یہ بہت غلط طریقہ ہے کہ آدمی یوں سوچے کہ جس طور پر میں چاہتا ہوں اس طور پر اس کو استعمال کریں۔ ان کے تصرفات کو محدود کرنا چاہتا ہے۔ پھر یہ بھی ہدیہ کرنے میں کس قدر رعایت اور ہمدردی کی ضرورت ہوتی ہے، خیر خواہی کی ضرورت ہوتی ہے، بسا اوقات آدمی ہدیہ پیش کرتا ہے، اخلاص کے ساتھ، اگر اس کو رد کر دیا جائے تو بڑی ناگواری ہوتی ہے۔ اس لئے اس ناگواری وگرانی سے بچانا بھی معلوم ہو گیا ہے اور یہ بھی ہدیہ دینے والے کی ہمدردی وخیر خواہی کی جانے کی۔ اس کے لئے بھی پوری کوشش کرنی چاہئے اور یہ بھی معلوم ہوگیا کہ مسائل شرعیہ میں کسی کی ہمدردی وخیر خواہی کی وجہ سے تصرف وتغیر جائز نہیں۔ جو مسئلہ شرعی طور پر ہے وہ اپنی جگہ پر ہے کسی کی خاطر اس میں تغیر وتبدل کرلیا جائے اس کی اجازت نہیں۔ غرض یہ کہ بزرگوں کی مجلس میں بیٹھ کر ذرا ذرا سی بات میں بہت سارے مسائل واضح ہوتے ہیں اور دل روشن ہوتا چلا جاتا ہے۔ رحم کا دروازہ کھل جاتا ہے، حقائق ومسائل سامنے آجاتے ہیں اسی لئے صحبت میں بڑے فائدے ہیں۔

عالم کی غیر عالم سے بیعت ہونے کی وجہ

حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے ایک خط میں موجود ہے وہ فرماتے ہیں کہ جب اہل علم کسی غیر عالم کے ہاتھ پر بیعت ہوتے ہیں تو ان کا منشاء یہ نہیں ہوتا ہے کہ غیر عالم سے مسائل دریافت کریں بلکہ منشاء یہ ہوتا ہے کہ جو مسائل کتابوں میں پڑھے تھے اپنے اساتذہ سے، نفس کی سستی کی وجہ سے ان پر عمل نہیں ہوتا تھا صاحب نسبت بزرگ سے بیعت ہوتے ہیں تاکہ ان کی نسبت کی برکت سے ان مسائل پر عمل کرنا آسان ہو جائے۔ چنانچہ یہ ہوتا ہے آسان ہو جاتا ہے۔

....

حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی بیعت کا واقعہ

حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے جس وقت بیعت کی سنا ہے حاجی امداد اللہ رحمۃ اللہ علیہ سے پہلے ہی شرط کر لی تھی کہ مجھ سے تہجد نہیں پڑھا جانے کا۔ اس وقت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا آپ ہی آپ شرط کر رہے ہو کس نے کہا ہے تم سے پڑھنے کو بیعت فرما لیا۔ رات کو لیٹتے وقت چار پائی برابر میں رکھی اپنے۔ جہاں حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی چار پائی وہیں حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی چار پائی۔ اپنے وقت پر حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنے معمولات کے لئے اٹھے۔ پس حضرت گنگوہی کی بھی آنکھ کھلی، ذرا کروٹ بدلی لیکن نہیں لیٹا گیا، کھڑے ہوئے اور اٹھ کر انھوں نے بھی تہجد پڑھا۔

اور جو ذکر کہ تلقین کیا تھا وہ ذکر کیا اور ساری عمر اخیر تک نہ تہجد چھوٹا، نہ ذکر چھوٹا۔ وہ صحبت کی برکت ہے۔ گو بزرگوں کی صحبت کا فیض بڑا عجیب ہوتا ہے مگر آدمی ذرا خالی الذہن ہو کر بیٹھے، اپنے پیالے کو قلب کے پیالے کو خالی کر کے بیٹھے تو اس کے اندر کچھ آئے گا۔ مگر قلب کے اندر بہت کچھ ادھر ادھر کا بھرا ہوا ہے تو اس کے اندر آنے کی جگہ ہی نہیں۔ بزرگوں کی صحبت سے بہت کچھ حاصل ہوتا ہے۔ ان کے پاس بیٹھ کر ان کی طریقوں کے ذریعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ کیسی زندگی گذارنی چاہئے کیا طریقہ ہے زندگی گذارنے کا۔ ایک ایک چیز میں کتنی احتیاط برتتے تھے۔ انھیں حضرات کے اخلاص کی برکت ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان کا فیض عالم میں پہنچایا۔ بہت دور دور تک پہنچایا۔

بات دوسری طرف چل پڑی۔ میں نے آیت تو پڑھی تھی یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْرًا كَثِیْرًا۔ اے ایمان والو! اللہ کا ذکر کثرت سے کرو۔

حدیث شریف میں ہے:

"اُذْكُرُوا اللّٰهَ حَتّٰى يَقُوْلُوْا مَجْنُوْن" (الکامل فی الضعفاء: ۹۸۰/ ۳، دار الفکر) اللہ کا ذکر

اتنی کثرت سے کرو کہ لوگ کہنے لگیں کہ یہ مجنون ہے۔

ذکر کی چند صورتیں

بزرگوں نے مشائخ نے ذکر کے واسطے فرمایا ہے کہ ذکر کی چند صورتیں ہیں۔ایک ذکر قلبی ہوتا ہے ایک لسانی ہوتا ہے۔ذکر قلبی تفکر کرنا اللہ کی مخلوقات میں اللہ کی صفات میں اللہ کے افعال میں۔اللہ تعالیٰ نے کیا کیا کام کئے کس طرح سے اپنے احسانات عطا فرمائے،اپنے پاک نبی ﷺ کو ہماری ہدایت کیلئے بھیجا۔اس کا تصور کرے آدمی۔حضور اکرم ﷺ کی ذات عالی کتنی بلند ہے،سارے پیغمبروں کے سردار سب سے زیادہ مقرب۔ان کو ہماری ہدایت کے لئے بھیجا۔انھوں نے تشریف لا کر کیا کیا کام فرمائے،کیسی کیسی ہدایت دی،کیسی کیسی نصیحتیں کیں امت کی خاطر کیسی کیسی مشقتیں برداشت کیں آپ نے شکم مبارک پر پتھر باندھے،کئی کئی روز کے فاقے گذارے،روزے رکھے،پتھر کھائے،گالیاں کھائیں،طعنے سنے،آپ گھر سے نکالے گئے۔یہ ساری باتیں اللہ کی خاطر امت کو راحت پہنچانے کے لئے،امت کو ہدایت دینے کے لئے حضور ﷺ نے برداشت کیں۔آدمی غور کرے۔

آسمان کی خلقت میں زمین کی خلقت میں،آدمی غور کرے۔اللہ تبارک وتعالیٰ نے کیسے کیسے درخت پیدا فرمائے،غلے پیدا فرمائے،جانور پیدا فرمائے،ہماری نفع رسانی کے لئے آخر ہمیں بھی تو کسی کام کے لئے پیدا کیا ہوگا۔اس لئے جتنا اس میں غور کرے گا یہ بھی ایک قسم کا ذکر ہے۔

پھر بعض اکابر نے قلب کے ذکر کی بھی صورتیں بتلائی ہیں۔اس کے لئے اذکار بہت سارے تجویز فرمائے۔ذکر قلبی،ذکر روحی،ذکر سری اور خدا جانے کیا کیا آج کل بہت کم بتلاتے ہیں کہ کتابوں میں موجود ہیں،بزرگوں کی تربیت میں موجود ہیں مگر آج کل بہت کم بتلاتے ہیں۔طبائع میں صلاحیتیں کم ہیں قلوب برداشت نہیں کر پاتے ذرا سی خبر ہوتی ہے

دوسری حالتیں منکشف ہونی شروع ہوتی ہیں۔ خدا جانے کیا کیا خیالات آتے ہیں اپنے قلب میں قائم کرنا شروع کر دیتے ہیں۔ بڑی دشواریاں پیش آتی ہیں۔ بہت ہی سیدھا راستہ سنت کا راستہ ہے جو حضرت نبی اکرم ﷺ نے بیان فرمایا ہے۔ اتباع سنت کا راستہ، بہت سہل و آسان راستہ ہے حق تعالیٰ تک پہنچنے کا۔

جو حضرات علم دین میں مشغول ہیں وہ خدا کے ذکر میں لگے ہوئے ہیں۔ قرآن کریم کی تعلیم ہے حدیث کی تعلیم ہے، فقہ کی تعلیم ہے، یہ سب ذکر ہیں۔ نیت صحیح چاہئے نیت اگر درست ہے انشاء اللہ یہ ساری چیزیں بہت کارآمد ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے کلام سے بڑھ کر کون سی چیزیں بڑی ہونگی بارگاہِ خداوندی میں تقرب حاصل کرنے کی۔

جو حضرات وہاں بیٹھ کر تعلیم دے رہے ہیں، اللہ کے ذکر میں لگے ہوئے ہیں نیت درست ہے، اخلاص کے ساتھ ہے۔ روپئے کھانے کے لئے، اپنے اعزاز کے واسطے، لوگوں کے درمیان اقتدار پیدا کرنے کے لئے نہیں، کسی کا مقابلہ کرنے کے لئے نہیں بلکہ اللہ کو راضی کرنے کی خاطر ہے۔ قرآن پاک کی تعلیم دیں بہت اعلیٰ مقام ہے، اعلیٰ درجہ کی چیز ہے۔ حدیث شریف پڑھانے والے کا بھی یہی حال ہے۔

بخاری شریف کی تصنیف

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے سولہ برس میں بخاری شریف تصنیف فرمائی کتاب مکمل کی وضو کرتے مسواک کرتے، دو رکعت نفل پڑھتے تب ایک حدیث کا ٹکڑا لکھتے تھے۔ اس طریقہ پر سولہ برس گذرے کس قدر پاکیزہ زندگی تھی۔ تقریباً نوے ہزار لوگوں نے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ سے براہِ راست اس بخاری شریف کی سند حاصل کی۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا انتقال ہوگیا۔ عمر تو زیادہ نہیں ہوئی جیسی عامۃً عمر ہوتی ہے ساٹھ ستر کے درمیان ایسی عمر ان کی بھی لیکن ان کا یہ کارنامہ جاری ہے تمام دنیا میں پھیلا ہوا ہے۔ مشرق و مغرب میں یہ بخاری شریف لوگ پڑھتے

پڑھاتے ہیں۔ اسکی شرح لکھتے ہیں ترجمہ لکھتے ہیں حواشی لکھتے ہیں مطالعہ میں مشغول رہتے ہیں ان کا کتنا بڑا فیض ہے یہ بھی ذکر ہے۔ حدیث کی شرح لکھنا بھی ذکر ہے، قرآن پاک کی تفسیر لکھنا یہ بھی ذکر ہے، دینی مسائل کا بیان کرنا بھی ذکر ہے۔ کوئی چیز ایسی نہیں جس کو ذکر کی لائن سے خارج کیا جاسکے۔ یہ سب ذکر ہیں اور بھی مخصوص طور پر جو مشائخ نے ذکر تجویز کیا ہے وہ بھی ذکر ہے۔ "یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اذْکُرُوا اللّٰهَ ذِکْراً کَثِیْراً وَّسَبِّحُوْهُ بُکْرَةً وَّاَصِیْلًا" [اے ایمان والو! اللہ کو خوب کثرت سے یاد کرو۔ اور صبح وشام اس کی تسبیح کرو۔] صبح وشام کی جو تسبیحات متعین کی جاتی ہیں کہ اتنی صبح کو اتنی شام کو پڑھی جائے یہ بھی ذکر ہے یہ قرآن پاک کی اسی آیت میں موجود ہے۔ سَبِّحُوْهُ بُکْرَةً وَّاَصِیْلًا۔ صبح شام پڑھا کرو تسبیحات اللہ کی، ذکر کی کثرت کرو۔

سوالاکھ کا ذکر

پھر مشائخ جو ذکر تجویز فرماتے ہیں آج کل بھی بعضے بعضے ایسے حضرات موجود ہیں جن کا معمول سوالاکھ روزانہ کا ذکر کا ہے جبکہ وہ دوسرے کام بھی کررہے ہیں۔ یہ نہیں کہ وہ سب کو لات مار کر بچوں کو چھوڑ کر کاروبار سے الگ ہو کر کونے میں بیٹھ گئے تسبیح لے کر۔ ایسا نہیں دوسری چیزیں بھی ان کے ساتھ ساتھ لگی ہوئی ہیں۔ سوالاکھ کا ذکر کے معمول رکھنے والے آج بھی موجود ہیں، اللہ کے فضل وکرم سے۔

رائپور میں حضرت رائپوری رحمۃ اللہ علیہ سوالاکھ تک ذاکر کو بتایا کرتے تھے لیکن جب دیکھا کہ قویٰ کمزور ہیں دماغوں میں تحمل نہیں تو کم کیا۔ یہاں تک کہ چوبیس ہزار تک لا کر روک دیا کہ چوبیس ہزار کرلیا کریں۔ اس واسطے کہ ایک گھنٹے میں متوسط درجہ کا آدمی ایک ہزار سانس لیتا ہے۔ دن رات کے چوبیس گھنٹے ہوتے ہیں۔ چوبیس ہزار ہو جائے تو گویا کہ ہر سانس کا ایک ذکر ہو جائے گا۔ یہ اس میں مصلحت ہے۔ بعض کا اس سے بھی کم رکھا۔ اسی واسطے یہاں ذکر کیلئے جمع ہوئے ہیں۔ صحبت کے فیض حاصل کرنے کیلئے جمع ہوئے ہیں اس لئے غفلت نہیں ہونی چاہئے۔

قرآن پاک کی تلاوت کیلئے جمع ہوئے ہیں غفلت نہیں ہونی چاہیئے۔ ہوسکتا ہے کہ بعضے آدمی اپنے مکان پر بھی اتنا ہی کر لیویں جتنا یہاں کرتے ہیں میں اس کا انکار نہیں کرتا۔ اللہ کے بہت بندے ہیں ایسے۔ اپنے مکان پر بھی اتنا ہی کام کر لیتے ہیں جتنا یہاں کر لیتے ہیں لیکن یہ اجتماعی کیفیت ہے۔ یہ عجیب شان رکھتی ہے۔ اجتماعی کیفیت اور صحبت کو غنیمت سمجھنا چاہیئے۔

حضرت مولانا محمد الیاس رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد

میوات جانا ہوا تھا حضرت مولانا محمد الیاس رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ۔ بہت گرم علاقہ پہاڑی علاقہ، پتھر ہر طرف سے گرمی ہی گرمی پہنچے تو ایک پتھر کے مکان میں ٹھہرایا جس میں دو چار پائیاں تھیں بڑی بڑی۔ ایک چار پائی پر تو مولانا کو لٹا دیا ایک چار پائی پر ہم تین آدمی تھے۔ چاہا کہ ذرا دیر آنکھ لگ جائے، گرمی سخت تھی، ذرا ہی دیر لیٹے تھے کہ جماعت کی جماعت آ گئی میواتیوں کی۔ میں نے ارادہ کیا کہ اٹھ کر ان کو روک دوں ذرا دیر ٹھہر جائیں مگر مولانا مجھ سے پہلے اٹھ گئے اور فرمایا کہ ہرگز نہیں مت روکو، مت روکو، مت روکو۔ آنے دو، آنے دو۔ سب سے مصافحہ کیا پھر فرمایا کہ جب تک طالب کے دل میں اتنی قدر پیدا نہ ہو کہ وہ تمہاری جوتیوں کو چپاتیاں سمجھنے لگیں اس وقت تک سختی کرنے کا حق نہیں۔ تو طالب کے دل میں پہلے قدر تو پیدا کرو تب غصہ ہونا، روٹھنا بھی صحیح ہوگا۔

صحبت شیخ کی ضرورت

غرض عرض کرنے کا خلاصہ یہی ہے کہ اس صحبت کو غنیمت سمجھئے۔ قرآن پاک کی تلاوت یقیناً بہت اعلیٰ درجہ کی چیز ہے اس سے کسی کو انکار نہیں لیکن تلاوت کی جو حلاوت ہوگی وہ صحبت میں بیٹھ کے ہوگی۔ اگر صحبت میسر نہیں تو تلاوت میں حلاوت نہیں۔ تلاوت کے آداب نہیں۔ تلاوت کے وہ آداب جن سے قلب میں رقت پیدا ہو۔ وَإِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ

اٰیٰتُهٗ زَادَتْهُمْ اِیْمَانًا۔ جب اللہ کی آیتیں تلاوت کی جاتی ہیں ان کے ایمان میں اضافہ ہوتا ہے اثرات خاصہ مرتب ہوتے ہیں وہ صحبت سے ہوگا۔

لہٰذا تلاوت جو اعلیٰ درجہ کی چیز ہے اس میں حلاوت پیدا کرنے کے لئے صحبت کی ضرورت ہے۔ پہلے صحبت کو حاصل کرو پھر تلاوت کی قدر معلوم ہوگی، استحضار معلوم ہوگا۔ قرآن پاک اس طرح تلاوت کرنا چاہئے کہ اللہ کو سنا رہے ہیں۔ یہ تصور کہاں سے پیدا ہوں یہ تصور صحبت سے پیدا ہوگا، بزرگوں کی خدمت میں بیٹھنے سے پیدا ہوگا۔ جو چیز اللہ نے ان کے قلب میں پیدا فرمائی ہے وہ حاصل ہوگی تب یہ بات حاصل ہوگی۔

طواف کرنا ایسی چیز نہیں کہ اس کی توہین کی جائے یا گھٹیا درجہ کا بتایا جائے لیکن طواف کی جو لذت ہے، طواف کی جو کیفیت ہے اصل وہ پیدا ہوتی ہے بزرگوں کی صحبت سے۔ ایک طواف وہ تھا جو زمانۂ شرک میں کیا کرتے تھے مشرک بھی کرتے تھے۔ اور ایک طواف وہ ہے جو حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بیٹھ کر ایمان لا کر اس کے بعد طواف کیا۔ دونوں طواف میں آسمان زمین کا فرق ہے۔ اس لئے بات یہ ہے کہ جتنی عبادتیں ہیں جو نفلی عبادتیں ہیں وہ نفلی عبادتیں اپنی تنہائی میں بھی کی جاسکتی ہیں، اپنے مکان پر بھی کی جاسکتی ہیں اور گھر میں آدمی دن بھر پڑا ہی ہے یہاں پر کرنے کے لئے آئے ہیں، تلاوت کرتے رہئے، صبح سے دوپہر تک کرتے رہئے، ذکر کرتے رہئے، ظہر کے بعد سے لے کر عصر تک لیکن مقصد یہ ہے کہ جو عصر کے بعد کا وقت ہے مجلس کا وہ مجلس میں گذارنا چاہئے۔

اس واسطے میرے محترم بزرگو دوستو! ہرگز ہرگز مولانا عبدالحلیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا مقصد یہ نہیں کہ تلاوت ہلکے درجہ کی چیز ہے یا طواف ہلکے درجہ کی چیز ہے۔ نہیں بہت اونچے درجہ کی چیز ہے تلاوت بھی طواف بھی۔ ساری عبادتیں اللہ کا ایک دفعہ نام لینا بہت بڑی چیز ہے۔ مقصد یہ ہے کہ مجلس کا جو جو وقت ہے وہ وہاں مجلس میں گھرا رہنا چاہئے۔ وہاں سے حلاوت پیدا ہوگی۔ قلب کے اندر رقت پیدا ہوگی، اللہ کی یاد پیدا ہوگی۔ قرآن پاک کا احترام وادب

معلوم ہوگا اور پھر اس کے بعد جو کچھ پڑھیں گے اس کی کیفیت ہی کچھ اور ہوگی۔ لہٰذا قرآن پاک اور تلاوت اور دوسری عبادات کو اپنی زندگی میں لانے کے لئے صحبت کی ضرورت ہے کہ جس چیز کا جو مقام ہے وہ مقام اسی وقت حاصل ہوتا ہے جب اہل مقام کے پاس آدمی پہنچتا ہے ان کی صحبت سے متاثر ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو یہ دولت عطا فرماتے ہیں۔ بڑی قدر کے ساتھ یہ پڑھتا ہے، ایک ایک حرف کو سمجھ کر سنبھل کر، کیا بات ہے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ قرآن پاک ہاتھ میں لے کر اس کو بوسہ دیتے ہیں اور فرمایا ھٰذَا مَنْشُوْرُ رَبِّیْ یہ میرے رب کا فرمان نامہ ہے، میرے رب کی طرف سے عطا ہوا ہے۔

کوئی شخص کسی کا محبوب ہو اور وہاں سے خط بھیجے اس کے پاس۔ کیسے اس کو آنکھوں سے لگاتا ہے، پیار کرتا ہے، دل سے لگاتا ہے کہ میرے محبوب کا خط ہے۔ حقیقت میں جب جذبہ قلب کے اندر آیا، محبت قلب کے اندر آئی تو حق تعالیٰ اس کی برکت سے یہ چیزیں عطا فرماتے ہیں۔ اس جذبہ اور داعیہ کو پیدا کرنے کے واسطے صحبت کی ضرورت ہوتی ہے۔ اگر صحبت کی ضرورت نہ ہوتی تو جس طرح سے اخبار یا رسالہ جاری ہوتا ہے ماہانہ، اسی طریقہ پر قرآن پاک کا بھی ایک ایک پارہ جاری کر دیا جاتا لیکن اللہ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو بھیجا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم عامۃً عربی جانتے تھے مادری زبان ان کی عربی تھی۔

قرآن پاک میں قیام کا بھی ذکر ہے: "قُوْمُوْا لِلّٰهِ قَانِتِيْنَ" [اور اللہ کے سامنے باادب فرماں بردار بن کر کھڑے ہوا کرو۔]

رکوع کا بھی ذکر ہے، سجدہ کا بھی ذکر ہے۔ قرأت کا بھی ذکر ہے۔ نماز کے احکام کا ذکر موجود ہے اور عربی زبان میں ہے اور حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم کی زبان عربی ہے لیکن قرآن کریم میں یہ نہیں کہا گیا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نہیں فرمایا کہ نماز اس طرح پڑھو جس طرح قرآن میں آئی بلکہ یہ فرمایا: "صَلُّوْا كَمَا رَأَيْتُمُوْنِيْ أُصَلِّيْ" (مشکوۃ شریف: ۶۶/۱) جس طرح تم مجھ کو نماز پڑھتے دیکھو اس طرح سے پڑھو۔

....

قرآن پاک میں سارے فرائض وارکان موجود ہونے کے باوجود حکم جو کیا گیا وہ یہ کیا گیا کہ حضور اکرم ﷺ کو جس طرح سے دیکھتے ہو اس طرح سے نماز پڑھو۔ اس لئے مجلس کا اثر حاوی ہو سکتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت نبی اکرم ﷺ کو ایک کتاب دی، ایک نور دیا، کتاب میں تمام احکام موجود اور نور ہے اس کو سمجھنے کے لئے۔ حضور اکرم ﷺ نے وہ کتاب بھی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے حوالہ فرمائی اور وہ نور بھی حوالہ فرمایا۔ اس نور کی روشنی میں پڑھ کر مسئلہ کا حق ادا کریں تا کہ اس کا حق صحیح ادا ہو سکے۔ اسی طریقہ پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے پھر بعد والوں کو کتاب بھی دی اور نور بھی دیا۔ اس کے بعد اسی طریقہ پر یہ سلسلہ چلتا آرہا ہے وہ سنت نورانی موجود ہے۔ وہ نور اگر موجود ہے تو قرآن پاک ذریعۂ ہدایت ہے۔ اس کے ذریعہ سے اللہ کے مطلب کو آدمی صحیح سمجھے گا اور اگر وہ نور موجود نہیں تو گمراہ ہوگا۔ خالی عربی الفاظ تو ابوجہل بھی جانتا تھا، ابولہب بھی جانتا تھا۔ سب جانتے تھے لیکن وہ ان کو فائدہ نہیں پہنچا سکے اس واسطے کہ ان کے پاس وہ نور نہیں تھا۔ آج بھی غیر مسلم لوگ بھی قرآن پاک بھی جانتے ہیں حدیث پاک بھی جانتے ہیں کتابیں بھی تصنیف کرتے ہیں، مقصد آتا ہے پڑھتے بھی ہیں مقابلہ میں لیکن وہ نور ان کے پاس موجود نہیں لہٰذا اس کا جو فیض تھا وہ فیض نہیں ہے۔ پس اس نور کو بھی حاصل کرنے کی ضرورت ہے۔ قرآن پاک کے لئے مدارس اللہ کے فضل وکرم سے موجود ہیں۔ الفاظ کو وہاں سے پڑھا جاتا ہے معانی کو علماء سے سیکھا جاتا ہے، تفسیر کو علماء سے لیا جاتا ہے اور بھئی جو اہل باطن ہیں اہل نسبت ہیں ان سے نور کو بھی حاصل کرنا تم کو بھی ضروری ہے۔ وہ نور آئے گا تو انشاء اللہ تعالیٰ ایک ایک حرف کی نورانیت محسوس ہوگی۔ ایک ایک چیز کے اندر معلوم ہوگا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے کتنی حکمتیں رکھ رکھی ہیں۔ اس واسطے قرآن پاک کی تلاوت ہے، نوافل ہیں طواف ہے کوئی چیز ایسی نہیں کہ جس کے متعلق کوئی بے ادبی کا لفظ کہا جاسکے یا اس کو ہلکا سمجھا جاسکے بالکل نہیں قلوب کو صاف کرلیا جائے۔ ہر گز ہر گز کسی چیز کا ہلکا ہونا بیان کرنا مقصود

نہیں بلکہ اس کو تو لئے مقام پر لانے کے لئے۔ اس کا حق ادا کرنے کے لئے بتایا گیا کہ فیض صحبت حاصل کرو اور جو فیض صحبت موجود ہے اللہ تعالیٰ نے اپنی مہربانی سے عطاء فرما رکھا ہے تو اس صحبت کو کام میں لاؤ۔ اس کو حاصل کرو اور اس کے مطابق قرآن پاک پڑھو اس کو سمجھ کر انشاء اللہ بڑا فائدہ ہوگا اللہ تعالیٰ عطا فرمائے۔ آمین۔ اچھا بھئی میں نے جو عرض کیا رات کے جاگنے کا اہتمام کریں گے۔

دعا

دعا فرمالیجئے۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰی آلِ سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِکْ وَسَلِّم۔ تین مرتبہ۔

اے پاک پروردگار ہماری خطاؤں کو معاف فرما۔ اے پاک پروردگار اپنے نبی حضور اکرم ﷺ کی سنتوں کی قدردانی نصیب فرما، اے پاک پروردگار اس مبارک مہینہ کو اس مہمان کو ہمارے لئے باعثِ رحمت بنا، اے پاک پروردگار اس کو ہمارے لئے گواہی دینے والا بنا، اے پاک پروردگار اسکو ہمارے خلاف حجت نہ بنا، اے پاک پروردگار راتوں کو ہمیں قیام کی توفیق عطا فرما، نوافل کی توفیق عطا فرما، یا اللہ صحبت کے فوائد سے بھرپور فوائد عطا فرما، اے پاک پروردگار آپس میں سب کے میل محبت پیدا فرما، اے پاک پروردگار جسمانی روحانی امراض سے سب کو صحت عطا فرما، اے اللہ تیرا نام لینے تیرا نام سیکھنے کے لئے جتنے آئے ہیں کسی کو بھی محروم نہ فرما، اے اللہ تیری رحمت کا دریا نا پیدا کنار ہے اے پاک پروردگار سب پر زیادہ سے زیادہ رحمت فرما۔

رَبَّنَا اَفْرِغْ عَلَیْنَا صَبْرًا وَّثَبِّتْ اَقْدَامَنَا وَانْصُرْنَا عَلَی الْقَوْمِ الْکَافِرِیْنَ۔
رَبَّنَا اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَۃً وَّفِی الْاٰخِرَۃِ حَسَنَۃً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ۔
وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی خَیْرِ خَلْقِہٖ مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ وَسَلِّمْ تَسْلِیْمًا کَثِیْرًا کَثِیْرًا۔ بِرَحْمَتِکَ یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ۔ ❑❑❑

حُبِّ رسول صلی اللہ علیہ وسلم

اس بیان میں

☆......کمال ایمان کے لئے حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی کمال محبت ضروری ہے۔
☆......کمال محبت کی شرط وعلامت۔
☆......حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور اکابر اہل اللہ کے واقعات۔
☆......ایمان کے معنی اور ایمان کی حقیقت۔

....

حُبِّ رسول صلی اللہ علیہ وسلم

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ۔

فَقَدْ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا یُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی اَکُوْنَ اَحَبَّ اِلَیْہِ مِنْ وَالِدِہٖ وَوَلَدِہٖ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ۔ (مسند احمد: ۱۷۷/۳)

[حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم میں کوئی شخص مومن نہیں ہوسکتا یہاں تک کہ میں اس کو اس کے والد اس کی اولاد اور تمام انسانوں سے زیادہ محبوب ہو جاؤں۔]

ایمان کی علامت

حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایمان کی ایک خاص علامت بتائی ہے۔ کوئی شخص مومن کہلانے کا مستحق نہیں ہوسکتا جب تک اس کے دل میں میری محبت ماں باپ سے، اولاد سے، تمام لوگوں سے زیادہ نہ ہو جائے۔

یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مومن ہونے کی نشانی بتائی۔ آدمی مومن کہلانے کا حقدار کب ہے جب اس کے دل میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اتنی محبت ہو کہ ماں باپ کی ہو نہ اولاد کی ہو نہ کسی اور کی۔ سب سے زیادہ محبت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہونی چاہئے تب جا کر آدمی مومن کہلانے کا مستحق ہوگا۔ محبت کا دعویٰ کر لینا بہت آسان ہے۔ ہر شخص کہہ سکتا ہے کہ مجھے سب سے زیادہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت ہے لیکن اس کے واسطے کچھ آثار کچھ علامات بھی ہونی چاہئیں۔ اس کا دعویٰ بغیر دلیل

کے قابل تسلیم نہیں ہوتا اس کے لئے کچھ دلیل ہونی چاہئے ثبوت ہونا چاہئے تب جا کر دعویٰ قابل تسلیم ہوتا ہے ورنہ کوئی شخص کسی سے کہدے کہ فلاں شخص کے ذمہ میرے دو لاکھ روپئے ہیں۔ اتنا کہنے سے وہ مجرم ہوجائے گا۔ اس کے دو لاکھ روپئے دلانے ضروری ہوجائیں گے۔ ثبوت پیش کرنا ہوگا۔ تو دعویٰ تو آدمی کرلے کہ حضور ﷺ سے مجھے سب سے زیادہ محبت ہے لیکن اس کے لئے دلیل اور ثبوت کیا ہے۔ اس کی دلیل، ثبوت، شواہد، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی زندگیوں میں ملیں گے۔

کمال محبت کی علامت

جس وقت میں مقابلہ ہوجائے ایک کی محبت ادھر کو پکارتی ہے دوسرے کی محبت اُدھر کو پکارتی ہے تو آدمی کس کی آواز پر جاتا ہے کس کی پکار پر جاتا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس کی محبت زیادہ ہے۔

حضرت نبی اکرم ﷺ فرماتے ہیں کہ ایک شخص کا باپ رسول اکرم ﷺ کے خلاف بات پیش کرتا ہے تو باپ کی مانتا ہے یا حضور اکرم ﷺ کی مانتا ہے اس سے اندازہ ہوجائے گا کس کی محبت زیادہ ہے۔ ایک بات حضور ﷺ فرماتے ہیں دوسری بات بیٹا کہتا ہے دونوں آپس میں ایک دوسرے کے مخالف بیٹے کی مانتا ہے یا حضور ﷺ کی مانتا ہے۔ آدمی خود اپنے جی میں فیصلہ کرلے پتہ چل جائے گا کس کی محبت زیادہ ہے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے جب یہ حدیث سنی تو انھوں نے عرض کیا حضور اکرم ﷺ میرے دل میں آپ ﷺ سب سے زیادہ محبوب ہیں اپنی جان کے سوا۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا ابھی کسر ہے۔

اس کے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: حضور! اب تو اپنی جان سے بھی زیادہ آپ عزیز ہیں۔ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا: اب تمہارا ایمان کامل ہوا۔ ان

چیزوں کے شواہد کثرت سے ملیں گے۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت فرماتے تھے۔ اس محبت کے ثبوت کے لئے ان کی زندگی کو تلاش کیجئے۔ روایات میں آتا ہے کہ غزوۂ بدر میں جو سب سے پہلا جہاد ہے پہلی لڑائی ہے۔ مشرکین بہت بڑا جتھہ لے کر بہت بڑا لشکر لے کر مقابلہ کے لئے مکہ مکرمہ سے آئے۔ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے وہاں ایک چھپر ڈال دیا گیا تھا کہ جس شخص کو ضرورت ہو کوئی بات کہنے کی اس چھپر میں آکر بات کہہ لیا کرے اور پہرہ پر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ متعین کئے گئے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کے لئے۔ کوئی شخص پچاس قدم کے فاصلہ پر سے بھی نظر اٹھا کر دیکھتا تھا تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ شیر کی طرح دوڑتے تلوار لے کر کوئی مخالف اگر ادھر دیکھتا۔ اللہ نے کیا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو فتح ہوئی۔ سارا قصہ سنانا مقصود نہیں ہے تھوڑی سی بات اس میں سے سنانی مقصود ہے۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے جو بیٹے تھے ان کا نام ہے عبد الرحمن بن ابی بکر رضی اللہ عنہ، وہ بھی اس وقت مشرکین کے ساتھ تھے، اس وقت تک ایمان نہیں لائے تھے۔ ایک وقت ایسا آیا اللہ نے ان کو ایمان کی توفیق دی مسلمان ہو گئے تو ایک دفعہ کہنے لگے کہ ابا بدر کی لڑائی میں آپ میرے نشانہ پر آ گئے تھے میں چاہتا تو میں آپ کو مار دیتا لیکن باپ ہونے کا لحاظ کر لیا۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جواب دیا تو نے باپ ہونے کا خیال کر لیا۔ اگر تو میرے نشانہ پر آ جاتا تو میں بیٹا ہونے کا خیال نہ کرتا فوراً قتل کر دیتا۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلہ میں تلوار لے کر آتے ہو۔ مقابلہ کے وقت پتہ چلتا ہے کہ کس کی محبت غالب ہے۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے والد نے کہا کون کلمہ ناشائستہ کہہ دیا حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اقدس کے خلاف۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ تاب نہیں لا سکے فوراً پتھر مارا ہے باپ کے۔ اس کے بعد آکر حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ حضور! میرے باپ کی زبان سے ایسا لفظ نکلا۔ میں نے اس کے جواب میں پتھر مارا۔ آپ دعا کیجئے کہ

اللہ تعالیٰ میرے باپ کو ایمان کی دولت عطا فرمائے۔ باپ اس وقت تک مسلمان نہیں تھے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی۔ اللہ نے کیا وہ مومن ہو گئے۔ ادھر حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا تعلق اس بات کا مقتضی تھا کہ پتھر مارے ادھر باپ کا خیال بھی لازم تھا۔ باپ کا حق اس طرح ادا کیا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے دعا کرائی ان کے ایمان کے واسطے، ہدایت کے واسطے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حق کو ادا کیا۔

حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کی کمال محبت

حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجۂ مطہرہ ام المومنین کے والد تھے ابوسفیان۔ ابوسفیان اس وقت تک ایمان نہیں لائے تھے، سخت مخالف تھے اسلام کے۔ وہ اپنی بیٹی ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے یہاں گئے، پہلے سے وہاں بستر بچھا ہوا تھا۔ حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا نے بستر لپیٹ دیا باپ کو آتا دیکھ کر۔ انھوں نے سوال کیا کہ بیٹی دنیا بھر کا دستور رہے کہ باپ جب جاتا ہے بیٹی کے گھر تو بیٹی اس کے اعزاز میں لاکر بستر بچھایا کرتی ہے۔ تم نے بچھے ہوئے بستر کو لپیٹ دیا یہ کیا طریقہ ہے۔ جواب دیا کہ یہ بستر حضرت نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا بستر ہے۔ تم ناپاک ہو اس قابل نہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بستر مبارک پر بیٹھ سکو۔ ان کے قلب میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اپنے باپ سے بھی زیادہ تھی، جبکہ باپ کفار مکہ کا سردار بھی ہے۔

ان حضرات کی ساری زندگی اس طرح گذری کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے جس کو محبت اس سے انکو محبت، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے جن کو عداوت ان سے انکو عداوت چاہے باپ ہو بیٹا ہو۔

بھائیو! یہی وجہ ہے کہ جس وقت غزوۂ بدر میں ستر مشرکین قید کر کے لائے گئے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مشورہ فرمایا کہ ان کے متعلق کیا کرنا چاہئے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا ایک مشورہ تھا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا ایک اور مشورہ تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا مشورہ یہ تھا کہ ہم لوگوں میں سے جس جس کا رشتہ دار قید ہو کر آیا ہے اس کو اس کے حوالہ کیا جائے تا کہ وہ اس کی

گردن مارے۔میرے حوالہ میرے فلاں رشتہ دار کو کیا جائے، فلاں شخص کے حوالہ فلاں اس کے رشتہ دار کو کیا جائے۔ یہ رشتہ داری کا تعلق مانع نہ ہونا چاہئے۔ان سے انتقام لیں گے۔ یہ وہ ہی ہیں جو حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلہ میں آئے ہیں حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کرنے کے لئے آئے ہیں۔لہٰذا یہ مستحق قتل ہیں۔اب ان کو قتل کیا جائے۔ یہ جذبۂ ایمان تھا۔ اسی جذبۂ ایمان کی وجہ سے ان کا مقام بہت بلند تھا۔

حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کی کمال جاں نثاری

حضرت خبیب رضی اللہ عنہ ایک صحابی ہیں ان کو پھانسی دی گئی سولی پہ چڑھایا گیا۔واقعہ ان کا یہ ہے کہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک جماعت کو بھیجا اپنے کام کے لئے۔ یہ لوگ رات میں چلتے تھے دن میں سوتے تھے۔کیونکہ آس پاس مشرکین مخالفین تھے۔ایک جگہ پر ان حضرات نے ناشتہ کیا، ناشتہ کیا تھا وہی مدنی کھجوریں، کھجوریں کھائیں۔گٹھلیاں پھینکدیں چلے گئے۔گٹھلیاں ان مخالفین کے ہاتھ لگ گئیں۔انھوں نے کہا او ہو یہ تو مدینہ طیبہ کی کھجور کی گٹھلیاں ہیں، کون لوگ ہیں یہاں کسی نے کہا ہاں میں نے بھی کچھ آدمیوں کو ادھر جاتے ہوئے دیکھا تھا۔ڈھونڈنے بھالنے میں لگ گئے۔ڈھونڈ لیا ایک مقام پر پہنچ کر ان کو گھیر لیا۔ یہ حضرات ایک ٹیلہ پر ایک پہاڑی پر چڑھ گئے اور مشرکین تیر کمان لئے ہوئے ٹیلہ کے گرد اگرد کھڑے ہو گئے اور ان کو مارنے کا ارادہ کیا۔ پہلے کہا اچھا تم لوگ نیچے اتر آؤ ٹیلہ سے پہاڑی سے ہم تم کو امن دیتے ہیں قتل نہیں کریں گے۔اس دستہ کے جو امیر تھے انھوں نے کہا بھئی میں تو مشرک کی پناہ میں جاتا نہیں صاف صاف بات جس کا جو چاہے کرے۔ چنانچہ ان لوگوں نے تیر سے مارا یہاں تک کہ ان میں سے سات آدمی شہید ہو گئے۔تین رہ گئے وہ تین نیچے اتر آئے یعنی ان کی امن میں پناہ میں آگئے۔ان لوگوں نے کیا کیا اپنی کمان میں کھول کر ان کو باندھنا چاہا، ان میں سے ایک صاحب بولے بھئی جب ہم تمہارے امن میں پناہ میں آگئے

005 Khutbat-e-Mahmood J-3f

اب باندھنے کے کیا معنیٰ؟ کیوں باندھتے ہو؟ لہٰذا میں بھی تمہاری پناہ میں نہیں رہتا۔ جہاں یہ سات گئے میں بھی وہیں جاتا ہوں۔ انھیں نیچے ڈالا گھسیٹا، کھینچا، یہاں تک کہ ان کو بھی قتل کر دیا۔ دو رہ گئے۔ دو میں سے ایک کو لے جا کر مشرکین کے ایک گروہ کے ہاتھ بیچ دیا دوسرے کو دوسری جگہ بیچ دیا۔ چونکہ ان میں سے ایک خبیب رضی اللہ عنہ تھے ان کو مکہ والوں کے ہاتھ بیچ دیا۔ انھوں نے غزوۂ بدر میں مشرکین میں سے کسی بڑے کو قتل کیا تھا۔ اس کے وارث کے ہاتھ بیچ دیا۔ انھوں نے کہا اچھا مجھ تو موقعہ ملا۔ کچھ روز تک ان کو باندھے رکھا۔ وہاں جب ان کے قتل کا وقت آیا ان کو حرم سے باہر لائے۔ مشرکین بھی حرم کا احترام کیا کرتے تھے۔ باہر لا کر پھانسی دی ان کو اوپر لٹکا کر کہا کیا تم کو یہ بات گوارا ہے کہ تم کو چھوڑ دیا جائے، محمد کو تمہاری جگہ پھانسی دیدی جائے۔

انھوں نے کہا تم ایسی بات کہتے ہو واللہ مجھے یہ بھی گوارا نہیں کہ اپنے مقام پر جہاں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم موجود ہوں وہاں آپ کے پیر پر کانٹا بھی چبھ جائے۔ یہ بھی گوارا نہیں چہ جائیکہ میری جان کے بدلہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو پھانسی دی جائے۔ اپنی جان سے زیادہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت ان کے دلوں میں تھی۔

ایک مشرکہ بیان کرتی ہے کہ میں نے دیکھا یہی خبیب رضی اللہ عنہ زنجیر میں بندھے ہوئے ہیں لیکن انگور کا ایک بہت بڑا گچھا ان کے پاس رکھا ہوا ہے وہ کھا رہے ہیں اس میں سے۔ حالانکہ اس وقت مکہ مکرمہ میں کہیں انگور نہیں تھا۔ کوئی ان کو لا کر دینے والا نہیں۔ آج اللہ نے ان کو عطا فرما دیا۔ استرہ ہاتھ میں لئے ہوئے تھے اس کا ایک چھوٹا بچہ جو ابھی پیروں پر کھڑا ہو کر چل نہیں پاتا تھا انھوں نے اٹھا کر اس کو گود میں بٹھا لیا۔ وہ عورت گھبرا گئی کہ میرا بچہ ان کی گود میں چلا گیا سنا ہے کہ ان کے لئے قتل تجویز ہے۔ استرہ ان کے ہاتھ میں تھا۔ کیا پتہ میرے بچہ کو بھی ختم کر دیں ان کے ساتھ۔ اس کے چہرہ کی پریشانی دیکھ کر یہ تاڑ گئے۔ پوچھا بچہ کے لئے تم پریشان ہو۔ نہیں ایسا نہیں بچہ نے کیا قصور کیا کہ میں اسے ماروں گا۔

بہرحال جب ان کو قتل کیا جانے لگا تھا ان سے پوچھا گیا کوئی آخری حسرت ہے

تمہاری ۔کہاہاں دو رکعت نماز پڑھنا چاہتا ہوں ۔نماز کے ساتھ اتنا گہرا تعلق تھا ۔آخر میں کیا کیا کہ دو رکعت نماز پڑھنے کی اجازت مانگی ۔چنانچہ دو رکعت نماز پڑھی پھر فرمایا جی اور بھی چاہتا ہے نماز پڑھنے کو مگر مجھے یہ اندیشہ ہے کہ تم لوگ کہو گے کہ موت کے ڈر سے نماز یں پڑھنے لگا ہے ۔دعا کی کہ اے اللہ! اپنے حبیب پاک ﷺ کو خبر پہنچا دیجیو کہ ہمارا یہاں یہ حال گذرا ۔چنانچہ حضور اکرم ﷺ کو وحی کے ذریعہ اطلاع ہوگئی ۔حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: کہ کوئی ہے جو خبیب رضی اللہ عنہ کی خبر لائے ۔اس پر ایک صحابی رضی اللہ عنہ نے کہا: اچھی بات میں لاتا ہوں ۔یہ آئے آ کر کے تلاش کیا دیکھا کہ کھجور کے تنے میں لٹکا رکھا ہے ستر آدمی آس پاس پہرے پر موجود ہیں ۔یہ ٹھہر گئے دور ہی، پھر رات کے وقت کسی وقت دیکھا کہ سب غافل ہیں ۔اس وقت یہ آئے اور آ کر ان کی لاش کو وہاں سے اتارا اور اپنے گھوڑے پر رکھا اور چلے لے کر ۔اتنے میں وہ بیدار ہوگئے جو سور ہے تھے پہرے دار یکدم دوڑ لگی ۔کفار جب قریب پہنچے تو ان کو اندیشہ ہوا کہ اب پکڑ لیں گے، دعا کی ۔یا اللہ! ان لوگوں سے حفاظت فرما ۔زمین فوراً کھلی لاش اندر چلی گئی ،ان لوگوں کے ہاتھ نہیں لگی ۔اسی وجہ سے ان کا لقب محدثین کے یہاں "بلیع الارض" ہے ۔بلیع کے معنیٰ نگلا گیا ۔زمین نے نگل لیا ۔حضرت نبی اکرم ﷺ کا منشاء جوں جوں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو معلوم ہوتا گیا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس پر عمل کرتے گئے ۔سمجھتے گئے کہ ہمارے لئے ذریعۂ نجات یہی ہے ۔

فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی کمال محبت

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ ایک ریشمی جبہ پہن کر حاضر خدمت ہوئے ۔حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ یہ ریشم تو مرد کیلئے جائز نہیں ۔یہ کیا کیا ۔بس فوراً واپس چلے گئے اور اتار دیا ۔پھر دوسرے وقت حاضر ہوئے تو حضور اکرم ﷺ نے دریافت کیا کہ وہ ریشم کا جبہ کیا کیا؟ تو فرمایا نان بائی کی دکان تھی تنور جل رہا تھا ۔اس میں جھونک دیا جلا دیا ۔حضرت نبی اکرم ﷺ نے فرمایا

کیوں جلا دیا؟ تم کو تو پہننے سے منع کیا تھا بچیوں کے کپڑے بنوا دیتے اس میں سے۔

میرے محترم بزرگو دوستو! حضرت نبی اکرم ﷺ محبوب تھے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے، جو چیز محبوب کی نظر میں مجبوب اور پسند ہو محب اس کو نہیں دیکھا کرتا کہ کسی کام آ بھی سکتی ہے یا نہیں ان کے نزدیک تو تنور میں جھونکنے کے سوا کوئی اور صورت تھی ہی نہیں یعنی بالکل بیکارتھی ہے وہ چیز جو حضرت نبی اکرم ﷺ کی نظروں میں ناپسند ہے تو پھر اس میں سوچنے کی گنجائش نہیں۔

ایک صحابی کا سونے کی انگوٹھی اٹھانے سے انکار کرنا

ایک صحابیؓ ایک مرتبہ انگوٹھی پہن کر آئے سونے کی۔حضرت نبی اکرم ﷺ نے ان کا ہاتھ پکڑا اور اس میں سے انگوٹھی نکال کر پھینک دی اور فرمایا۔یہ اہل جہنم کا زیور ہے۔اہل جہنم کے لئے ہے یہ۔پھر اس کے بعد حضور اکرم ﷺ چلے گئے،انگوٹھی وہیں پڑی رہی۔ ان سے کسی نے کہا تمہاری انگوٹھی پڑی ہے اس کو اٹھالو تمہارے کسی اور کام میں آوے گی۔ انھوں نے کیا جواب دیا کہ آقائے نامدار سرور کائنات ﷺ نے جس چیز کو پھینک دیا میں اسے نہیں اٹھا سکتا۔انگوٹھی حضور اکرم ﷺ کی پھینکی ہوئی ہے۔کیا محب اور عاشق اسے اٹھائیگا جب محبوب نے پھینک دیا۔سوال یہ ہے کہ ایک انگوٹھی کے ساتھ ان کا معاملہ یہ تھا انگوٹھی کو حضور اکرم ﷺ نے پھینک دیا ہے ہم ان کو سینے سے لگائیں گے یا پھینکیں گے؟ جس صورت شکل کو حضور اکرم ﷺ نے ناپسند فرمایا کیا ہم اس کو پھینک دیں گے کیا وہ جو ہمارے گھروں میں موجود ہیں۔جس رسم کو حضور ﷺ نے پھینک دیا کیا ہم نے اس کو پھینک دیا کیا وہ موجود نہیں ہمارے گھروں میں۔جس بدعت کو حضور ﷺ نے پھینک دیا تھا "من احدث فی دیننا لیس منه فهو رد" (مشکوۃ شریف:۲۷/۱،باب الاعتصام)[جو شخص ہمارے دین میں اپنی نئی چیز ایجاد کرے جو دین میں نہیں وہ مردود ہے۔] فرمادیا

کیا وہ ہمارے گھروں میں نہیں ۔جس چیز کو حضرت نبی اکرم ﷺ نے پھینک دیا یا ناپسند فرمایا دور کیا منع کیا ان سے اعراض فرمایا وہ ہمارے یہاں موجود۔

ایک صحابی کا مکان گرادینا

شان تو یہ ہوتی ہے کہ حضرت نبی اکرم ﷺ ایک مرتبہ تشریف لے جارہے تھے ایک صحابیؓ کا ایک مکان تھا قبہ کی شکل کا۔ وہاں سے گذر ہوا۔ حضرت نبی اکرم ﷺ نے دریافت فرمایا کس کا مکان ہے ۔عرض کیا گیا فلاں صحابیؓ کا۔ اس کے بعد پھر صبح جب مجلس میں وہ انصاری حاضر ہوئے، انھوں نے آ کر سلام کیا تو حضرت نبی اکرم ﷺ نے سکوت فرمایا۔ ان کو شبہ ہوا کہ شاید کوئی بات ایسی پیش آئی ہو جو حضور اکرم ﷺ کو ناگوار گذری اسی وجہ سے حضور اکرم ﷺ نے سلام کرنے پر جواب نہیں دیا، چہرۂ مبارک پھیر لیا۔ محبوب دوعالم ﷺ نے چہرہ مبارک پھیر لیا اب کیا ہوگا۔ ہمت نہیں پڑی دریافت کرنے کی ۔ساتھیوں سے پوچھا کیا میری کوئی شکایت پہنچی ہے ۔ بتلایا شکایت تو معلوم نہیں ۔ ہاں تمہارے مکان پر سے گذرتے ہوئے دریافت فرمایا تھا کہ یہ کس کا مکان ہے ۔بس فوراً اٹھے اور جا کر کدال لے کر مکان کو گرایا اور ملبہ اینٹ پتھر سب اٹھا کے ڈال دیا۔ گرادیا مکان کو حضرت نبی اکرم ﷺ کو ناپسند ہونے پر چہرہ انور پھیر لیں اب کون اس مکان میں رہے۔

یہ تھی شان ان حضرات کی محبت کی ۔تو پھر غایت عمل یہ تھا غایتِ اخلاص یہ تھا کہ حضور اکرم ﷺ کو آ کر کہا بھی نہیں، نہ تو اس پر پوچھا کہ حضور مکان تو ضرورت کی چیز ہے گرمی سردی برسات سے تحفظ کے لئے ضروری چیز بیوی بچے کے رہنے کے لئے آخر مکان چاہئے ہی۔ بالکل نہیں پوچھا۔ یہ بھی نہیں پوچھا اگر ایسا نہیں تو دوسرے قسم کا بنالوں ۔کوئی بات نہیں پوچھی بس اس مکان کو گرادیا اور گرا کر آ کر کہا بھی نہیں کہ یارسول اللہ ﷺ میں نے مکان گرادیا۔ خود ہی حضور اکرم ﷺ نے ایک مرتبہ دریافت کیا بتلایا گیا۔

....

یہ شان تھی کہ نہ ان کی نظروں میں مکان کی کوئی حیثیت تھی نہ قبہ کی کوئی حیثیت تھی۔ کسی چیز کی کوئی حیثیت نہیں تھی جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے منشاء کے خلاف ہو۔ ہر وہ چیز جو حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نظروں سے گری ہوئی ہو اس کو ناپسند کرتے تھے۔

اونٹوں کی چادروں کو اٹھا کر پھینک دیا

ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سفر میں تھے۔ اونٹوں پر سوار، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی بڑی جماعت ساتھ تھی۔ یمنی سرخ سرخ چادریں اونٹوں پر پڑی ہوئی تھیں۔ ان چادروں کو دیکھ کر فرمایا تم لوگوں کی طبیعت ان خوشنما چادروں کی طرف مائل ہوتی جارہی ہے۔ بس یہ سننا تھا کہ فوراً اونٹوں سے کود ے حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور چادر اتار اتار کر پھینک دی۔ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو جو چیز ناپسند ہے وہ ہرگز برداشت نہیں کی ان حضرات کی یہی علامت ہے محبت کی۔ محبت کا دعویٰ ہو اور محبوب کی مرضی کے خلاف چیزیں۔ اپنے بدن میں موجود ہوں، اپنے گھر میں موجود ہوں، اپنے معاشرہ میں موجود ہوں، اپنی کمائی میں موجود ہوں، اپنی تجارت میں موجود ہوں، اپنی ملازمت میں موجود ہوں ہر چیز حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے منشاء کے خلاف ہو پھر دعویٰ محبت۔ یہ دعویٰ محبت تو باطل ہے، اس دعویٰ کی کوئی قدر و قیمت نہیں۔ اس دعویٰ کے متعلق تو بہت سے بہت یہ کہا جائے گا يَقُوْلُوْنَ بِاَفْوَاهِهِمْ مَا لَيْسَ فِىْ قُلُوْبِهِمْ۔ زبانوں سے ایسی بات کہتے ہیں جو دلوں میں نہیں۔ ورنہ دلوں میں ہوتی تو پھر زندگی کا رخ دوسرا ہوتا۔ اسی کو کسی نے کہا ہے:

تَعْصِى الرَّسُوْلَ وَاَنْتَ تُظْهِرُ حُبَّهُ
اِنَّ هٰذَا لَفِى الْفِعَالِ بَدِيْعٌ
لَوْ كَانَ حُبُّكَ صَادِقًا لَاَطَعْتَهُ
اِنَّ الْمُحِبَّ لِمَنْ يُحِبُّ مُطِيْعٌ

[تم حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کا دعویٰ بھی کرتے ہو اور

آنحضرت ﷺ کی نافرمانی بھی کرتے ہو۔ بلاشبہ ی تو بہت ہی عجیب بات ہے۔ اگر تمہاری محبت سچی ہوتی تو تم آنحضرت ﷺ کے مطیع وفرمانبردار ہوتے۔ اس لئے کہ محب اپنے محبوب کا مطیع وفرمانبردار رہوا کرتا ہے۔]

حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی تمنا

حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے دریافت کیا حضور ایک بات بتائیے۔ اگر اللہ تعالیٰ آپ سے فرمائیں مانگو کیا مانگتے ہو تو آپ کیا مانگیں گے؟ جواب دیا کچھ نہیں، صرف اتنی درخواست کروں گا اے خدائے پاک! تیرے رسول اکرم ﷺ کی جو محبت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو تھی اس کا کوئی حصہ مجھے عطا فرمادے۔ بس اتنی مانگ۔ یہی محبت تھی درحقیقت اعلیٰ درجہ کی۔

قاسم! میں نے تجھے دو جہاں کے بادشاہ کے پاس پڑھتے ہوئے دیکھا ہے

دہلی میں ایک مجذوب رہا کرتے تھے۔ اس زمانہ میں حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ پڑھا کرتے تھے دہلی میں۔ حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کبھی کبھی مجذوب کے پاس جایا کرتے تھے اور حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ بہت بچتے تھے ان سے۔ اس راستے سے نہیں چلتے تھے جس راستے میں یہ بیٹھے تھے۔ ایک مرتبہ حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ نے ان سے کہا کہ آپ میرے لئے دعا کیجئے۔ ان مجذوب کا طریقہ یہ تھا کہ جب کوئی بات اپنے پیر کی نقل کرتے تو کہتے میرے بادشاہ نے یوں کہا۔ اور جب کوئی حدیث نبی اکرم ﷺ کی بیان کرتے تو کہتے دو جہاں کے بادشاہ نے یوں کہا۔ ان کا یہ طریقۂ گفتگو تھا۔ جب انھوں نے

دعا کی درخواست کی تو انھوں نے فرمایا۔ قاسم تو مجھ سے دعا کیلئے کہتا ہے میں نے دو جہاں کے بادشاہ کے پاس تجھے پڑھتے دیکھا، دو جہاں کے بادشاہ کے پاس میں نے تجھے پڑھتے دیکھا۔ یہ واقعہ حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے بیان فرمایا تھا۔ پھر فرمایا واقعہ یہی ہے کہ حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کے قلب میں مشکوٰۃ نبوت سے براہ راست علوم منتقل ہوتے تھے۔ ان کے اردو کے چھوٹے چھوٹے رسائل میں وہ عالی مضامین موجود ہیں کہ صدیوں کے اکابر کی کتابیں ان سے خالی ہیں۔ ان حضرات کا تعلق براہِ راست نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسا ہوتا ہے۔

حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اتباع سنت کا مقام

حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک مقولہ ہے کہ بہت کو معارف بہت کو مکاشفات دوسرے عالم کے سامنے آئیں لیکن ان کی کوئی حقیقت نہیں۔ ایک شخص استنجاء سنت کے مطابق کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک جو کچھ اس کی مقبولیت ہے وہ ان معارف کی نہیں، مقصود اتباع سنت ہے۔ جس قدر اتباع سنت ہوگا اسی قدر اللہ کے یہاں مقبول ہوگا۔

مُرَافِقَتُكَ فِی الْجَنَّةِ

ایک صحابی ربیعہ بن کعب رضی اللہ عنہ ہیں وہ کہتے ہیں کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رات میں رہتا، آپ کے واسطے وضو کا پانی اور ضرورت کی چیزیں لاتا۔ ایک مرتبہ فرمایا "سَلْ" مانگ کیا مانگتا ہے۔ کتنے خوش نصیب ہیں، فرمایا جارہا ہے: مانگ کیا مانگتا ہے۔ انھوں نے کیا مانگا۔ ہم لوگ بھی اپنے اپنے جی میں سوچ لیں۔ جب ہم سے پوچھا جائے مانگو کیا مانگتے ہو۔ ہم کیا کہتے۔ انھوں نے عرض کیا: «مرافقتك فی الجنة» حضورؐ میں آپؐ کا ساتھ مانگتا ہوں۔ جنت میں یہ چاہئے کہ آپؐ کا ساتھ نصیب ہوجائے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: «اَوَغَیْرَ ذٰلِكَ» اس کے علاوہ کچھ اور مانگ لے۔ انھوں نے عرض کیا: حضرت!

میری درخواست تو یہی ہے۔(مشکوۃ شریف: ۸۴/۱)

ظاہر بات ہے جس کو جس سے محبت ہوتی ہے چاہتا ہے کہ اس کو اس سے مرافقت نصیب ہوجائے۔دنیا میں بھی مرافقت ہوجائے اور یہاں تک کے بعضے بعضے اس کی بھی خواہش کیا کرتے ہیں کہ مرنے کے بعد قبر بھی قریب ہو جس سے گہرا تعلق ہوتا ہے۔قبر وہاں ہو۔کتنے لوگ وصیت کرتے ہیں کہ ہماری قبر فلاں بزرگ کے پاس فلاں بزرگ کی قبر کے قریب ہو ہماری قبر۔اور پھر جنت کی مرافقت۔یہ تو اعلیٰ درجہ کی چیز ہے۔انھوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے جنت کی مرافقت مانگی۔کہ آپؐ کا ساتھ اس دنیا میں تو نصیب ہوتا ہے جنت میں بھی نصیب ہوجائے۔

حضرت مولانا حبیب الرحمن رحمۃ اللہ علیہ کی خواہش

گنگوہ میں حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کو حضرت مولانا حبیب الرحمن صاحب رحمۃ اللہ علیہ چائے بنا کر تہجد کے وقت پلایا کرتے تھے۔خاص آدمی تھے،زیادہ تعلق تھا۔حضرت نے فرمایا۔سب لوگ اپنی اپنی باتیں کہتے ہیں تم اپنی بات کبھی کچھ نہیں کہتے۔فرمایا حضرت کیا کہوں ایک تمنا ایک خواہش ہے وہ یہ کہ یہاں تو خدمت کا موقع ملتا ہے۔جی چاہتا ہے کہ اس عالم میں بھی خدمت کا موقع مل جائے۔انھوں نے کہا ضرور انشاء اللہ ضرور۔

جب ربیعہ بن کعب رضی اللہ عنہ نے کہا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم آپ کی مرافقت چاہئے جنت میں۔تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا فرمایا:"اعنی بکثرۃ السجود" (مشکوۃ شریف: ۸۴/۱) دیکھو بھئی تم میرے پاس جنت میں رہنا چاہتے ہو تو اس میں تم کو میری ذرا مدد کرنی ہوگی۔ اپنے نفس کے خلاف کثرت سجود کے ساتھ نماز زیادہ پڑھا کرو چاہے جی نہ چاہتا ہو جی پر بوجھ ہوتا ہو مگر نماز زیادہ پڑھا کرو۔جب نماز زیادہ پڑھا کروگے تو یہ میری مدد ہوگی کہ میں اس کی بدولت اللہ تعالیٰ سے درخواست کروں گا کہ اس بندہ کو میرے ساتھ جنت میں رکھنا۔

حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ محبت کرنے والے اس دنیا میں رہتے ہوئے

اپنی پوری زندگی کا جائزہ لیں کہ کون سی بات ہماری زندگی میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے منشاء کے خلاف ہے۔حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مرضی کے خلاف ہے۔ان کو نکالنے کی کوشش کریں۔یکدم تو ساری چیزیں نہیں نکلتیں۔آہستہ آہستہ نکلتی ہیں۔طبیعت پر بوجھ بھی ہوگا لیکن برداشت کرنا ہوگا۔ایک اپنی طبیعت کا بوجھ،ایک حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طبیعت کا بوجھ۔کتنی خسارہ کی بات ہے اپنی طبیعت کا بوجھ تو برداشت کرلیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طبیعت کا بوجھ برداشت نہ کریں۔

ریش می تراشم دل کس رانمی خراشم

فارس میں کوئی شخص تھے۔انھوں نے ہندوستان کے کسی شاعر کا کلام دیکھا۔اس کلام کو دیکھ کر بہت متاثر ہوئے کہ بھئی اس شخص سے ملنا چاہئے۔وہ چل کر آئے فارس سے۔اس زمانہ کا سفر آسان سفر نہیں تھا۔وہاں سے چل کر آئے گھومتے گھامتے اس شاعر کے پاس پہنچے۔وہ سمجھتے تھے کہ کوئی بہت بڑے عارف شخص ہوں گے۔ولی اللہ ہوں گے،ان کی زندگی ساری کی ساری سنت کے مطابق ہوگی۔اشعار سے تو ایسا ہی معلوم ہوتا تھا لیکن جب یہاں ان کے مکان پر پہنچے تو دیکھا ڈاڑھی منڈوا رہے ہیں۔بس وہیں یہ کہا کہ:

''آغا ریش می تراشی'' کیوں صاحب آپ ڈاڑھی چھلوا رہے ہیں۔

انھوں نے شاعرانہ جواب دیا۔''بلے ریش می تراشم دل کس رانمی تراشم'' ہاں میں ڈاڑھی چھیل رہا ہوں کسی کا دل نہیں چھیل رہا ہوں۔

انھوں نے کہا:''غلط می گوئی''دل می تراشی دل آں کس می تراشی کز وعرش اعظم می سرزد'' کہ تم غلط کہتے ہو کسی کا دل نہیں چھیل رہے ہو،دل چھیل رہے ہو اور اس ذات عالی کا دل چھیل رہے ہو جن سے عرش اعظم کانپتا ہے،حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا تم دل چھیل رہے ہو۔

اب ہمیں کبھی خیال ہوتا ہے کہ ہم ہر کام سنت کے خلاف کرتے ہیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

کو تکلیف پہنچے گی۔ چونکہ طالب صادق تھے اخلاص کے ساتھ بات کہی از دل خیزد و بر دل ریزد“
جو بات دل سے نکلتی ہے دل پر اثر ہوتا ہے۔

بات جو دل سے نکلتی ہے اثر رکھتی ہے
پر نہیں طاقتِ پرواز مگر رکھتی ہے

پر نہیں مگر پرواز کی طاقت اس کے اندر ہے۔ بات کہی ان شاعر صاحب کے دل پر لگی فوراً ڈاڑھی اسی حالت میں چھوڑ دی۔ اور کہا:

جزاک اللہ کہ چشمم باز کردی
مرا با جان جاں ہمراز کردی

اللہ تم کو جزائے خیر دے تم نے میری آنکھیں کھول دیں۔ جان جاناں کے ساتھ مجھے ہمراز کر دیا۔

ڈاڑھی چھلوانے سے حضور اکرم ﷺ کو تکلیف ہوتی ہے۔

حدیث شریف میں موجود ہے۔ ایک شخص آیا ڈاڑھی خراب کر کے حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں۔ آنحضرت ﷺ نے اپنا چہرۂ مبارک پھیر لیا۔ اذیت ہوتی تھی تو پھیرا چہرۂ مبارک دوسری طرف۔ اگر کسی کی بات پسند ہوتی ہے تو تب تھوڑے ہی منہ پھیرا جاتا ہے۔ منہ تو اس سے پھیرا جاتا ہے جس کی بات ناپسند ہو دل کو جی سے صدمہ پہنچے، رنج پہنچے اس سے منہ پھیرا جاتا ہے۔

عرض کرنا یہ ہے کہ ایک طرف ہمیں دعویٰ ہے محبت کا کہ ہمیں حضور اکرم ﷺ سے محبت ہے، ایک طرف یہ کہ جو چیزیں حضور اکرم ﷺ کو اذیت پہنچانے والی ہیں وہ ساری کی ساری ہمارے اندر بھری ہوئی ہیں۔ دیکھنا یہ ہے کہ ہمارا یہ دعویٰ کہاں تک موافق ہے۔ اور جن چیزوں کو حضور اکرم ﷺ نے محبت کی علامت فرمایا ہے وہ علامت ہمارے اندر موجود ہیں۔ ان علامتوں سے خالی حضور اکرم ﷺ کے منشاء کے مرضی کے خلاف چیزیں موجود ہیں۔

....

جس شخص کو اللہ تبارک وتعالیٰ کے نبی سے محبت ہوگی اور وہ محبت غالب ہوگی ہر ایک کی محبت پر تو اللہ تعالیٰ اس کی محبت تمام کائنات کے دلوں میں پیدا فرما دیتے ہیں۔

بادشاہ نے خزانہ کی کنجیاں بھیجدیں

مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ کے والد بڑے زبردست بزرگ تھے اپنے زمانے کے۔ ان کی خدمت میں بادشاہ وقت آیا تھا۔ آکر دیکھا مجلس کا عجیب حال ہے۔ وزیر بھی وہاں موجود نمبر دو کے وزیر نمبر تین کے وزیر کتنے امیر وزراء تھے سلطنت کے سارے موجود۔ ایک طرف کو نظر اٹھا کر کے دیکھتے ہیں تو بڑے بڑے تاجر وزراء موجود۔ دوسری طرف کو علماء موجود۔ بادشاہ کو بڑی حیرت ہوئی کہ میرے دربار میں تو یہ لوگ اس طرح سے نہیں آتے۔ ان کے یہاں اس شان کے ساتھ موجود ہیں، اور اتنی قدر سے بیٹھے ہوئے ہیں۔ ہر ایک کی صورت سے معلوم ہوتا ہے کہ سراپا محبت بنا بیٹھا ہے۔ عظمت ان بزرگ کی سب کے اوپر چھائی ہوئی ہے، ذرا دیر بیٹھ کر بادشاہ کا ذہن دوسری طرف متوجہ ہوا۔ بجائے حیرت کے غیرت پیدا ہونا شروع ہوئی۔ حسد پیدا ہونا شروع ہوا۔ ان کے پاس اتنا اقتدار ہے۔ میں باوقار ہوں میرے پاس اتنا اقتدار ہے نہیں۔ کیا کیا خزانہ کی کنجیاں بھیج دیں ان بزرگ کی خدمت میں اور ان کے والد صاحب کے یہاں کہلا بھیجا میرے پاس تو کچھ اور رہا نہیں سب کچھ آپ کے پاس ہے صرف خزانہ کی کنجیاں ہیں۔ یہ بھی آپ کے پاس رکھ لیجئے لے لیجئے۔ اقتدار، وجاہت، عزت سب آپ کے پاس ہے کچھ نہیں میرے پاس لہٰذا یہ کنجیاں بھی حاضر ہیں۔ انھوں نے کنجیاں واپس بھیجدیں اور درخواست کی کہ آج منگل بدھ ہے کل تک کی مجھے مہلت ہو کہ پرسوں جمعہ ہے۔ جمعہ کی نماز پڑھ کر میں آپ کا شہر چھوڑ کر چلا جاؤں گا۔ سب چیزیں آپ کو مبارک ہوں۔ اس بات کی خبر اڑ گئی اوروں کو بھی۔ ایک وزیر کا استعفیٰ آیا، دوسرے وزیر کا استعفیٰ آیا اس کا آیا اُس کا آیا کہ جب حضرت جارہے ہیں تو ہم بھی جارہے ہیں۔ شہر کے جو معزز تھے بڑے باوقار لوگ تھے وہ بھی آگئے،

بادشاہ کو خبر ہوئی اس نے کہا یہ اگر چلے جائیں گے شاید ملک کی ساری جان نکل جائے گی۔ روح نکل جائے گی۔ شاید شہر کی رونق جتنی تھی سب کی سب ختم ہو جائیگی۔ ان کے چلے جانے سے۔ خود حاضر ہو کر معافی مانگی۔ مجھ سے بڑی گستاخی ہوگئی معافی چاہتا ہوں معاف فرمائیے۔ آپ یہاں سے تشریف نہ لے جائیے۔ کیا بات تھی بات یہی تھی کہ ان بزرگ نے مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ کے والد محترم نے اپنے نفس پر ہر چیز کو حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کو غالب فرمالیا تھا اس کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ نے ہر ایک کے دل میں ان کی محبت پیدا فرمادی۔ اللہ تبارک وتعالیٰ اتنی بڑی دولت عطا فرماتے ہیں۔ آدمی اپنی خطاؤں پر نادم ہو تو دو قطرے اس کی آنکھ سے نکل جائیں خدا کو بہت پسندیدہ ہیں۔

کیا جانے کوئی اشکِ ندامت کی حقیقت
کونین خریدے ہیں اسی ایک گہر سے

اسی ایک گہر سے کونین خریدلیں جہاں سے اشک نکلتا ہے۔ دو جہاں آدمی اس کے ذریعہ سے خرید سکتا ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ یہ چیز عطا فرمادے اور دنیا اور دنیا کی ساری چیزیں ہیچ، حقیر ہیں۔ یہ بہت بڑی دولت ہے۔

نہ مرد است آنکہ دنیا دوست دارد

شبہ پیدا ہوتا ہے بعضے بعضے بزرگوں کے پاس تو بڑا مال و دولت ہے۔ لباس ان کا اعلیٰ قسم کا، کھانا بھی اعلیٰ قسم کا، مکان و رہائش بھی، ساز و سامان بھی اعلیٰ۔ ہاں ایسا بھی ہوتا ہے مگر کیا کیفیت۔

ایک صاحب حج کو جارہے تھے بہت مختصر سامان ان کے پاس ایک مشکیزہ، ایک لوٹا، ایک تکیہ بہت ہی فقر پیدل چلے جارہے ہیں۔ چلتے چلتے ایک کشتی میں بیٹھے وہاں ایک بزرگ تھے۔ انھوں نے کہا ان کی خدمت میں بھی ہوتے چلے جائیں زیارت کے لئے گئے۔

اپنا یہ سامان رکھ دیا مسجد میں ۔ان بزرگ کے یہاں دیکھا تو شاہانہ شان ہے ۔بادشاہ کو بھی نصیب نہیں ایسی شان وشوکت ۔وہاں جا کر دل کے اندر شبہ پیدا ہوا کہ بزرگ ایسے بھی ہوا کریں ۔ان کی خدمت میں بیٹھے، انہوں نے پوچھا کیسے آئے؟ حج کے لئے جارہا تھا سوچا کہ آپ سے بھی ملاقات کرتا جاؤں ۔انہوں نے کہا: اچھا ۔کہا: چلو ہم بھی چلیں ۔ان کے ساتھ ہو گئے ۔یوں سوچا کہ سامان وامان کچھ ہوگا ان کا ۔اتنی شان وشوکت کے ساتھ ہیں ۔مستقل جماعت ہوگئی ان کے ساتھ تو ۔آبادی سے باہر نکل گئے ۔چلتے چلتے تب ان صاحب نے کہا حضرت آپ کا ساز وسامان ۔انھوں نے کہا سامان تو میرے پاس کچھ ہے نہیں ۔خدام کہاں ۔خادم بھی نہیں اور رہا یہ ساز وسامان یہ تو سب کا ہے ہمیں اس سے کیا لینا ۔

ان حضرات کا یہ حال ہوتا ہے سارے ساز وسامان کے ساتھ رہتے ہوئے بھی ان کو اس سے اتنا بھی تعلق نہیں ۔یہ بے تعلقی ہے ۔ایک شخص جس کے پاس ایک مشکیزہ ایک لوٹا ۔ایک تکیہ اس کا دل اسی میں اٹکا ہوا رہتا ہو کتنا بڑا فرق ہے کسی نے کہا ۔

نہ مرد است آں کہ دنیا دوست دارد
اگر دارد برائے دوست دار

[وہ مرد نہیں جو دنیا کو دوست رکھے، اگر دوست رکھے تو دوست کے واسطے ہی رکھے ۔]

وہ مرد نہیں ہے جو دنیا کو دوست رکھے اور اگر دنیا اس کے ساتھ ہے تو وہ دوست کی خاطر رکھے کہ اس کی دی ہوئی مالک کی دی ہوئی چیزیں اس نسبت سے کہ مالک ہی کی عطا کی ہوئی ہیں ۔یہ نسبت بہت اونچے درجہ کی چیز ہے جبکہ قلب میں اس کا پورا استحضار ہو جائے ۔

ارے کم بخت محبوب سے محبت تو ہے نہیں ۔اس کی دی ہوئی چیز سے مزے لے رہا ہے اس کی دی ہوئی چیز سے مزہ کہاں، مزہ تو محبوب کے تعلق اور ذکر سے آتا ہے ۔اگر اس سے تعلق ہو تو اس کی دی ہوئی چیز سے مزہ آئے ۔اس سے تو تعلق ہے نہیں تو بھلا مزہ کہاں ۔مالک کی دی ہوئی چیزیں اس نسبت سے کہ مالک کی عطاء کی ہوئی ہیں اس کی قدر کرے یہ

حضرات اسی نسبت کی وجہ سے اس کی قدر کرتے ہیں۔ احادیث میں واقعہ آیا ہے۔

حضرت ایوب علیہ السلام کا سونے کی ٹڈیاں جمع فرمانا

حضرت ایوب علیہ السلام غسل فرمارہے تھے۔ سونے کی ٹڈیاں آئی ہوئی ہیں۔ بارش کی طرح برس رہی ہیں۔ ٹڈی جانور چھوٹا سا ہوتا ہے۔ سونے کی چیز۔ بس یہ فوراً اکٹھی کرنے لگے۔ وہاں سے وحی آئی اے ایوب! کچھ کمی ہے کیا تمہارے پاس؟ "اَلَمْ اَغْنَیْتُكَ" کیا میں نے تم کو غنی نہیں بنادیا، کیا میں نے تم کو اس سے بے پروا نہیں کر دیا۔

حضرت ایوب علیہ السلام نے عرض کیا: "بَلٰی وَلٰکِنْ لَا غِنٰی بِیْ عَنْ بَرَکَاتِكَ یَارَبِّ" کیوں نہیں بے شک آپ نے ہر طرح غنی بنادیا ہے۔ لیکن اے میرے پروردگار تیری برکتوں سے استغنا نہیں ہوسکتا۔ پاک پروردگار! آپ کا دیا ہوا سب کچھ ہے کمی کس چیز کی۔ یہ سب آپ کی عنایات ہیں آپ کی نعمت ہیں۔ آپ کی نعمت سے کون مستغنی ہوسکتا ہے؟ کمی کی وجہ سے نہیں بلکہ آپ کی طرف سے آنے کی وجہ سے جمع کر رہا ہوں۔

موتی گم ہونے اور ملنے کی خبر پر الحمد للہ

ایک بزرگ کے پاس ان کے خادم نے عرض کیا حضرت فلاں موتی بادشاہ نے آپ کے پاس بھیجا تھا۔ فلاں تھا، نادار تھا، وہ کھویا گیا۔

دونوں آنکھ بند کر کے دیکھا تو فرمایا: الحمد للہ!

خدام تلاش کرنے میں لگے ہوئے تھے ہی، ڈھونڈ ڈھانڈ کے نکال لیا اور عرض کیا: حضرت وہ موتی پالیا۔

فرمایا: الحمد للہ!

بعد میں کسی نے پوچھا: حضرت یہ کیا بات ہے؟ آپ نے اس کے کھوجانے پر بھی

الحمد للہ کہا اور پائے جانے پر بھی الحمد للہ۔

فرمایا: جب آ کر خبر دی کہ موتی کھویا گیا۔ میں نے دیکھا میرا اطمینان تو نہیں کھو گیا؟ میں نے دیکھا کہ میرا اطمینان بالکل کھویا نہیں، اطمینان قلب میں تھا، اس لئے الحمد للہ کہا۔ جب آ کے خبر دی کہ موتی مل گیا، پا گیا تو دیکھا کہ اطمینان میں کچھ اضافہ تو نہیں ہوا؟ خوشی تو نہیں ہوئی؟ دیکھا کوئی تبدیلی نہیں نہ اضافہ نہ کمی بالکل فارغ۔ میں نے کہا: الحمد للہ!

لہٰذا ان بزرگوں کے پاس جو کچھ عطا ہو حق تعالیٰ کی طرف سے اس کی نسبت سے اس کی قدر ہوتی رہے کہ حق تعالیٰ کی دی ہوئی ہے۔ لانے والا اخلاص کے ساتھ میں لا رہا ہے پس اخلاص کے ساتھ قدر کرنی چاہئے اس چیز کی اس ہیئت سے کہ اپنے نفس کی خواہش کی چیز ہے۔ اس کی بالکل قدر نہیں ہوتی۔ قدر ہوتی تو اس چیز کی جس کو حق تعالیٰ نے عطا فرمائی۔ یہ نہیں کہ نفس کو اس سے راحت ملے گی، نفس خوش ہوگا اس واسطے نہیں بلکہ اس واسطے کہ اللہ اس سے کتنے خوش ہوں گے جنھوں نے یہ چیز عطا کی۔

حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی حالت

عجیب حال تھا بزرگوں کا حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ معمولی بوریے چٹائی پر بھی بیٹھے دری پر بھی بیٹھے، بیش قیمت قالین پر بھی بیٹھے، معمولی کپڑے بھی پہنے، قیمتی کپڑے بھی پہنے، کپڑا تھا سفید اس کے اوپر کالے رنگ کے پیوند بھی لگائے۔ نہ اس کے پہننے سے کوئی عار ہے، نہ اس کے پہننے کی وجہ سے کسی قسم کا استکبار ہے جو شخص اپنے نفس کو مٹا دے۔ اور حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کو اپنے اوپر غالب کرلے تو یہ دنیا اس کی نظر میں کوئی حیثیت نہیں رکھتی۔ اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے فضل سے اس کو بہت کچھ نوازتے ہیں، بہت کچھ عنایت فرماتے ہیں۔

تو ساری درخواست کا خلاصہ یہی ہے کہ محبت کے بغیر ایمان نہیں۔

....

"لَا یُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی اَکُوْنَ اَحَبَّ اِلَیْهِ مِنْ وَّالِدِهٖ وَوَلَدِهٖ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ" (مسند احمد: ۱۷۷/۳)

[تم میں کوئی آدمی اس وقت تک مومن نہیں ہوسکتا یہاں تک کہ میں اس کو اس کے والد اس کی اولاد اور تمام انسانوں سے زیادہ محبوب ہو جاؤں۔]

اللہ کی محبت ہو اللہ کے رسول کی محبت ہو اور یہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت ہر ایک کی محبت پر غالب ہونی چاہئے۔ یہ ایمان کی علامت بتائی ہے اور جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت ہوگی تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی جو چیز ہوگی وہ اپنی پسند ہوگی اور جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ناپسند ہوگی وہ اپنے کو ناپسند ہوگی۔ اور جس سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو خوشی نہ ہو اس سے اپنے آپ کو خوشی نہ ہو۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دودھ پلا کر خوش ہونا

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ جس وقت ہجرت کے موقعہ پر ساتھ تھے، غار ثور کے قریب پہاڑی پر پہنچ کر دیکھا ایک شخص بکریاں چرا رہا ہے۔ اس سے پوچھا بھائی کس کی بکریاں ہیں؟ کہا کہ فلاں شخص کی۔ وہ ان کا جاننے والا تعلق والا تھا۔ انھوں نے کہا اجازت ہے دودھ دہنے کی؟ کہا ہاں اجازت ہے۔ دودھ دوہ لیا پہلے بکری کے تھن کو صاف کیا غبار سے، دودھ دوہا اس کو الٹ پلٹ کر ٹھنڈا کیا تا کہ اسکی گرمی ختم ہوجائے۔ فریج تو نہیں ہوتے تھے اس زمانے میں۔ یوں ٹھنڈا کرلیا کرتے تھے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو پلایا۔ حدیث میں موجود ہے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کہتے ہیں "فَشَرِبَ حَتّٰی رَضِیْتُ" (مشکوۃ شریف: ۵۳۰/۲)

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دودھ پیا یہاں تک کہ میرا جی راضی ہوگیا۔ میں خوش ہوگیا۔

....

پی رہے ہیں حضور اکرم ﷺ دودھ اور راضی ہو رہا ہے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا جی۔

غارِ ثور میں صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی جاں نثاری

غار کے اندر جانے کا وقت آیا تو حضور اکرم ﷺ سے عرض کیا کہ حضورؐ! ٹھہر جائیے پہلے میں جا رہا ہوں۔ اندر گئے تا کہ اگر کوئی موذی جانور وہاں ہو۔ ایسے غار میں ہوا ہی کرتے ہیں اس سے حفاظت ہو جائے۔ گئے جا کر کے دیکھا کہ غار میں بہت سارے سوراخ ہیں ادھر ادھر۔ چادر کو اپنی پھاڑ پھاڑ کر سوراخوں میں بھر دیا راستے بند کر دیئے۔ تا کہ کوئی موذی جانور اندر سے نکل نہ پائے۔ جب باہر آئے تو حضور ﷺ نے دریافت فرمایا کہ چادر کیا ہوئی؟ تو کہا: حضورؐ! اس کام آ گئی۔ آقائے نامدار ﷺ کی راحت کے واسطے چادر کام آ گئی۔ اس سے زیادہ خوش نصیب چادر کون سی ہوگی؟ پھر حضور اکرم ﷺ کو لے کر اندر گئے اور جا کر کہا: حضورؐ! میری ران پر سر رکھ کر آرام فرمالیں۔ سو جائیں۔ لٹا دیا۔ دیکھا کہ ایک سوراخ رہ گیا۔ اس سوراخ میں اپنا پیر دے دیا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے۔ وہاں کوئی سانپ تھا، سانپ نے کاٹا۔ بس اس سانپ کے کاٹتے ہی یہ خیال پیدا ہونا شروع ہو گیا کہ سانپ میں اللہ تعالیٰ نے یہ تاثیر رکھی ہے کہ اس کے کاٹنے سے آدمی مر جاتا ہے۔ میں مر جاؤں گا حضور اکرم ﷺ اکیلے رہ جائیں گے۔ حضور اکرم ﷺ مجھ پر اعتماد کر کے اپنا رفیق بنا کر ساتھ لائے ہیں۔ افسوس حضور اکرم ﷺ بغیر رفیق کے رہ جائیں گے۔ دشمن تلاش میں ہے پریشانی ہوگی۔ یہ تصور آنا تھا کہ بے اختیار آنسو آ گئے، آنسو چہرہ مبارک پر گرے۔ حضور اکرم ﷺ بیدار ہوئے تو کہا: حضورؐ! مجھے سانپ نے کاٹ لیا۔ حضور اکرم ﷺ نے لعاب دہن لگا دیا اور اللہ تعالیٰ نے شفا عطا فرمادی۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی آنکھ سے آنسو نکلنے کی وجہ یہ ہے یہ تصور کہ حضور اکرم ﷺ تنہا رہ جائیں گے۔ دشمن تاک میں ہے۔ آنحضرت ﷺ کو کوئی بدنصیب تکلیف نہ پہنچا دے۔

بدنصیب ہیں وہ لوگ جو اعتراض کرتے ہیں کہ دیکھو بڑے میاں صورت بنائے رو رہے ہیں۔ ذرا سا سانپ نے کاٹ لیا تو رو رہے ہیں۔ بدنصیبوں کی کتابوں میں ہے یہ چیز۔ شیعہ لوگ کہتے ہیں۔ حضور اکرم ﷺ نے جب لعاب دہن لگا دیا زہر رفع ہو گیا صحت ہوگئی۔ دشمن تلاش کرتے کرتے قریب تک پہنچ گئے۔ عرض کیا کہ حضورؐ دشمن ہمیں دیکھ رہے ہیں۔ ذرا اپنے قدموں کی طرف دیکھ لیں تو ہمیں دیکھ لیں گے۔

آنحضرت ﷺ نے فرمایا: "لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا" [غم نہ کرو! اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہے۔] ان دو کے متعلق کیا خیال کرتے ہیں کہ تیسرا جن کا اللہ ہے۔ ایک میں اور تم دو اور تیسرا ہمارا اللہ ہے۔ ہمارا محافظ اللہ ہے۔ حضور اکرم ﷺ کو بھی اعتماد تھا۔ حضور اکرم ﷺ کو اعتماد نہ ہوگا تو اور کس کو اعتماد ہوگا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواری کی تمنا

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے ازالۃ الخفاء میں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حوارین میں سے ایک نے درخواست کی حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے آپ دعاء کیجئے کہ میں نبی آخر الزماں حضرت محمد ﷺ کی زیارت کرلوں۔

وہاں سے جواب ملا کہ نہیں اس حالت میں تو نہیں دیکھ سکتے اگر تم چاہو تو تم کو سانپ بنا دیا جائے۔ اس نے منظور کرلیا۔ انسان اشرف المخلوقات اور وہ بھی اس زمانہ کے جلیل القدر پیغمبر کے صحابی حوارین میں سے تھے حضرت نبی اکرم ﷺ کے دیدار کا شوق اتنا غالب تھا کہ انھوں نے اس اشرف المخلوقات کی صورت کو بدل کر سانپ کی صورت لانے کو بخوشی منظور کر لیا۔ حضرت نبی کریم ﷺ کے دیدار کے لئے۔ چنانچہ ان کو سانپ بنا دیا گیا۔ بتا دیا گیا تھا کہ حضرت نبی اکرم ﷺ مکہ مکرمہ میں پیدا ہوں گے۔ مدینہ طیبہ ہجرت کر کے جائیں گے، راستے میں اس غار میں ٹھہریں گے۔ آکر سانپ اس غار میں ٹھہر گیا، کئی صدیاں گذر گئیں، اسی کا

وہ سوراخ رہ گیا تھا جس میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے پیر دیا تھا۔ اس سانپ نے کہا اللہ کے بندے اتنی صدیوں یہاں پڑا رہا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے لئے آج تم نے پیر دیدیا۔ تو بھئی! حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دیدار کا شوق تو سبھی کو ہے۔ ماشاء اللہ دنیا اور دنیا کی تمام چیزیں قربان کر کے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نصیب ہو جائے تو بھی بڑی بات ہے۔ اللہ کے بندے ایسے بھی اس دنیا میں گذرے جنھوں نے حالت بیداری میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی۔

جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کو بیدار میں زیارت

حضرت جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق فیض الباری میں لکھا ہے کہ آٹھ مرتبہ انھوں نے بیداری کی حالت میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی۔ اور دوسرے حضرات کے متعلق بھی ہے۔

حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کو بیداری میں زیارت

شیخ الاسلام حضرت مولانا مدنی نور اللہ مرقدہٗ کے حالات میں ہے کہ مدینہ طیبہ میں مسجد نبویؐ میں بیٹھے حدیث شریف کا درس دے رہے تھے۔ مسئلہ آگیا حیات النبیؐ کا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم وفات کے بعد بھی اپنی قبر مبارک میں حیات ہیں بس کیا تھا۔ طلبہ اشکال کر رہے تھے۔ حضرت مولانا سمجھا رہے تھے دلائل کے ساتھ۔ طلبہ نہیں مان رہے ہیں۔ حیات تسلیم نہیں کر رہے ہیں۔ سبق پڑھاتے پڑھاتے یکدم مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے یوں سر اٹھایا روضۂ مبارک کی طرف قبر اطہر کی طرف۔ طلبہ نے بھی دیکھا۔ دیکھا تو روضۂ مبارک وہاں نہیں حجرہ شریف وہاں نہیں دیوار وغیرہ کچھ نہیں۔ خود حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بنفس نفیس تشریف فرما ہیں۔ پھر سر دوسرے طرف کو کرلی۔ دوبارہ دیکھا تو پھر روضۂ مبارک اسی طرح موجود جیسے پہلے تھا۔ یعنی

ویسے دلائل سے سمجھایا تو سمجھ میں نہیں آیا تو نفس الا مری میں دکھلا دیا کہ اپنی اپنی آنکھوں سے دیکھ لو۔ اللہ تعالیٰ جس کو پسند فرما لیتے ہیں تو دکھلاتے ہیں۔

زیارت نبوی ﷺ کا طریقہ

حضرت نبی اکرم ﷺ کے دیدار کا شوق انشاء اللہ سب کو ہے اور اس شوق کو پورا کرنے کا داعیہ بھی سب کو ہے۔ اس دنیا میں نصیب ہو آخرت میں نصیب ہو، قبر میں نصیب ہو۔ حضور اکرم ﷺ نے طریقہ بتلا دیا اس کے لئے کہ جنت میں میرے ساتھ کی صورت یوں ہے جنت میں میری رفاقت کس طرح حاصل ہو سکتی ہے۔ "اَعِنِّیْ عَلٰی نَفْسِكَ بِكَثْرَةِ السُّجُوْدِ" (مشکوۃ شریف: ۸۴/۱) [اپنے نفس کے خلاف کثرت سجود کے ساتھ تم میری مدد کرو۔] زیادہ نماز پڑھا کرو اور "اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ" [بس اعمال کا مدار نیتوں پر ہے۔] اگر آدمی اس نیت سے پڑھے تا کہ حضور اکرم ﷺ کی معیت وہاں نصیب ہو جائے تو حق تعالیٰ اس کو جنت کا بھی ثمرہ عطا فرمائیں گے۔

دعویٰ بھی موجود اور اس دعویٰ کے لئے دلائل بھی بیان فرما دیئے گئے اور دعویٰ کی علامت بھی بتا دی گئیں۔ حضور اکرم ﷺ کی مرافقت بھی بتلا دی گئی کہ کس طرح سے مرافقت نصیب ہوتی ہے۔ اب جو حضرات اس بات کی خواہش رکھتے ہیں ان سب کو سخت ضرورت ہے کہ اپنی زندگیوں کا جائزہ لیں، تلاش کر کے دیکھیں جو طریقہ بتلا دیا گیا اس طریقہ کو اختیار کریں۔

دعا

اللہ تبارک وتعالیٰ توفیق عطا فرمائے اور دھوکہ سے حفاظت فرمائے۔ آمین۔ حقیقی محبت حقیقی الفت نصیب فرمائے، اصلاح فرمائے۔ حضور اکرم ﷺ کی طرف سے جو مہمان ہمارے یہاں موجود ہیں اللہ تبارک وتعالیٰ ان کے فیض سے متمتع فرمائے۔

....

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِكْ وَسَلِّمْ ۔ رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ ھَدَیْتَنَا وَھَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً اِنَّكَ اَنْتَ الْوَھَّاب ۔

اے خدائے پاک! ہماری غفلتوں کو دور فرما۔ اے اللہ! ہماری بے حسی کو دور فرما۔ اے اللہ! تیری طرف سے انعامات کے اثرات میں کوئی کمی نہیں ہے اے پروردگار! ہمیں توفیق عطا فرما اس سے نفع اٹھانے کی۔ اے اللہ! یہ پاک مہینہ مبارک مہینہ جا رہا ہے، اے مولا! اس کو پورا پورا وصول کرنے کی توفیق مرحمت فرما۔ اے مولا! رحم فرما۔ گناہوں کی نحوست سے ہم کو دھو دے، پاک فرما دے۔ اے اللہ! جن اخلاق رذیلہ سے تیرے نبی اکرم ﷺ کو ناراضگی ہے۔ اے پاک پروردگار! ایک ایک کر کے ان کو ہمارے اندر سے نکال دے۔ اللہ العالمین! جن اخلاق سے محبت فرماتے تھے وہ اخلاق مرحمت فرما۔ اے پاک پروردگار! تو بے جان چیز میں جان ڈالنے والا ہے، الٰہی! ہمارے اندر بھی حقیقی جان ڈال دے۔ اے اللہ! اپنے حبیب پاک ﷺ کی محبت کو ہر چیز کی محبت پر غالب فرما دے۔ اے پاک پروردگار! ہمارے گناہوں کو معاف فرما دے۔ جیسا روزہ تجھے مطلوب ہے ویسا روزہ رکھنے کی توفیق مرحمت فرما، جیسی نماز تجھے مقبول ہے ویسی نماز پڑھنے کی توفیق مرحمت فرما۔ اے پاک پروردگار! ہمارے دلوں کے زنگ کو دور فرما دے۔

رَبَّنَا اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَةً وَّفِی الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ ۔ وَصَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلٰی خَیْرِ خَلْقِهٖ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِكْ وَسَلِّمْ بِرَحْمَتِكَ یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ ۔

❑❑❑

حقوق مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم

اس بیان میں

☆......حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے امت پر کیا کیا حقوق واجب ولازم ہیں؟ اس وعظ میں ان حقوق کی تفصیل بیان کی گئی ہے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حقوق

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَ کَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی. اَمَّا بَعْدُ!

فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔

لَقَدْ مَنَّ اللّٰہُ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ اِذْ بَعَثَ فِیْہِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِہِمْ ... الخ۔

[حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مومنوں پر بڑا احسان کیا کہ ان کے درمیان ان ہی میں سے ایک رسول بھیجا جو ان کے سامنے اللہ کی آیتوں کی تلاوت کرے، انہیں پاک صاف بنائے، اور انہیں کتاب اور حکمت کی تعلیم دے، جبکہ یہ لوگ اس سے پہلے کھلی گمراہی میں مبتلا تھے۔] (آسان ترجمہ)

اللہ جل جلالہٗ وعم نوالہٗ نے اس آیت شریفہ میں اپنے ایک بڑے احسان کا ذکر کیا ہے۔ فرمایا کہ اللہ نے بہت بڑا احسان کیا مومنین پر۔ ایمان لانے والوں پر بڑا احسان کیا کہ ان میں رسول بھیجا جو انہیں میں سے ہے۔ انہیں کی قسم میں سے ہے۔ انہیں کی نوع میں سے ہے۔ یہ بہت بڑا احسان ہے۔

اللہ تعالیٰ کے بے شمار احسانات

اللہ تعالیٰ کے بے شمار احسانات ہیں۔ ہمیں پیدا کیا کتنا بڑا احسان ہے۔ نہ پیدا کرتے تو ہمارا کیا زور تھا۔ پیدا کیا تو انسان بنایا۔ اگر انسان نہ بناتے جانور بنا دیتے تو ہمارا

زور تھا کچھ؟ گدھے بھی تو اسی کے پیدا کئے ہوئے ہیں کتے بھی اسی کے پیدا کئے ہوئے ہیں۔ سانپ بچھو بھی اسی نے پیدا کیے ہیں۔ اگر خدا ہمیں انسان نہ بناتا، سانپ بچھو بناتا تو ہمارا کوئی زور تھا اس پر؟ تو کیا ہوا ہوتا؟ جو دیکھتا وہی مارنے کو دوڑتا، گدھا بناتا، بیل ہاتھی بناتا تو کیا ہوتا۔ یہ سب بھی تو اسی کے پیدا کئے ہوئے ہیں۔ اس نے ہمیں انسان بنایا، کتنا بڑا احسان کیا۔ پھر انسانوں میں بھی کتنے انسان ایسے ہیں جو بڑے بے شمار عوارض میں مبتلا ہیں۔ پریشانیوں میں مبتلا ہیں۔ کسی کی آنکھ نہیں، کسی کا کان نہیں، کسی کی ٹانگ ٹوٹی ہوئی، کسی کے معدے میں درد، کسی کی کمر میں درد، قسم قسم کی بیماریوں میں مبتلا۔ اللہ تعالیٰ نے ان ساری بیماریوں سے محفوظ فرمایا۔ کتنا بڑا احسان کیا اور کتنے ہی انسان ایسے ہیں جو اپنے ہاتھ سے بت بناتے ہیں، اس کی پوجا پاٹ کرتے ہیں۔ اس کو خدا، معبود اور حاجت روا سمجھتے ہیں۔ مالک الملک سے بہت دور جا پڑے ہیں۔ جانتے ہی نہیں اپنے پیدا کرنے والے کو اپنے خالق کو، اپنے رازق کو۔ پہچانتے نہیں۔ کتنے لوگ ایسے ہیں کہ نام تو ان کا مسلمان ہے لیکن کبھی مسجد میں نہیں آتے ہیں، کبھی قرآن کریم نہیں پڑھتے، کبھی سر نہیں جھکاتے خدا کے سامنے۔ کبھی کلمہ نہیں پڑھتے۔ جانتے ہیں۔ تو اللہ نے کتنا بڑا احسان فرمایا کہ اپنے گھر میں آنے کی اجازت دی۔ مسجد میں آنے کی۔ اگر مہر لگا دیں دلوں پر تو کوئی آسکتا ہے؟ ہرگز نہیں آسکتا۔

جو آپ کو اندر نہیں آنے دیتا وہ مجھ کو باہر نہیں آنے دیتا

ایک بابو صاحب ان کے ساتھ ملازم۔ ملازم نماز کا بہت پابند۔ کہیں ساتھ لئے جا رہے ہیں۔ چلتے چلتے بازار سے کچھ سامان سودا خریدا۔ ادھر اذان ہوگئی۔ ملازم نے کہا حضور میں تو جا رہا ہوں میرے آقا نے میرے مولا نے مجھے بلایا ہے۔ اس نے کہا تیرا آقا تو میں ہوں تجھے کس نے بلایا۔ اذان ہوگئی۔ مسجد میں جانے کے لئے حکم ہے۔ چنانچہ وہ باہر بیٹھ گئے اور ملازم مسجد کے اندر آ گیا۔ ملازم نے نماز پڑھی، کچھ تسبیح وظیفہ پڑھنے لگا۔ دیر ہوگئی نہیں گیا۔ وہ صاحب

آئے۔ آواز دی۔ ارے آتا نہیں کیا ہوگیا؟ ملازم نے کہا جانے نہیں دیتے۔ اس نے کہا ارے کون نہیں جانے دیتا وہاں کون بیٹھا ہے۔ دیکھا ادھر ادھر کوئی وہاں بیٹھا نہیں ہے۔ پھر کون جانے نہیں دیتا۔ ملازم نے کہا وہی جو آپ کو اندر نہیں آنے دیتا۔ جو آپ کو اندر مسجد میں آنے نہیں دیتے وہ مجھ کو مسجد سے باہر جانے نہیں دیتے۔

نماز، روزہ، زکوۃ، تلاوتِ قرآن پاک دیگر عبادات

اللہ میاں کی طرف سے کتنا بڑا احسان ہے کہ اپنے دربار میں اس نے آنے کی اجازت دیدی۔ دنیا میں کسی کلکٹر سے کسی ڈپٹی سے کسی بڑے آدمی سے ملنا چاہو تو کتنی دیر لگتی ہے۔ اس کے یہاں درخواست بھیجو۔ ملازمین سے بات کرو۔ ٹیلیفون پر بات کرو۔ وقت بتاؤ۔ اپنا مقصد بتاؤ۔ کیوں آئے ہو۔ یہ بتانا پڑے گا۔ پھر بھی الجھن ہے اجازت ملے یا نہ ملے۔ اللہ میاں کے یہاں کچھ نہیں، کوئی درخواست نہیں دیتے۔ کسی کی سفارش نہیں، آؤ! وہ اعزاز و اکرام سے بلاتے ہیں اجازت ہے آؤ آؤ۔ اس لئے اللہ تعالیٰ کے احسانات تو بہت ہیں بے شمار ہیں۔ قرآن پاک اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا کتنا بڑا احسان ہے۔ ایک ایک حرف پر دس دس نیکیوں کا ثواب ملتا ہے۔ ایک ایک سورۃ عالی۔ ایسا کہ ثواب بہت بڑا۔ قل ھو اللہ شریف ایک مرتبہ پڑھنے پر ایک تہائی قرآن شریف پڑھنے کا ثواب ملتا ہے۔ یٰسین شریف ایک مرتبہ پڑھنے پر دس مرتبہ قرآن شریف پڑھنے کا ثواب ملتا ہے۔ ایسی ایسی نعمتیں اس نے دے رکھی ہیں۔ نماز کس کی بدولت عطا ہوئی۔ حضور ﷺ کی بدولت عطا ہوئی، پانچ وقت حاضری کا حکم! اور اللہ تعالیٰ قدر دانی سے بلاتے ہیں۔ حدیث شریف میں آتا ہے کہ جب آدمی گھر سے وضو کر کے مسجد کے لئے نکلتا ہے تو ایک ایک قدم پر ایک ایک نیکی ملتی ہے۔ ایک ایک گناہ معاف ہوتا ہے۔ ایک قدم پر اس کا ایک درجہ بلند ہوتا ہے۔ کتنا بڑا احسان ہے۔ کتنا بڑا اکرم ہے۔ کتنا بڑا اعزاز ہے۔ وہیں سے اعزاز شروع ہوتا ہے۔ اپنے گھر آنے والے کے لئے۔ یہ

احسانات انعامات ہیں حق تعالیٰ کے ان پر شکرادا کرنا چاہئے۔جیسی جیسی بڑی نعمت ہوتی ہے ویسا اس کا بڑا شکر ہوتا ہے۔حق تعالیٰ نے حضرت نبی کریم ﷺ کو ہماری ہدایت کیلئے بھیجا۔ بہت بڑا انعام ہے۔قرآن پاک حضور اکرم ﷺ کی بدولت ملا۔روزہ حضور اکرم ﷺ کی بدولت ملا،زکوٰۃ کا حکم حضور اکرم ﷺ کی بدولت ملا۔حج حضور اکرم ﷺ کی بدولت ملا۔کتنے بڑے احسانات ہیں۔پانچ وقت سارے محلے والے جمع ہوتے ہیں۔ایک دوسرے کو سلام کرتے ہیں۔اس کی خیریت پوچھتے ہیں۔اگر کوئی شخص نہیں آیا تو تحقیق کرتے ہیں کہ کیا بات ہے خیریت پوچھتے ہیں۔طبیعت تو اچھی ہے،کہیں باہر تو نہیں گیا۔کوئی عارض پیش نہیں آیا۔ ایک ہمدردی یہی ہے،جو نماز کے ذریعہ لوگوں کے دلوں پیدا ہوتی ہے۔ہفتے میں ایک روز جمعہ کے دن ساری بستی کے لوگ جمع ہوتے ہیں،تو ایک دوسرے کو دیکھ کر خوش ہوتے ہیں،ایک دوسرے کو دیکھ کر اپنا محسن سمجھتے ہیں،اپنا ہمدرد اور خیر خواہ سمجھتے ہیں کتنی بڑی ہمت اورقوت دلوں کے اندر پیدا ہوتی ہے۔نماز کی بدولت۔اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

احسان عظیم

لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ

[حقیقت یہ ہے کہ اللہ نے مومنوں پر بڑا احسان کیا۔]

جو لوگ عربی سے واقفیت رکھتے ہیں جانتے ہیں،"ل" تاکید کے لئے آتا ہے۔"قد" تحقیق کے لئے آتا ہے۔بالتحقیق اللہ تعالیٰ نے بہت بڑا احسان فرمایا۔احسان تو سب کے لئے ہے۔آپ کی ذات عالیہ ذات مبارکہ،ذاتِ مقدسہ سب کے لئے احسان ہے۔آسمانوں کیلئے بھی،زمینوں کے لئے بھی،فرشتوں کے لئے بھی،جنات کے لئے بھی،حیوانات کیلئے بھی بشر کے لئے بھی،سب کے لئے رحمت و نعمت ہے۔حضرت نبی اکرم ﷺ کی ذات مقدسہ۔ لیکن فائدہ اٹھانے کے لئے مومن ہونا شرط ہے۔جو لوگ آپ پر ایمان لاتے ہیں وہ فائدہ

اٹھاتے ہیں۔ یہ احسان خاص طور پر مومنین کیلئے ہے۔ ایمان لانے والوں کے لئے ہے۔ جیسا بڑا احسان ہوتا ہے ویسا ہی بڑا اس کا شکر بھی ہوتا ہے۔ ویسا ہی اس کا حق بھی ہوتا ہے۔

حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حقوق

حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حقوق بے شمار ہیں۔ ان کو اگر سمویا جائے تو تین قسم میں سمویا جا سکتا ہے۔

پہلا حق محبت

(۱)...... پہلا حق ہے محبت کا آپ کی ذات مقدسہ سے محبت ہونی چاہئے۔ خود حدیث پاک میں آتا ہے: "لَا يُؤمِنُ اَحَدُكُمْ حَتّٰى اَكُوْنَ اَحَبَّ اِلَيْهِ مِنْ وَالِدِهٖ وَوَلَدِهٖ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ" (مسند احمد: ۳/۱۷۷) تم میں سے کوئی شخص مومن کہلانے کا حق نہیں رکھتا مومن کہلانے کا مستحق ہی نہیں ہے جب تک کہ میری محبت اس کے دل میں اسکے ماں باپ سے اس کی اولاد سے سب انسانوں سے زیادہ نہ ہو جائے۔ لہٰذا پہلا حق محبت کا ہے۔ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ مقدسہ سے محبت ہونی چاہئے۔ ہر گھر سے بھی محبت ہوتی ہے۔ اپنی دوکان سے، اپنے عہدے سے، اپنی اولاد سے، اپنے مال سے۔ لیکن حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی جو محبت ہے وہ سب محبتوں سے بالاتر اور اعلیٰ ہونی چاہئے۔ اس کا اندازہ ہوتا ہے مقابلے کے وقت، ایک کی محبت کا تقاضا کچھ اور حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کا تقاضا کچھ اور۔ تو آدمی کس کی محبت اختیار کرتا ہے۔ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کو یا کسی اور کی محبت کو۔ اس کو دیکھنے کی ضرورت ہے۔ اس کے لئے تلاش کرنے کی ضرورت ہے۔ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا حال۔ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کس طرح محبت کی ہے۔ اور کیسے کیسے مقابلے کے وقت میں کیا کیا نوبت آئی ہے۔

غزوۂ بدر

اسلام کا سب سے پہلا جہاد غزوۂ بدر کہلاتا ہے۔ قصہ طویل ہے۔ اس میں تھوڑا سا ٹکڑا یہاں نقل کرتا ہوں۔ قرآن پاک میں بھی غزوۂ بدر کا تذکرہ آیا ہے۔ احادیث میں تشریح سے آیا ہے۔ جب غزوۂ بدر رہوا۔ ادھر سے چلے حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم۔ کثرت سے پیادہ تھے۔ ایک ایک اونٹ پر تین تین آدمی باری باری سوار ہوتے تھے۔ ایک دو گھوڑے تھے۔ ایک دو تلواریں تھیں۔ باقی کسی کے پاس تلوار نہیں، گھوڑا بھی نہیں تھا۔ وہاں پہونچ کر پہلا کام کیا۔ حضورا کرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اللہ کے سامنے نماز پڑھ کر دعا کی۔ اس طرح دعا کی کہ یا اللہ! اتنے برسوں کی محنت کے بعد یہ مسلمان تیار ہوئے ہیں، ایمان لائے ہیں۔ ۳۱۳؍ تھے مسلمان، کل صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ۳۱۳؍ آدمی ایمان لائے ہیں۔ مدتوں کی محنت کے بعد۔ بڑی مشقتوں سے بڑی مصیبتوں سے۔ اگر آج یہ قتل ہوئے تو کل تیرا نام لینے والا کوئی نہیں رہے گا۔ اس پر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا۔ بس بس حضور صلی اللہ علیہ وسلم دعا قبول ہو گئی۔ ایک چھپر ڈال دیا تھا کہ حضورا کرم صلی اللہ علیہ وسلم اس چھپر میں رہیں۔ اگر کسی کو کوئی ضرورت پیش آوے کوئی بات کہنی ہو اس چھپر تک آجاوے۔ پہچاننے کے لئے چھپر ڈال دیا گیا۔ تلاش نہ کرنا پڑے۔ ادھر اُدھر کہاں ہیں حضورا کرم صلی اللہ علیہ وسلم بلکہ چھپر کو دیکھ کر وہاں آجاوے۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی جاں نثاری

اور پہرے کے لئے حفاظت کے طور پر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تجویز تھے۔ کہ حضورا کرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس رہیں۔ اگر پچاس قدم کے فاصلے پر بھی کوئی شخص حضورا کرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف نظر اٹھا کر دیکھتا تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تلوار لئے ہوئے شیر کی طرح اس پر جھپٹتے تھے۔ اس حفاظت کے لئے قدرت کی بات اس جہاد میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ

ادھر حضرت نبی کریم ﷺ کے ساتھ تھے اور ان کے بیٹے حضرت عبدالرحمن بن ابی بکر مشرکین کے ساتھ کافروں کے ساتھ تھے۔ وہ اس وقت ایمان نہیں لائے تھے۔ اللہ نے مسلمانوں کو فتح دی۔ ستر مشرکین قتل ہوئے۔ ستر گرفتار ہو کر قیدی بنا لئے گئے۔ اللہ نے وہ دن کیا کہ حضرت عبدالرحمن بن ابی بکر رضی اللہ عنہ بھی ایمان لائے۔ ایک دن کہنے لگے کہ بدر کی لڑائی میں آپ ایک موقع پر میرے نشانے پر آگئے تھے۔ میں چاہتا تو آپ کو قتل کر دیتا لیکن باپ ہونے کا خیال کیا کہ آپ میرے باپ بھی ہیں۔

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کیا جواب دیا، جانتے ہو؟ انھوں نے جواب دیا کہ تم نے باپ ہونے کا خیال کیا، لیکن اگر تو میرے نشانہ پر آجاتا تو میں تجھے زندہ نہ چھوڑتا۔ میں خیال نہ کرتا کہ تو میرا بیٹا ہے۔ میں تجھے فوراً قتل کر دیتا۔ تیری مجال حضور اکرم ﷺ کے مقابلے میں تلوار لے کر آئے۔ یہاں سے اندازہ لگانے کی ضرورت ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دل میں حضور اکرم ﷺ کی محبت اپنے بیٹے سے کہیں زیادہ تھی۔ ایسے مقابلے کے وقت پتہ چلتا ہے کہ کس کی محبت زیادہ ہے کس کی کم۔

ام المومنین حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کی جاں نثاری

حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ کی بیٹی حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا حضور اکرم ﷺ کی زوجہ مطہرہ ان کے پاس ان کے باپ ابوسفیان آئے۔ ابوسفیان اس وقت تک مسلمان نہیں ہوئے تھے۔ انھوں نے دیکھا کہ جب باپ آئے ہوئے ہیں تو جو بستر بچھا ہوا تھا جلدی سے لپیٹ کر الگ رکھ دیا۔ باپ نے پوچھا یہ کیا دنیا کا دستور ہے کہ جب باپ جاتا ہے بیٹی کے پاس تو بیٹی اس کے لئے بستر ہ بچھا دیتی ہے۔ تو نے بچھا بچھایا بسترہ اٹھا کے رکھ دیا۔ انھوں نے بتلایا۔ یہ بسترہ حضرت نبی کریم ﷺ کا ہے۔ تم نجس ہو، کافر ہو۔ مشرک ہو، ایمان نہیں لائے ہو، تم اس قابل نہیں کہ حضور اکرم ﷺ کے بستر پر بیٹھ سکو۔ معلوم ہوا کہ حضور اکرم ﷺ کی

محبت زیادہ تھی باپ کی محبت سے۔

بہت واقعات ہیں، حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ساری زندگیاں بھری ہوئی ہیں۔ اسی طریقے پر کہ ان حضرات کے یہاں محبت حضورا کرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیادہ تھی تو حضورا کرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک حق ہے محبت کرنا۔ لیکن اتنا یاد رہے کہ خالی محبت بغیر عقیدت کے بغیر اطاعت کے خالی محبت کا دم بھرنا نجات کے لئے کافی نہیں۔

دوسرا حق عقیدت

دوسرا حق ہے عقیدت کا۔ عقیدت کے کیا معنیٰ ہیں؟ یہ یقین کریں اور یہ فیصلہ کریں کہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جو دین لے کر آئے، جو کتاب لے کر آئے، جو احکام لے کر آئے وہ سب حق ہیں، وہ سب سچے ہیں، ایسے سچے ہیں کہ ان کو اختیار کئے بغیر نجات نہیں۔ نجات صرف حضورا کرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کی تعمیل میں ہے۔ یہ یقین رکھنا، یہ عقیدت رکھنا یہ دوسرا حق ہے۔ حضورا کرم صلی اللہ علیہ وسلم کا۔ چنانچہ چالیس سال کی زندگی حضورا کرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایسی تھی مکہ مکرمہ کی کہ سب لوگ آپ سے محبت کرتے تھے۔ مرد بھی اور عورت بھی۔ آپ کو امین کہتے تھے۔ سچے بہت سچے امانت دار۔ لوگ آپ کے پاس اپنی امانتیں رکھتے تھے۔ آپ کو سچا مانتے تھے سبھی محبت کرتے تھے لیکن ہوا کیا؟

کوہِ صفا پر اعلان

جب اللہ تبارک وتعالیٰ نے آیت نازل فرمائی: "وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ" کہ آپ اپنے خاندان کے لوگوں کو اللہ کے عذاب سے ڈرائیے۔ اللہ کے احکام کی طرف دعوت دیجئے۔ یعنی نبوت کا آپ نے اظہار فرمایا۔ آپ کے ساتھ یہ عقیدت رکھنا کہ آپ کی ہر بات میں نجات ہے۔ آپ بالکل سچے ہیں۔ آپ نے کوہِ صفا پر کھڑے ہو کر آواز دی۔ اپنے گھر کے لوگوں

کو بلایا۔ نام نام لے کر کے پکارا آواز دی۔ سب کے سب گھبرا گئے۔ یہ کیسی آواز ہے۔ اس سے پہلے تو کسی نے اس طرح تو پکارا نہیں تھا اور آواز سارے مکہ میں پھیل گئی۔ ایک تو وہاں آبادی اور بڑے بڑے محلات مکانات تو اس زمانے میں تھے نہیں۔ اسلئے آواز پہونچی۔ دوسرے یہ کہ وہ آواز تو حضور اکرم ﷺ کی آواز تھی جو اللہ کے حکم سے دی گئی تھی۔ اس کو کون روک سکتا تھا۔ کون رکاوٹ بن سکتا تھا۔ کوئی رکاوٹ نہیں تھی چنانچہ سب لوگ دوڑ کر آئے۔ یہ کیا قصہ پیش آیا ہے کیوں ایسے پکارا جا رہا ہے۔ اور جو خود نہیں آسکا کسی مشغولی کی وجہ سے دوسرے آدمی کو بھیجا کہ دیکھو کیا معاملہ ہے۔ تحقیق کرو۔ جب وہ سارے جمع ہو گئے تو حضور اکرم ﷺ نے پہلے تو ان کا امتحان لیا۔ فرمایا اگر میں یہ کہوں تم کو کہ پہاڑ کے پاس دشمن کا لشکر ٹھہرا ہوا ہے جو صبح ہوتے ہی تم پر حملہ کر دے گا۔ تم رات سے ہی اپنے بچاؤ کا انتظام کر لو۔ کیا تم مجھے سچا مانو گے؟ یہ پوچھا۔ سب نے کہا کہ: ”ما جربنا علیک الکذب“ آپ کے متعلق غلط بیانی کا تجربہ نہیں ہوا۔ آپ نے آج تک جو بات فرمائی سچ فرمائی۔ ہم ضرور مانیں گے۔ تسلیم کریں گے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں۔ کوئی دشمن کا لشکر تو موجود نہیں لیکن جب آپ فرماتے ہیں تو ہم اپنی آنکھوں کو جھٹلا دیں گے۔ اور آپ کی باتوں کو مانیں گے۔ تب آپ نے فرمایا۔ میں خدا کا بھیجا ہوا رسول ہوں۔ آپ کی طرف آیا ہوں۔ خدا کے عذاب سے ڈرو مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونا ہے اور ذرے ذرے کا حساب ہوگا وہاں پر۔

ابولہب کی مخالفت

اس مجمع میں اس مجلس میں جو شخص سب سے زیادہ دعویٰ محبت کرنے کا دم بھرنے والا تھا جو حضور اکرم ﷺ کا چچا اس کا نام تھا ابولہب۔ اس نے سب سے پہلے حضور اکرم ﷺ کی مخالفت کی۔ محبت تو وہ کرتا تھا لیکن اس عقیدت کے لئے تیار نہیں ہوا کہ آپ کو رسول جانے۔ جو بات آپ ﷺ اللہ کی طرف سے پہنچاتے ہیں اس کو تسلیم کریں۔ وہیں سے الگ ہوا۔

اس نے سخت لفظ کہے۔ حضور اکرم ﷺ کی شان میں۔ حق تعالیٰ نے اس کے جواب میں سورۃ "تبت یدا" نازل کی۔ اس کو جہنمی و دوزخی فرمایا۔ ابولہب کو اس ساری محبت کے باوجود محبت کیسی تھی کہ حضور اکرم ﷺ کے والد تھے عبداللہ۔ ان کے گھر میں جب حضور ﷺ کی ولادت ہوئی، پیدا ہوئے۔ ابولہب کی ایک باندی تھی ثویبہ اس نے آکر ابولہب کو خوشی خوشی اطلاع کی کہ تمہارے گھر بھتیجا پیدا ہوا ہے۔ ابولہب نے خوشی میں آکر جبھی اس کو آزاد کر دیا تھا۔ بعد میں کتنی محبت تھی۔ کیسی خوشی کی بات سنادی۔ خدا جانے کتنی دفعہ کندھے پہ اٹھایا ہوگا، گودمیں بٹھایا ہوگا بھتیجے کو محبت کی وجہ سے۔ یہ ساری محبت بے کار گئی۔ اس واسطے کہ عقیدت نہیں تھی۔ عقیدت کیا تھی حضور اکرم ﷺ کو سچا رسول مانیں۔

محبت یہ ہے بنیادی چیز حضور اکرم ﷺ کو سچا رسول ماننا اور یہ فیصلہ کر لینا جو کچھ حضور اکرم ﷺ فرمائیں گے ہم اس کے ماتحت رہیں گے۔ یہ عقیدت ہے سچا تو سبھی مانتے تھے۔

امیہ ابن خلف کو آنحضرت ﷺ کا یقین

حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ مدینہ طیبہ میں انصار کے سردار تھے اپنے قبیلے کے۔ ان کا معمول تھا جب مکہ معظمہ آتے تو امیہ بن خلف کے یہاں ٹھہرتے اور اس کے ساتھ تعلقات تھے۔ امیہ بن خلف جب مدینہ طیبہ آتا حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے یہاں ٹھہرتا۔ جب یہاں سے ہجرت کا قصہ پیش آیا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مدینہ طیبہ میں ٹھہرے۔ ایک مرتبہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ آئے اور آکر اپنے معمول اور طرز کے مطابق امیہ بن خلف کے پاس ٹھہرے۔ امیہ سے کہا میرا جی چاہتا ہے طواف کرنے کو، کونسا وقت مناسب ہے۔ اس نے کہا دن چڑھے مناسب ہے۔ دن چڑھے گئے۔ طواف کرنے کو وہاں ابوجہل بھی تھا۔ ابوجہل نے کہا امیہ سے۔ یہ تیرے ساتھ کون ہے؟ اس نے کہا یہ سعد رضی اللہ عنہ ہے۔ ابوجہل نے کہا کہ جو لوگ ہمارے باغی تھے

مخالف تھے ان کو تم نے اپنے یہاں پناہ دی۔ اپنے یہاں ٹھہرایا اور مزے سے طواف کرتے ہو یعنی حضور اکرم ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو تم لوگوں نے ٹھکانا دیا اپنے یہاں ٹھہرا دیا۔ یہ ہمارے دشمن ہیں۔ ہم نے ان کو نکالا ہے۔ اور آج تم ہمارے علاقے میں طواف کرتے ہو خوشی خوشی۔ اس پر حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے کہا: دیکھ اگر تو نے مجھے طواف سے روکا تو میں تیرا شام کا راستہ روکوں گا۔ دستور یہ تھا کہ قریش مکہ کے رہنے والے ملک شام جایا کرتے تھے۔ ایک سفر تو وہ کرتے تھے یمن کا اور ایک سفر کرتے تھے شام کا۔ قرآن پاک میں بھی اس کا ذکر ہے۔

لِاِیْلٰفِ قُرَیْشٍ اٖلٰفِهِمْ رِحْلَةَ الشِّتَآءِ وَالصَّیْفِ۔

[چونکہ قریش کے لوگ عادی ہیں۔ یعنی وہ سردی اور گرمی کے موسموں میں (یمن اور شام کے) سفر کرنے کے عادی ہیں۔] (آسان ترجمہ)

چونکہ قریش خوگر ہو گئے ہیں یعنی جاڑے اور گرمی کے سفر کے خوگر ہو گئے ہیں۔

ایک جگہ جاتے تھے سردی کے زمانے میں اور ایک جگہ جاتے تھے گرمی کے زمانے میں اور سارے سال کی ضروریات وہاں سے خرید کر لاتے تھے۔ مکے والوں کے لئے اور جتنے ڈاکو چور تھے وہ قریش کے قافلے کو کچھ نہیں کہتے تھے۔ شام جانے کا راستہ مدینہ طیبہ کے قریب تھا۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے کہا: اگر تو نے مجھے طواف کرنے سے روکا تو میں تمہارا ملک شام جانے کا جو راستہ ہے مدینہ طیبہ میں تمہارا وہ راستہ روکوں گا۔ شام نہیں جا سکو گے۔ امیہ نے کہا سعد سے زور سے نہ بول ابو جہل کے سامنے یہ قوم کا بڑا آدمی ہے۔ یہاں کا سردار ہے۔ انھوں نے اسے بھی ڈانٹا۔ پرے ہٹ! میں نے سنا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ وہ تجھے قتل کریں گے۔ اب امیہ نے کہا: مجھے قتل کریں گے۔ سعد رضی اللہ عنہ نے کہا ہاں۔ امیہ نے کہا: کہ کہاں قتل کریں گے؟ مکے میں کہ کہیں اور؟ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے کہا: یہ نہیں بتایا کہ کہاں قتل کریں گے۔ بس حضور اکرم ﷺ کی فرمائی ہوئی بات اسکے دل میں ایسی بیٹھ گئی کہ بالکل غمگین ہو گیا۔ پھر جا کر اپنی بیوی سے گھر میں کہا کہ سعد رضی اللہ عنہ نے ایسا کہا۔ چنانچہ میں

مکہ سے نکلوں گا ہی نہیں ۔ مکے میں ہی بیٹھوں گا۔ اس واسطے کہ مکہ پر ان لوگوں کا اتنا تسلط تھا قبضہ تھا کہ سمجھتے تھے کہ حضور اکرم ﷺ یہاں آ ہی نہیں سکتے ۔قتل کی نوبت آئے گی تو باہر ہی آئے گی ۔میں باہر جاؤں گا ہی نہیں ۔ یہ بیوی سے بھی کہدیا۔ پھر جب بدر کا قصہ پیش آیا۔ابو جہل لوگوں سے کہتا ہے چلو بدر چلو بدر ۔تو امیہ سے بھی کہا۔ امیہ نے کہا میں نہیں جاؤں گا۔ سعد رضی اللہ عنہ نے کہا ہے کہ حضور اکرم ﷺ تمہیں قتل کریں گے ۔ابو جہل نے پٹی پڑھائی ۔ اگر تو نے انکار کیا تو اور لوگ بھی بیٹھ جائیں گے ۔تو چل تھوڑی دور پھر چپکے سے واپس آجانا۔ اس نے کہا اچھی بات ہے ۔ بیوی سے کہا ذرا سامان تیار کرنا میں جا رہا ہوں ۔اس نے کہا یاد نہیں رہا تمہارے دوست سعد رضی اللہ عنہ نے کیا کہا تھا۔ کہا مجھے یاد ہے لیکن میں زیادہ دور نہیں جاؤں گا جلدی واپس آؤں گا۔ گیا اور چلتا رہا چلتا رہا یہاں تک کہ بدر پہنچا اور اللہ نے وہاں قتل کرایا۔ اس کے جی کے اندر غیر اختیاری طور پر ایسی بات بیٹھ گئی کہ حضور ﷺ نے جو بات فرمائی وہ ہو کے رہے گی لیکن ایمان اس کا نام نہیں ۔ایمان نام ہے اپنے اختیار سے اپنے آپ کو پیش کر دینا اور طے کر لینا کہ میری زندگی حضور اکرم ﷺ کے حکم کے ماتحت گذرے گی ۔ اس فیصلے کا نام ایمان ہے جو اپنے اختیار سے ہوتا ہے ۔

دوسرا حق کیا ہے؟ عقیدت کا۔ عقیدت کا حاصل یہ ہے کہ آپ کو سچا رسول مانے اور یقین کے ساتھ جانے کہ نجات اسی میں ہے ۔حضور اکرم ﷺ کی اتباع میں نجات ہے اور یہ طے کر کے فیصلہ کرے کہ میری زندگی حضور اکرم ﷺ کے حکم کے ماتحت گذرے گی ۔ جو کچھ ارشاد فرمائیں گے وہ کروں گا۔ یہ عقیدت ہونا ضروری ہے دوسرا حق۔

تیسرا حق اطاعت

تیسرا حق ہے اطاعت کا۔ محبت بھی ہو عقیدت بھی ہو مگر اطاعت نہ ہو۔ اس کی مذمت آئی ہے ۔

....

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو نصیحت

حضور اکرم ﷺ نے اپنی سب سے زیادہ چہیتی اور لاڈلی بیٹی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو فرمایا: کہ اس گھمنڈ میں نہ رہنا کہ میں پیغمبر کی بیٹی ہوں بخشی جاؤں گی۔ وہاں اپنا عمل کام آئے گا۔ دنیا میں پیسے روپے کی ضرورت ہو تو مجھ سے لے لے لیکن عمل کرو۔ اپنا عمل کام آئے گا۔ ظاہر ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو حضور اکرم ﷺ سے محبت تھی۔ ایسی محبت تھی جس کو بیان نہیں کرسکتے۔ اتنی محبت تھی۔ ایک مرتبہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا حاضر ہوئیں خدمت اقدس میں۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کیسے آنا ہوا! فاطمہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا کہ حضرت آج میں نے روٹی پکائی تھی، میرا جی نہ مانا کہ آپ کے بغیر خود کھاؤں۔ اس لئے آپ کے واسطے لے کر آئی۔ جب حضور اکرم ﷺ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو دیکھتے تھے تو ان کو گلے سے لگا لیتے۔ لپٹا لیتے، سینے سے لگا لیتے، پیار کرتے ان کو، بڑی محبت فرماتے۔ فرمایا اہل جنت میں بیویوں کی فاطمہ رضی اللہ عنہا سردار ہے۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سیدہ ہے۔ جنت میں جتنی عورتیں جائیں گی۔ سب کی سردار حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا ہیں۔ تو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو حضور اکرم ﷺ سے محبت بھی زیادہ تھی، عقیدت بھی، جانتی تھیں کہ سچے رسول ہیں، ایمان لائیں، سبھی کچھ تھا لیکن ان کو بھی فرمایا کہ بغیر اطاعت کے کام نہیں چلے گا۔

پھوپھی کو نصیحت

حضور اکرم ﷺ کی پھوپھی کو حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ تم دیکھو اس خیال میں نہ رہنا کہ پیغمبر کی پھوپھی ہوں، بخشی جاؤں گی۔ اپنے اعمال کام آئیں گے اس رشتہ داری کی بنا پر کوئی نہیں بخشا جائے گا۔ اگر رشتہ داری کی بنا پر کوئی بخشا جاتا تو حضرت نوح علیہ السلام کے بیٹے بخشے جاتے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد کی بخشش ہوتی کہ وہ پیغمبر کے باپ تھے اگر بخشش

ہوتی تو حضرت لوط علیہ السلام کی بیوی کی بخشش ہوتی کہ وہ پیغمبر کی بیوی تھیں۔لیکن نہیں ایسا نہیں۔

"لَیْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَاسَعٰی" (النجم آیت ۳۹، پارہ ۲۷)

انسان کو (ایمان کے بارے میں) صرف اپنی ہی کمائی ملے گی۔(بیان القرآن)

جو آدمی خود ایمان لایا اس کا ایمان اس کے لئے ذریعہ نجات ہے اور اگر اس کے خاندان کے دوسرے لوگ ایمان لائیں وہ ذریعہ نجات نہیں۔کوئی شخص یوں سوچے کہ میں بڑے گھرانے کا آدمی ہو، بخشا جاؤں گا۔اس کو سوچنا چاہئے کہ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیٹی کو فرمایا تو پھر اوروں کے لئے کیا گنجائش ہے۔سوچنا چاہئے کہ کوئی شخص کہے کہ میں بادشاہ کا لڑکا ہوں، ہاں بادشاہ کا بیٹا ہے لیکن خود اپنا عمل بھی ہونا چاہئے۔اگر اپنے پاس کچھ نہیں تو بادشاہ کونسی گدی پر بٹھادے گا۔اس لئے اطاعت کی ضرورت ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی کمال اطاعت

حدیث شریف میں آیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے منبر پر۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"یَا اَیُّھَا النَّاسُ اِجْلِسُوْا" اے لوگو بیٹھ جاؤ۔

جو جہاں تھے وہیں بیٹھ گئے۔یہ نہیں سوچا کہ میں پہلی صف میں بیٹھوں یا دوسری صف میں، جس کے کان میں یہ آواز آئی وہ وہاں پر ہی بیٹھ گیا۔یہ تھی اطاعت، حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ اس وقت مسجد سے باہر تھے مسجد کے اندر نہیں آسکے ان تک یہ آواز پہنچ گئی۔باہر ہی بیٹھ گئے۔جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو دیکھا تو فرمایا ابن مسعود اندر آجاؤ۔تو وہ آگئے۔انھوں نے یہ نہیں سوچا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بیٹھ جاؤ۔مسجد کے اندر بیٹھنے کو کہا۔یا میں مسجد کے اندر جاکے بیٹھوں گا، یہ نہیں سوچا۔سوچتے کیسے ان حضرات کو ہر وقت موت کا تصور غالب رہتا تھا۔اگر یہ سوچتے کہ اندر چل کے بیٹھوں گا۔کیا خبر تھی کہ اندر پہونچنے سے پہلے پہلے موت آجائے، گردن

006 Khutbat-e-Mahmood J-3f

پکڑلے۔کل قیامت میں سوال ہوگا ہمارے رسول ﷺ کی آواز تمہارے کانوں میں پڑی بیٹھ جاؤ، تم بیٹھے کیوں نہیں؟ کیا انھوں نے کہا تھا کہ اندر آکے بیٹھ جاؤ۔اس لئے فوراً حکم کی تعمیل کرنا ان حضرات کا کام تھا۔اور موت کا تصور ان حضرات کو ایسا رہتا تھا۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو نصیحت

ایک مرتبہ حضور اکرم ﷺ کا گذر ہوا۔حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ اپنی دیوار کو لیپ رہے تھے۔ان کی والدہ بھی لیپ رہی تھیں۔حضور اکرم ﷺ نے پوچھا کیا کررہے ہو؟ عرض کیا حضرت دیوار لیپ رہے ہیں، پرانی ہوگئی ہے۔گرجانے کا اندیشہ ہے۔اس لئے لیپ رہے ہیں تاکہ کچھ روز کھڑی رہے دیوار۔فرمایا کہ موت اس سے قریب ہے۔دیوار کے متعلق تو تم اندازہ لگارہے ہو اتنی دیر تک ٹھہری رہے گی لیکن موت اس سے قریب ہے۔موت نہیں دیکھتی جلدی سے جلدی بھی آجاتی ہے۔

اونٹوں سے سرخ چادروں کو اتار کر پھینک دینا

ایک مرتبہ اونٹوں پر سوار تھی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی جماعت، حضور اکرم ﷺ بھی موجود، تشریف لے جارہے ہیں۔سرخ چادریں یمنی اونٹوں پر پڑی ہوئی ہیں اور ایک عجیب منظر تھا خوشنما۔حضرت ﷺ نے فرمایا کہ میں دیکھ رہا ہوں کہ تم لوگوں کی طبیعتیں سرخی کی طرف مائل ہوتی جارہی ہیں۔بس فوراً سے کود ے، اونٹوں سے چادروں کو پھاڑ پھاڑ کر ختم کیا۔جو چیز آقائے نامدار ﷺ کو ناپسند ہو اس کو رکھنے کے لئے تیار نہیں۔یہ تھا اطاعت کا مادہ۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ریشمی جبہ تنور میں جلادیا

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ ایک مرتبہ جبہ پہن کر خدمت اقدس میں حاضر ہوئے۔

ریشمی جبہ تھا۔ حضرت ﷺ نے فرمایا۔ ریشم تو مرد کے لئے ناجائز ہے۔ اٹھے جبے کو اتارا۔ سامنے تنور تھا روٹی پکانے کا۔ جا کے تنور میں ڈالا جبے کو آگ میں۔ دوسرے وقت حاضر ہوئے۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا اس جبے کا کیا ہوا۔ عرض کیا حضرت میں نے اس کو جلا دیا۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کیوں تمہارے لئے ہی تو ناجائز تھا بچیوں کے لئے کپڑے بنوا دیتے۔ ان کے لئے درست تھا لیکن بھائی جس شخص کے دل میں آنحضرت ﷺ کی محبت جمی ہوئی ہے ہر چیز کی محبت پر غالب ہے۔ جب وہ دیکھتا ہے کہ حضور اکرم ﷺ کو یہ لباس ناپسند ہے۔ وہ تو یہ سوچتا بھی نہیں کہ کسی اور کام آسکتا ہے کہ نہیں۔ وہ تو یہ سمجھے گا کہ وہ چیز آگ میں جلانے کے قابل ہے جو حضور اکرم ﷺ کو ناپسند ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی کمال اطاعت

حضور اکرم ﷺ کی اطاعت کا داعیہ یہاں تک تھا کہ حضرت علیؓ اونٹ پر سوار ہوئے سفر میں جانے کیلئے۔ آپ نے چند کلمات پڑھے: "سُبْحَانَ اللّٰہِ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ" اونٹ کو قمچی ماری، ہنسے۔ کسی نے پوچھا یہ کیوں کیا؟ فرمایا کہ حضور اکرم ﷺ کو میں نے دیکھا کہ اسی طرح اونٹ پر سوار ہوئے تھے۔ اسی طرح یہ کلمات پڑھے۔ اسی طرح اونٹ کو قمچی ماری اور ہنسے۔ اتنی اتنی باتوں پر حضور اکرم ﷺ کا اتباع کرتے تھے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی کمال اطاعت

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما مدینہ طیبہ اور مکہ مکرمہ کے راستے میں سفر کرتے ہوئے ایک جگہ اونٹ سے اترے اور ایک درخت کے نیچے ذرا دیر لیٹے۔ آرام کیا اور اس کے بعد سوار ہوئے چل دیئے۔ کسی نے پوچھا کہ ایسا کیوں کیا؟ فرمایا میں نے دیکھا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے اسی جگہ اتنی دیر آرام فرمایا ہے۔ ایک جگہ اترے اپنے اونٹ سے،

اونٹ کو بٹھایا، خود بیٹھ گئے جیسے آدمی پیشاب کرنے کیلئے بیٹھتا ہے۔ پیشاب تو نہیں کیا۔ بس بیٹھ گئے پیشاب کرنے کی ہیئت بنائی۔ کسی نے پوچھا یہ کیا بات ہے؟ کہا کہ اس جگہ پر حضور اکرم ﷺ نے پیشاب کیا تھا تو انھوں نے پیشاب تو نہیں کیا۔ ہاں وہ ہیئت بنا کر بیٹھے یعنی جو چیزیں حضور اکرم ﷺ نے عبادت کے طور پر نہیں کی تھی اپنی ضرورت کے لئے کیں، ان میں بھی یہ لوگ اتباع کرتے تھے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی کمالِ اتباع

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے کسی نے پوچھا کہ حضور ﷺ دن رات میں کیا عمل کرتے تھے؟ تو انھوں نے فرمایا صبح اٹھو اور آجاؤ۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس، تو دیکھتے رہو جس طرح یہ وضو کرتے ہیں سمجھ لو اسی طرح حضور اقدس ﷺ وضو فرماتے تھے، جس طرح یہ نماز پڑھتے ہیں، نماز میں قیام، رکوع، سجدہ، قعدہ کرتے ہیں، سمجھ لو حضور اقدس ﷺ اسی طرح سے کرتے تھے۔ جس طرح یہ چلتے ہیں سمجھ لو کہ حضور ﷺ اسی طرح چلتے تھے۔ جس طرح کسی کے سلام کا جواب دے کر مصافحہ کرتے ہیں، جس طرح یہ بیٹھتے ہیں، کسی کے سوال کا جواب دیتے ہیں، اسی طرح۔ غرض کہ ہر چیز میں انھوں نے اپنے آپ کو حضور ﷺ کے رنگ میں رنگ لیا تھا، ڈھال لیا تھا۔

لمحۂ فکریہ

یہ ہے حضور اکرم ﷺ کا حق۔ اللہ تعالیٰ نے حضور اکرم ﷺ کو نمونہ بنا کر بھیجا ہے اس دنیا میں۔ اور کہا کہ ہم کو ایسی زندگی چاہئے جیسے ہمارے رسول اکرم ﷺ کی۔ آج ہم اپنے گھروں میں بیٹھ کر، مجلس میں بیٹھ کر چاہے محبت کے دعوے کریں کہ ہم کو حضور اقدس ﷺ کے ساتھ بہت محبت ہے لیکن دیکھنا چاہئے کہ اس محبت کا اثر ہمارے دلوں پر کتنا ہے؟ تو ہم

اپنے گھر میں اپنی مجلس میں بیٹھ کر حضور اقدس ﷺ کے ساتھ بہت محبت ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں لیکن کیا ہماری صورت حضورِ اکرم ﷺ کی صورت کے مطابق ہے۔

داڑھی منڈے شخص سے اعراض

حدیث شریف میں ہے کہ ایک شخص آیا جس کی داڑھی منڈی ہوئی تھی حضور اکرم ﷺ نے اپنا چہرہ مبارک پھیر لیا۔ وہ ادھر آیا حضور اکرم ﷺ نے ادھر منہ پھیر لیا۔ معلوم ہوا کہ کیا بات ہے کہ تمہاری داڑھی منڈی ہوئی ہے تو حضور اکرم ﷺ نے جس شخص کا چہرہ دیکھنا پسند نہیں فرمایا اور ناخوش ہو کر چہرۂ مبارک پھیر لیا۔ آج ہمارا جو حال ہے، ہمارے دل میں کبھی خیال بھی آتا ہے اس کا کہ حضور اکرم ﷺ کو ناپسند تھا داڑھی کا منڈانا۔ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"اعْفُو اللُّحیٰ" اور "اَرْخُوا اللُّحیٰ" (مسند احمد: ۲/۳۸۷) داڑھی بڑھاؤ۔ داڑھی لٹکاؤ۔ حضور اکرم ﷺ کا تو یہ حکم ہے اور ہم کٹا کٹا کے منڈا منڈا کے اسے ختم کر دیں۔ یہ محبت کا تقاضا نہیں، یہ عقیدت کا تقاضا نہیں، یہ اطاعت کا تقاضا نہیں۔ لہٰذا بغیر عقیدت اور اطاعت کے جو شخص محبت کا دعویٰ کرتا ہے اس کا دعویٰ کب قابل قبول ہے؟ قابل قبول نہیں اس کا دعویٰ۔ حضرت نبی اکرم ﷺ کی احادیث بے شمار بھری ہوئی ہیں ہر چیز کے متعلق ہدایات موجود ہیں حتیٰ کہ جو لوگ زیادہ عبادت کریں ایسی جو حضور اکرم ﷺ نے نہیں کی، حضور اکرم ﷺ سے ثابت نہیں، اس کو بھی پسند نہیں فرمایا۔

تین شخص آئے حضور اکرم ﷺ کے مکان پر۔ اور پوچھا کہ حضور اکرم ﷺ رات بھر کیا عمل کرتے ہیں، دن بھر کیا کرتے ہیں؟ بتلایا کہ رات میں یہ عمل کرتے ہیں، دن میں یہ عمل کرتے ہیں۔ ان تینوں نے آپس میں یہ معاملہ طے کر لیا عہد کر لیا۔ ایک نے کہا کہ میں ہمیشہ روزہ رکھوں گا، کبھی بے روزہ نہیں رہوں گا۔ ایک نے کہا میں ساری رات نماز

پڑھوں گا بالکل نہیں لیٹوں گا۔ بالکل نہیں سوؤں گا۔ایک نے کہا کہ میں شادی نہیں کروں گا، عورتوں کے پاس نہیں جاؤں گا۔حضورا کرم ﷺ کواس کی اطلاع ملی ،حضورا کرم ﷺ نے سب کو بلا کر فرمایا میں تم سب سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والا ہوں،تم سے زیادہ تقویٰ مجھ کو حاصل ہے لیکن میں رات میں سوتا بھی ہوں،نماز بھی پڑھتا ہوں،ایسا نہیں کہ ساری رات جاگوں بلکہ رات میں کچھ حصہ سوتا ہوں، کچھ نماز پڑھتا ہوں، میں روزہ بھی رکھتا ہوں،افطار بھی کرتا ہون،ایسا نہیں کہ ہمیشہ روزہ رکھوں ۔عامۃً معمول تھا پیرکو اور جمعرات کوحضورا کرم ﷺ روزہ رکھتے تھے اور فرمایا کہ پیر اور جمعرات کے روز بندے کہ اعمال اللہ تعالی کے دربار میں پیش کئے جاتے ہیں اور گنہ گارلوگوں کو معاف فرماتے ہیں ۔میں چاہتا ہوں کہ میرے نامۂ اعمال ایسے حالات میں پیش ہوں کہ روزہ دار ہوں ۔اور فرمایا کہ میں شادی بھی کرتا ہوں ۔جو شخص میرے سنت سے اعراض کرے وہ مجھ میں سے نہیں ۔یعنی اگر ساری رات جاگنا،ساری رات عبادت کرنا اور پھر نکاح نہ کرنا۔اگر ان چیزوں کو کوئی اختیار نہ کرتا تو وہ قابل قبول نہیں اور جو چیزیں گناہ ہیں تو وہ گناہ ہیں ہی ۔جو چیزیں طاعت اور عبادت ہوں مگر حضورا قدس ﷺ کی منشا کے مطابق نہ ہوں وہ بھی اللہ کے یہاں مقبول نہیں ۔مقبول وہ چیزیں ہیں جوحضورا کرم صلے اللہ علیہ وسلم کے طریقے پر ہوں ۔حضورا کرم ﷺ جس طرح نماز میں قیام کرتے ہیں وہ مقبول ۔جس طرح رکوع کرتے تھے وہ مقبول،جس طرح سجدہ کرتے تھے وہ مقبول،جس طرح قران پاک پڑھتے تھے ۔لباس پہنتے ہیں وہ مقبول ۔جیسی صورت مبارکہ وہ مقبول ۔اور جو چیزیں حضورا کرم ﷺ کے طریقے کے خلاف ہوں وہ اللہ کے یہاں مقبول نہیں ۔

عظیم انعام کی عظیم شکر گذاری

اس لئے حضورا کرم ﷺ جیسا بڑا نبی ،بڑاانعام ہم کو ملا۔اس کے مطابق شکرادا کرنے کی ضرورت ہے اور شکر کرنے کے لئے یہ تین چیزیں ضروری ہیں جو میں نے بیان

کی ۔کہ محبت اعلی درجہ کی ہو، عقیدت اعلیٰ درجہ کی ہوکہ اپنی آنکھوں سے دیکھ کرکسی بات پر یقین نہیں ۔اپنے اعمال پر یقین نہیں، حضور اکرم ﷺ کے ارشاد پر یقین ہے، تیسری چیز اطاعت، حضور اکرم ﷺ کے حکم کی بجا آوری، حضور اکرم ﷺ کے طریقہ پر زندگی اختیار کرنا۔ یہ تین حق ہیں ۔اگر ان تین حقوق کو ادا کیا تو اللہ کے یہاں مقبول ۔اگر ادا نہیں کیا تو اللہ کے یہاں مقبول نہیں ۔ دنیا میں بھی بڑی عزت، آخرت میں بھی بڑی عزت اطاعت سے ہی ہے ۔
صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم میں کیا بات تھی؟ یہی بات تھی کہ ہر ایک ان میں سے اطاعت کرتے تھے کہ ہر کام حضور اکرم ﷺ کے طریقے پر ہو، حضور اکرم ﷺ کی اطاعت میں ہو، حضور اکرم ﷺ کے اتباع میں ہو، اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ان کو اعلیٰ اور اشرف بنایا، با کمال بنایا، حضرات انبیاء علیہم السلام کے بعد حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا درجہ ہے ۔حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے چھوٹے سے چھوٹے صحابی ہوں یا بڑے سے بڑے ۔حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں بھی فرق ہے کوئی باپ تھے، کوئی بیٹے، کوئی دادا، کوئی استاذ تھے ۔کوئی شاگرد، کچھ خدمتِ اقدس میں زیادہ حاضر ہوئے کچھ کم ہوئے ۔ یہ صحیح ہے ۔لیکن ہمارے لئے سب کے سب سارے حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم واجب التعظیم ہیں ۔اور کسی کی شان میں کسی گستاخی، کسی بے ادبی کا کوئی حق نہیں پہونچتا ۔اللہ تبارک وتعالیٰ نے جو کچھ ان کے دلوں میں ڈالا، جو کچھ طریقہ انھوں نے اختیار کیا ہم کو وہ اختیار کرنے کی ضرورت ہے ۔اللہ تعالیٰ توفیق عطا فرمائے کہنے والے کو بھی اور سننے والے کو بھی ۔آمین!

❑❑❑

حقوق مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام

اس بیان میں

☆......حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے امت پر حقوق واجبہ کو تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔

☆......اور حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اور دیگر اکابر کے واقعات کو بھی بیان کیا گیا ہے۔

....

حقوق مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّی عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ۔ اما بعد!
فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ۔
بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔
اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ... الخ۔

[بے شک اللہ اور اس کے فرشتے نبی پر درود بھیجتے ہیں، اے ایمان والو! تم بھی ان پر درود بھیجو اور خوب سلام بھیجا کرو۔] (آسان ترجمہ)

صلوٰۃ وسلام کا حکم

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارکہ پر صلوٰۃ وسلام پڑھنا فرض عین ہے۔ اسی آیت کی وجہ سے آیت شریفہ میں حکم ہے امر کا صیغہ ہے پڑھو اس لئے فرض عین ہے زندگی میں کم از کم ایک مرتبہ پڑھنا بالاتفاق فرض ہے اس کے بعد جب جب نام مبارک زبان پر آئے کان میں پڑے صلوٰۃ وسلام پڑھنا واجب ہے۔

ایک مجلس میں بار بار نام مبارک آتا ہے مثلاً بخاری شریف کا سبق ہو رہا ہے اس میں بار بار "قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ" مشکوٰۃ کا سبق ہو رہا ہے اس میں حدیثیں موجود ہیں یا وعظ ہو رہا ہے اس میں بار بار نام مبارک آتا ہے۔ اس میں فقہاء کے دو قول ہیں ایک قول یہ ایک دفعہ درود شریف پڑھ لیا تو کافی ہو جائے گا تو تداخل ہو جائے گا۔

واجب ادا ہو جائے گا۔ جیسے ایک آیت سجدہ کو ایک آدمی ایک مجلس میں بار بار پڑھتا ہے تو ایک ہی سجدہ سے سب کی کفایت ہو جاتی ہے اسی طرح یہاں بھی دوسرا قول یہ ہے کہ نہیں بلکہ ہر مرتبہ واجب ہے پہلے قول میں توسع ہے اور دوسرے قول میں تورع ہے احتیاط اور احترام کا تقاضہ ہے کہ ہر مرتبہ درود شریف پڑھا جائے اللہ تعالیٰ بھی صلوٰۃ وسلام پڑھتے ہیں ملائکہ بھی پڑھتے ہیں اور انسانوں کو جو حکم ہے وہ بھی پڑھتے ہیں۔ الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ۔

صلوٰۃ کے معنیٰ

علماء نے اس پر بھی بحث کی ہے کہ کیا سب کا صلوٰۃ وسلام ایک ہی معنیٰ میں ہے۔ لفظ صلوٰۃ کی اسناد جب حق تعالیٰ کی طرف کی جائے تو اس کے معنیٰ کچھ اور ہیں ملائکہ کی طرف نسبت کی جائے تو اس کے معنیٰ اور ہیں اور افراد بشر افراد جن کی طرف نسبت کی جائے تو اس کے معنیٰ کچھ اور ہیں کچھ بھی معنیٰ ہوں علماء کی تحقیقات میں لیکن صلوٰۃ وسلام پڑھنا ہر ایک کے لئے ضروری ہے۔ پڑھنا چاہئے حضرت مولانا فضل الرحمن گنج مرادآبادی نے ترجمہ کیا صلوۃ کا اللہ صاحب کا دلار محمد صاحب پر۔

ملائکہ صلوٰۃ وسلام پڑھتے ہیں اس کے معنیٰ کچھ اور ہوں گے انسان اور جن جو صلوٰۃ وسلام پڑھتے ہیں اس کے معنیٰ کچھ اور ہونگے۔ مقصود یہ ہے کہ رحمت کاملہ اور سلامتی دارین کی۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے دعا ہے سب کو کرنا لازم ہے۔

بادشاہ کے لئے دعا

پہلے دستور تھا کہ بادشاہ کے لئے سب دعاء کرتے تھے رعیت کے آدمی دعاء کرتے تھے امیر غریب ملازم سب دعاء کیا کرتے تھے۔

حضرت شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

نگہدار یارب بچشم خودش پرہیز ز آسیب چشم بدش
خدایا در آفاق نامی کنش بتوفیق طاعت گرامی کنش
مقیمش در انصاف وتقویٰ بدار مرادش بدنیا وعقبیٰ برآر
غم از دشمنے ناپسندت مباد
ز دوران گیتی گزندت مباد

[یارب! بچشم خود اس کی حفاظت فرما۔ چشم بد کے آسیب سے اس کی حفاظت فرما۔ خدایا! تمام عالم میں اس کو مشہور کردے۔ طاعت کی توفیق کے ساتھ اس کو باعزت بنادے۔ انصاف وتقویٰ میں اس کو مقیم رکھ۔ دنیا وآخرت میں اس کی مراد پوری فرما۔ کسی ناپسند دشمن سے تجھ کو کوئی غم نہ ہو۔ زمانہ کے دوران سے تجھ کو کوئی تکلیف نہ ہو۔]

قاضی کی جان کو رولوں

ایک قاضی صاحب تھے گاؤں میں تبلیغ کے جوش میں آکر جتنے ان کی رعیت میں لوگ بستے تھے سب کو حکم فرمادیا نماز پڑھا کریں اگر کسی نے نماز نہیں پڑھی تو گاؤں سے نکال دونگا۔ لوگوں نے پڑھنی شروع کردی۔ ایک بوڑھیا تھی وہ اپنے کسی عزیز کو وضو کے وقت کہتی ارے لوٹا اٹھالا پانی کا قاضی کی جان کو رولوں۔ قاضی کو رونے کے لئے پانی کا لوٹا منگاتی تھی۔ یہ اس کی جان کا رونا تھا۔ اتنا مشکل کام ہوگیا اس کے لئے۔

حرم شریف میں دیکھا سلطان آئے اس زمانہ میں مصر سے تعلقات بہت اچھے تھے۔ بار بار مصری لوگ "ینصرك الله ینصرك الله" دعائیہ کلمہ کہہ رہے ہیں۔ بادشاہ سلطان سعود کے لئے اللہ تیری مدد کرے تو جس کو جتنی گہری محبت ہوتی ہے اور جس کے دل میں جتنی زیادہ عظمت ہوگی اسی قدر اس کے لئے دعائیں کرے گا، آداب بجالائے گا۔ حضور اکرم ﷺ کے حقوق بے شمار ہیں اولاً تو گننا دشوار ہے۔ کتنے حقوق ہیں کیوں یہ آسمان زمین کس کیلئے

ہے چاند سورج ستارے کس کیلئے بنے ہیں، ہوائیں کس کیلئے درخت اور قسم قسم کے جانور کس کیلئے ہیں اگر حضور اکرم ﷺ کو پیدا فرمانا نہ ہوتا تو کچھ نہ ہوتا ہر چیز کا جو وجود ہے حضور اکرم ﷺ کی خاطر شیخ اکبر حضور اکرم ﷺ کے لئے کہتے ہیں کہ آپ سید الوجود ہیں حضور اکرم ﷺ کے لئے سید الوجود کا لفظ استعمال کرتے ہیں۔

جسم اور قلب کا مادہ

نیز لکھا ہے جس مادہ سے جسم تیار ہوتا ہے قلب کا مادہ اس کے اعتبار سے لطیف ہوتا ہے انسان کے بدن میں جتنے اعضاء ہیں ان میں احساسات سب میں یکساں نہیں فرق ہے پیر میں احساس اور ہے پھر بھی چلتا ہے گرم ریت پر بھی چلتا ہے کبھی کانٹا چبھ جاتا ہے جتنا کام پیر سے لیا جا سکتا ہے ہاتھ سے نہیں لیا جا سکتا۔ ہاتھ میں پیر کے مقابلہ میں برداشت کا مادہ کمزور ہے۔ پیر میں تحمل کا مادہ زیادہ ہے آنکھ میں ایک تنکا ذرا سا گر جائے آنکھ برداشت نہیں کر سکتی۔ قلب سب سے زیادہ لطیف ہے، پیر کچھ دیر چلے گا تھک جائے گا، ایک حد تک چلنے کی طاقت دی گئی ہے۔ اسی طرح ہاتھ بوجھ اٹھاتا ہے ایک کلو دو کلو پانچ کلو، پچاس کلو نہیں اٹھا سکتا، زبان سے آدمی بولتا ہے اپنی آواز کو آدمی دور تک پہنچاتا ہے۔ آواز ایک حد تک پہنچتی ہے۔ اس کے آگے نہیں پہنچتی، آنکھ سے دیکھتا ہے دور تک کی چیز نظر آجاتی ہے آسمان کے ستارے بھی نظر آجاتے ہیں۔ جتنی سرعت سے آدمی پیر سے چلتا ہے اس سے کہیں زیادہ آنکھ کی رفتار سریع ہے۔ یہ تو ظاہری چیزیں ہیں لیکن انسان کے جسم میں جو قلب رکھا ہوا ہے جو انسان کے جسم کے تمام اعضاء کا بادشاہ ہے اس کی قوت سب سے زیادہ قوی ہے اس کا مادہ سب سے زیادہ لطیف ہے آنکھ کی جتنی قوت ہے اس سے کہیں زیادہ قلب کی ہے۔ آنکھ آسمان پر جاتی ہے قلب اس سے آگے پہونچتا ہے۔ عرش پر بھی پہنچ جاتا ہے، لوح محفوظ پر پہنچ جاتا ہے۔ جتنی سرعت سے آنکھ چلتی ہے اس سے کہیں زیادہ سرعت سے قلب چلتا ہے تو قلب کا مادہ زیادہ

لطیف ہے اس لئے اس کا ادراک بھی زیادہ قوی ہے۔

حضرات انبیاء علیہم السلام اور حضرت نبی کریم ﷺ کا مادہ

اور جس مادہ سے عوام کے قلوب بنائے جاتے ہیں اس مادہ سے خواص کے اجسام بنائے جاتے ہیں تو ان کے قلوب اور زیادہ لطیف ہوتے ہیں اور جس مادہ سے خواص کے قلوب بنائے جاتے ہیں اس سے انبیاء علیہم السلام کے اجسام بنائے جاتے ہیں۔ انبیاء علیہم السلام کے قلوب اور زیادہ لطیف ہوتے ہیں اور جس مادہ سے انبیاء علیہم السلام کے قلوب بنائے گئے اس مادہ سے حضرت نبی کریم ﷺ کا جسم اطہر بنایا گیا لہٰذا آپ کا قلب مبارک اور زیادہ لطیف ہے جو شئ جس قدر زیادہ عزیز جس قدر زیادہ لطیف جس قدر محسن ہوتی ہے اسی قدر اس کا شکریہ ادا کرنا بھی لازم ہوتا ہے اس کی شان کے موافق مقولہ مشہور ہے۔ "شکر المنعم واجب" منعم کا شکر واجب ہے۔

باعث ایجاد عالم ﷺ

حضرت رسول اکرم ﷺ کے انعامات کو دیکھا جائے تو ساری کائنات سارا عالم حضور اکرم ﷺ کی وجہ سے بنایا گیا ہے۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے۔

السلام اے سید اولاد آدم! السلام

السلام اے باعثِ ایجاد عالم! السلام

اس کے علاوہ قرآن کس کے طفیل میں ملا۔ حضور ﷺ کے طفیل میں ملا، نماز روزہ کس کے طفیل میں حضور اکرم ﷺ کے طفیل میں۔ دنیا کی اور آخرت کی جتنی نعمتیں ملی ہیں حضور اکرم ﷺ کے طفیل میں ملی ہیں۔

حقوقِ مصطفیٰ ﷺ

لہٰذا حضور اکرم ﷺ کے حقوق سب سے زیادہ ہیں۔تلاش کرنے سے بنیادی طور پر حضور اکرم ﷺ کے حقوق کو تین قسموں میں سمویا جاسکتا ہے۔

ایک محبت، دوسرے عقیدت، تیسرے اطاعت یہ تین چیزیں ہیں ان تین چیزوں کو اگر نبھالیا جائے تو انشاء اللہ سارے حقوق اس میں آجائیں گے۔

محبت اور اس کے اقسام

حضرت نبی کریم ﷺ کی ذات مقدسہ سے محبت کرنا ہر ایک کے لئے لازم ہے پھر محبت دو قسم کی ہوتی ہے۔ایک طبعی جو غیر اختیاری ہوتی ہے ایک عقلی ہوتی ہے ان کے احسانات کو کمالات کو ان کی بڑائی کو دیکھ کر سوچ کر سمجھ کر کی جاتی ہے۔

ایک شخص ہے اس کی بچّی ہے تین برس کی وہ شخص سفر سے گھر گیا ہے بچی آئی ابّا ابّا کہتی ہوئی۔بچی کو گود میں اٹھالیا اس کے گال کو بوسہ دیا اس کے واسطے بسکٹ لے گیا تھا اس کو نکال کر بچی کے منہ میں رکھ دیا۔ایک محبت یہ ہے محبت کا تقاضہ چھوٹے بچوں کے ساتھ یہ ہے اور وہ ہی بچی بڑی ہوجائے جوان ہوجائے وہ بات نہیں رہی کہ اس کے منہ میں نوالہ دیا جائے اس کو گود میں بٹھایا جائے۔محبت کا رنگ بدل گیا محبت کا لحاظ دوسرے عنوان سے ہوتا ہے۔باپ کے ساتھ محبت اور طرح کی ہے، اولاد کے ساتھ محبت اور طرح کی ہے۔

نرالی محبت

تو حضرت نبی اکرم ﷺ کی ذات مقدسہ کے ساتھ محبت کیسی ہونی چاہئے۔جیسے حضور اکرم ﷺ کی ذات مقدسہ نرالی ہے نہ آپ جیسا کوئی ہوا نہ ہوگا یعنی ویسے تو اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ

مِّثْلُکُمْ ہے۔ بشریت میں حضور اکرم ﷺ دوسروں کے مثل ہیں لیکن جو کمالات حق تعالیٰ نے آپ کو عطا فرمائے ہیں وہ کمالات کس کے پاس ہیں؟ کسی کے پاس نہیں ہیں اسی واسطے آپ ﷺ نے پوچھا "ایکم مثلی" مجھ جیسا تم میں کون ہوسکتا ہے۔ "یُطْعِمُنِیْ وَیَسْقِیْنِیْ رَبِّیْ" (بخاری شریف:۶۸۵۱، باب کم التعزیر والادب) میرا رب مجھے کھلا بھی دیتا ہے، پلا بھی دیتا ہے غرض حضور اکرم ﷺ کے ساتھ جو محبت ہے نرالی ہونی چاہئے جو سب سے جداگانہ محبت ہو، جس کا نمونہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی زندگیوں میں پھیلا ہوا ہو اس کو الفاظ سے تعبیر کرنا دشوار ہے۔

عقیدت

اس کی تعبیر کے واسطے صورت یہی ہے کہ حضور اکرم ﷺ کا جو حق بیان کیا گیا ہے یعنی عقیدت اس کے اندر آجائے جو محبت ہو وہ محبت عقیدت کی شکل میں ہونی چاہئے عقیدت کی شکل میں ہونے کا کیا مطلب۔

عقیدت کی شکل میں ہونے کا مطلب یہ ہے کہ قلوب کے اندر پختہ طور پر یہ بات جمی ہوئی ہو کہ ہمارے سب سے بڑے محسن مخلوقات میں سب سے بڑے منعم حضور اکرم ﷺ ہیں اور حضور اکرم ﷺ نے جو کچھ فرمادیا سب حق اور سچ ہے۔ دنیا کے بڑے سے بڑے لیڈروں، ڈاکٹروں اور دانشوروں کی بات غلط ہوسکتی ہے مگر............ حضور اکرم ﷺ نے جو فرمادیا وہ صحیح ہے عقیدت کا حاصل یہ ہے ہماری زندگیوں کو جو کامیاب بنانے والی چیز ہے وہ حضور اکرم ﷺ کی عقیدت ہے۔ اگر حضور اکرم ﷺ کے ساتھ عقیدت ہوگی تو ہماری زندگی کامیاب ہے، عقیدت نہیں ہے تو زندگی ناکام ہے۔ یہ عقیدت ہونی چاہئے۔ پہلی عورت کو حضور اکرم ﷺ کے ساتھ محبت تھی چالیس سال تک آپ ﷺ کی پاکیزہ زندگی کو انھوں نے دیکھا بچپن میں وہ کھیل کھیلتے نہیں تھے جو کھیل دوسرے بچے کھیلتے تھے بڑے ہوکر وہ شوخی

نہیں کی جو اور بچے کرتے ہیں اور بڑے ہو کر جو بچے کے دل میں جذبات ہوتے ہیں وہ جذبات حضور اکرم ﷺ کی طبیعت میں نہیں تھے۔ دیانت داری سب کو مسلم تھی سب لوگ آپ ﷺ کو امین کہتے تھے صدوق کہتے تھے اپنی امانتیں آپ ﷺ کے پاس رکھتے تھے کبھی کسی کے پیسہ کو حضور اکرم ﷺ نے غلط جگہ خرچ نہیں کیا کبھی زبان مبارک سے کوئی غلط لفظ نہیں نکلا کبھی کسی کو ذلیل حقیر کرنے کے لئے کوئی لفظ نہیں فرمایا۔ نگاہ مبارک سے کسی کو حقیر چھوٹا نہیں سمجھا یہ سارے کمالات حضور اکرم ﷺ میں تھے اور اہل عرب کو تسلیم تھے۔ پھر بھی جس وقت میں غار حراء میں وحی نازل ہونا شروع ہوئی اور پھر کچھ عرصہ کے بعد آیت مبارکہ نازل ہوئی: "وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ" آپ اپنے قریبی رشتہ داروں کو ڈرائیے حق تعالیٰ کی جانب سے سب سے پہلے جو تبلیغ کا حکم ہوا تو وہ قریبی رشتہ داروں کے لئے ہوا اور وجہ اس کی یہی ہے کہ جو آدمی حق تعالیٰ کے احکام کو پہنچاوے بحیثیت نبوت، بحیثیت رسالت اس کی زندگی نہایت پاک وصاف ہونی چاہئے اور اس کا تجربہ گھر والوں کو سب سے زیادہ ہوتا ہے۔ وہ دیکھتے ہیں جانتے ہیں، سمجھتے ہیں۔

کوہِ صفا پر اعلانِ توحید اور ابولہب کی مخالفت

حضرت رسول اکرم ﷺ کو حکم ہوا کہ اپنے قریبی رشتہ داروں کو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرانے کے لئے بلائیے تو حضور اکرم ﷺ نے کوہ صفا پر جا کر آواز دی نام لے لے کر خاندان کے لوگوں کو پکارا، اس زمانہ میں بلڈنگیں اتنی نہیں تھیں جتنی اب ہو گئیں مکہ مکرمہ کی اتنی آبادی نہیں تھی جتنی اب ہو گئی اور اللہ کے رسول کی آواز تھی اللہ تعالیٰ نے پہنچا دی اگر یہ براہ راست بھی ہوتا اور اللہ کو پہنچانا منظور ہوتا تو بھی پہنچا دیتے۔ بہر حال وہ آواز پہنچ گئی لوگ گھبرا گئے اس آواز کو سن کر اس لئے کہ کسی معمولی شخص کی آواز نہیں تھی یہ اللہ کے رسول ﷺ کی آواز تھی اور اللہ کے حکم سے تھی۔ شان جلالت کی یہ آواز تھی لوگ گھبرا گئے

اور آئے جلدی جلدی اپنا کام چھوڑ کر آئے اور جو کسی مجبوری کی وجہ سے نہیں آسکتا تھا دوسرے آدمیوں کو بھیجا کہ تم جاؤ وہ آئے جمع ہو گئے۔ حضور اکرم ﷺ نے انتہائی حکمت اور دانشمندی سے پہلے بطور امتحان ایک بات کا اقرار لیا فرمایا بتاؤ اگر میں تمہیں یہ کہوں کہ یہاں دامن کوہ میں ایک دشمن پڑا ہوا ہے صبح ہوتے ہی تم پر حملہ آور ہو گا کیا تم مجھے سچا جانو گے؟ عرب میں دستور یہ تھا دشمن اخیر شب میں شبخون مارا کرتا تھا۔ جب غفلت کا وقت ہوتا ہے تب دشمن لوگ شبخون مارتے تھے۔ پہلے سے پتہ چل جائے تو پہلے سے انتظام کر لیں۔ حضور اکرم ﷺ نے دریافت فرمایا کیا تم مجھے سچا مانو گے سب نے ایک ہو کر کہا آپ کے متعلق کبھی غلط بیانی کا تجربہ نہیں ہوا۔

چالیس سال کی اتنی پاکیزہ زندگی کہ کبھی زبان مبارک سے کوئی غلط لفظ نہیں نکلا یعنی آپ کو سچا مانیں گے چاہے دشم نظر آوا ے یا نہ آوے۔ جب حضور اکرم ﷺ نے دیکھ لیا یہ لوگ مجھے سچا مانتے ہیں میری سچائی کا انھوں نے اقرار کر لیا تب حضور اکرم ﷺ نے اللہ کے عذاب سے ڈرایا اس مجمع میں جو سب سے زیادہ محبت کا دم بھرنے والا محبت کا نعرہ لگانے والا تھا حضور اکرم ﷺ کا چچا ابولہب تھا۔ سب سے پہلے ابولہب نے تکذیب کی اور کہا تیرا ہاتھ ٹوٹے، تو نے اس واسطے یہاں جمع کیا تھا نعوذ باللہ غیرت خداوندی جوش میں آتی ہے اور اللہ تعالیٰ اس کا جواب خود عنایت فرماتے ہیں: ''تَبَّتْ يَدَا اَبِيْ لَهَبٍ'' ابولہب کے دونوں ہاتھ ٹوٹیں۔ کہنے کا مطلب یہ ہے کہ خالی محبت پر اکتفا کرنا اور یہ سمجھنا کہ محبت ہی ہمارے لئے کافی ہے غلط ہے ابولہب کو کتنی محبت تھی خدا جانے کتنی دفعہ گود میں لیا ہو گا۔ چچا تھا یہاں تک کہ ابولہب کی ایک باندی تھی جس کا نام ثوبیہ تھا اس نے آ کر اطلاع دی ابولہب کو بھتیجا پیدا ہوا عبداللہ کے گھر میں بچّہ پیدا ہوا اس کو بڑی خوشی ہوئی اور اس بشارت کے صلہ میں اس نے اس باندی کو آزاد کر دیا ہاتھ کے اشارہ سے اور پھر ایک زمانے کے بعد جب حضور ﷺ نے وحی سنائی کچھ لوگ ایمان لائے کچھ لوگوں نے انکار کیا۔

....

حضرت عباس رضی اللہ عنہ کا خواب میں ابولہب کو دیکھنا

حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے خواب میں دیکھا کہ اسکے مرجانے کے بعد پوچھا گیا کیا حال ہے کیسے گذر رہی ہے کہا سخت عذاب میں مبتلا ہوں صرف وہ انگلی جس کے اشارے سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کی خبر سن کر باندی کو آزاد کیا تھا وہ عذاب سے بچ گئی۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کی وجہ سے جس انگلی سے اشارہ کیا تھا وہ انگلی عذاب سے بچ گئی۔ بھائی لوگ اس کو خوب رو رو کر بیان کرتے ہیں محبت کی وجہ سے ابولہب بھی بچ گیا ہاں بچ گیا، کہاں سے قرآن پاک میں ہے:

"سَيَصْلَىٰ نَارًا ذَاتَ لَهَبٍ" [وہ بھڑکتے شعلوں والی آگ میں داخل ہوگا۔]

پھر خواب بھی کس کا حضرت عباس رضی اللہ عنہ کا۔ بیداری کی حالت نہیں ہے خواب کی حالت ہے، نبی کے خواب کی ضمانت لی گئی ہے کسی اور کے خواب کی نہیں اور یہ کہنا کہ سخت عذاب میں مبتلا ہوں کیا یہ بھی بچنا ہے اور پھر یہ بھی کہتے ہو کہ صرف ایک انگلی بچ گئی اور باقی سارا جسم اور پھر کندھوں پر اٹھایا تھا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اور گود میں لیا تھا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس میں کچھ بھی نہیں بچا۔ خالی محبت کافی نہیں ہے محبت کے ساتھ ساتھ عقیدت بھی ہونی چاہئے۔ ابولہب کو عقیدت نہیں تھی ابو جہل سے پوچھا اخنس ابن شریق نے ابو جہل اب بتا اب تو کوئی اور نہیں ہے سچ سچ بتا کیا محمد صلی اللہ علیہ وسلم جھوٹ بولتے ہیں تو اس نے کہا دیکھ بھائی بات یہ ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم جھوٹ بولتے نہیں جو بولتے ہیں سچ بولتے ہیں جو وحی آتی ہے وہ جھوٹ ہے کیونکہ اس کا تجربہ نہیں تھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا چالیس سال کا تجربہ کیا تھا ان کے اوپر جھوٹ کے الزام کی ہمت نہیں ہوئی اسی لئے دیکھئے ایمان کی بنیاد میں شہادتین کو رکھا صرف توحید کافی نہیں ہے بلکہ رسالت بھی ضروری ہے اگر رسالت پر ایمان نہ ہوگا تو نجات نہیں ہوگی۔

مولانا جامی رحمۃ اللہ علیہ کا خواب

مولانا جامی رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب نفحات الانس لکھی ہے اس میں لکھا ہے سفر میں جاتے

ہوئے ایک جگہ مسجد میں ٹھہرنا ہوا خواب میں دیکھا مسجد کے دوسرے حصے میں مجمع ہے پوچھا کیسا مجمع ہے؟ کہا کہ حضور اکرم ﷺ تشریف فرما ہیں میں بھی پہنچ گیا حضور اکرم ﷺ سے میری ملاقات ہوئی میں نے چند آدمیوں کے متعلق پوچھا فلاں شخص جس کا دنیا سے انتقال ہو چکا تھا اس کا کیا حال ہے؟ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق پوچھا امام غزالی کہاں ہیں؟ فرمایا: "رجل فاز بالمقصود" وہ مقصد میں کامیاب ہو گئے۔ کسی نے ابن سینا کے متعلق پوچھا ابن سینا کہاں ہے فرمایا اس نے چاہا تھا میرے بغیر اللہ تعالیٰ تک رسائی ہو جائے اس کو دکھایا گیا جہنم میں جائے گا اس لئے کہ اللہ تعالیٰ تک رسائی حضور اکرم ﷺ کے بغیر ہو جائے یہ ممکن نہیں اس لئے حضور اکرم ﷺ کے ساتھ ساتھ عقیدت لازم ہے۔ تب ہی جا کر محبت کارآمد ہے۔ ابو لہب کو محبت تھی سارے عرب کو محبت تھی مگر عقیدت نہیں تھی لہٰذا وہ محبت نجات اخروی کا ذریعہ نہیں بنی جب تک عقیدت حاصل نہیں ہوئی۔

اطاعت

تیسری چیز ہے اطاعت، عقیدت کے ساتھ ساتھ اطاعت بھی ہونی چاہئے۔ جب دو چیزیں اعلیٰ درجہ کی ہونگی ایک محبت ایک عقیدت تو اطاعت بھی اعلیٰ درجہ کی ہوگی۔ حضور اکرم ﷺ نے اطاعت کے واسطے بھی فرمایا، محبت عقیدت کے واسطے بھی ان سب چیزوں کو حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی زندگی میں دیکھنے کی ضرورت ہے۔

غزوۂ بدر میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی جاں نثاری

احادیث میں آتا ہے سب سے پہلا جہاد غزوہ بدر ہے اس میں حضور اکرم ﷺ کے چھپر بنا دیا تھا تاکہ آپ ﷺ چھپر میں رہیں جس کو حضور اکرم ﷺ کے پاس آنا ہو چھپر دیکھ کر آجائے اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو پہرہ دار مقرر کیا تھا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ پہرہ پر تھے۔ اگر کوئی شخص حضور اکرم ﷺ کی طرف دشمنوں میں

سے نظر اٹھا کر دیکھتا تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ تیر کی طرح اس کی طرف دوڑتے تھے پہرہ کا حق ادا کرنے کے لئے جو لوگ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلہ کیلئے تلوار لے کر آئے تھے ان میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بیٹے بھی تھے وہ ایمان نہیں لائے تھے۔ ایک وقت آیا کہ انھوں نے ایمان قبول کرلیا ایک روز کہنے لگے کہ ابا بدر کے دن آپ میرے نشانے پر آگئے تھے میں چاہتا تو قتل کر دیتا باپ ہونے کا خیال کر لیا۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تو نے باپ ہونے کا خیال کرلیا اگر تو میرے نشانے پر آتا تو میں تجھے ضرور قتل کرتا حدیث میں ہے:

"لَا یُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی اَکُوْنَ اَحَبَّ الخ" (مسند احمد)

ایمان وہی ہے جس میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اولاد، والد سب سے زیادہ ہو اور اس کا اندازہ ہوتا ہے مقابلہ سے ایک صحابی کے والد نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں نامناسب کلمہ کہہ دیا برداشت نہیں کر سکے، ایک تھپڑ مار دیا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں گئے۔ حضور! اس طرح سے ہوگیا۔ ایک بات کہدی تھی اس پر میں نے والد کو تھپڑ مار دیا برداشت نہیں کرسکا آپ دعاء کر دیجئے میرے والد کو اللہ تعالیٰ ایمان دے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دعاء کی اور مشرف باسلام ہوئے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا حق اس طرح ادا کیا کہ ناشائستہ کلمہ کہنے پر باپ کو تھپڑ مار دیا اور باپ کا حق اس طرح ادا کیا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے دعاء کرائی ایمان کی اللہ تعالیٰ نے اس کو ایمان کی توفیق دی۔ ابوسفیان جب تک ایمان نہیں لائے تھے فوج کی کمانڈری کیا کرتے تھے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلہ میں۔

ام المومنین حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کا بستر لپیٹنا

ابوسفیان گئے ہیں اپنی بیٹی کے پاس۔ انکی بیٹی ام حبیبہ رضی اللہ عنہا نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ

کی بہن جب دیکھا ابوسفیان آئے ہیں تو انھوں نے فوراً بستر لپیٹ کر رکھ دیا۔ کہنے لگے بیٹی! یہ کیا طریقہ؟ دنیا کا دستور یہ ہے کہ بیٹی باپ کیلئے بستر بچھاتی ہے۔ بیٹی نے صاف جواب دیدیا۔ بستر حضورا کرم ﷺ کا ہے تم ناپاک ہو، اس پر بیٹھنے کے قابل نہیں ہو معلوم ہوا حضورا کرم ﷺ سے محبت زیادہ تھی پہلے مختلف کئی کئی شادیاں کرتے تھے ایک کے نکاح میں دس دس عورتیں تھیں۔ حضورا کرم ﷺ نے اعلان فرمایا چار سے زائد رکھنے کی اجازت نہیں ہے کتنے گہرے تعلقات تھے ان سے راحت بھی پہنچتی تھی لیکن حضورا کرم ﷺ نے فرمایا کسی کو چار سے زائد رکھنے کا اختیار نہیں رہا۔ سب نے چار پر کفایت کی بقیہ کو فوراً الگ کر دیا۔

حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کی کمال جاں نثاری

حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کو گرفتار کرلیا گیا تھا جہاد میں۔ ان سے پوچھا گیا کہ کیا تم اس بات کو پسند کرتے ہو کہ تم کو چھوڑ دیا جائے اور تمھاری جگہ پر حضورا کرم ﷺ کو قتل کر دیا جائے۔ کہا بدنصیبو! تم اس بات کو پوچھتے ہو مجھے تو یہ بھی گوارا نہیں کہ میں اپنی جگہ پر آرام سے رہوں اور حضورا کرم ﷺ کے پائے مبارک میں کانٹا بھی چبھے۔ غزوۂ احد میں حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ ہاتھ سے تیر کو روکتے تھے جس کی وجہ سے سب ہاتھ شل ہوگیا تھا۔ تیر روکتے روکتے تا کہ دشمن کا تیر حضورا کرم ﷺ تک نہ پہنچے۔ اس سے معلوام ہوا کہ یہ حضرات! اپنی جان سے زیادہ حضورا کرم ﷺ سے محبت فرماتے تھے۔

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کیلئے نصیحت

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا حضورا کرم ﷺ کی سب سے زیادہ چہیتی بیٹی، حضورا کرم ﷺ سے محبت بھی بہت رکھتی تھیں عقیدت بھی اعلیٰ درجہ کی رکھتی تھیں۔ محبت کی دلیل تو یہ ہے کہ حضورا کرم ﷺ نے فرمایا:

"فَاطِمَةُ بِضْعَةٌ مِنِّيْ مَنْ اٰذَاهَا فَقَدْ اٰذَانِيْ" (مستدرک حاکم بیروت: ۳/۱۷۳)

[فاطمہ میرا جگر گوشہ ہے جس نے اس کو ایذا دی اس نے مجھ کو ایذا دی۔]

اور عقیدت کی دلیل یہ ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا:

"فَاطِمَةُ سَيِّدَةُ نِسَاءِ أَهْلِ الْجَنَّةِ" (بخاری شریف: ۱/۵۳۲)

[فاطمہ اہل جنت عورتوں کی سردار ہیں۔] اس اعلیٰ درجہ کی محبت اور اعلیٰ درجہ کی عقیدت کے باوجود حضور ﷺ نے ان کو خطاب کر کے فرمایا۔ اے فاطمہ! دنیا میں سے جو کچھ چاہے مجھ سے لیجئے آخرت میں تو اپنا عمل کام آئے گا۔ اس گھمنڈ میں نہ رہنا کہ نبی کی بیٹی ہوں۔ اس سے معلوم ہوا کہ محبت وعقیدت کے ساتھ اطاعت بھی ضروری ہے اور محبت وعقیدت پر بھروسہ کرتے ہوئے اطاعت سے بے پروا ہو جانا محض نادانی ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی کمال اطاعت

ایک مرتبہ حضور اکرم ﷺ منبر پر تشریف لائے ارشاد فرمایا:

"يَا أَيُّهَا النَّاسُ اجْلِسُوا" [اے لوگو! بیٹھ جاؤ۔]

جس نے یہ سنا فوراً بیٹھ گئے۔ حتیٰ کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ مسجد سے باہر تھے یہ آواز سن کر وہیں بیٹھ گئے۔ انھوں نے یہ نہیں سوچا کہ یہ خطاب تو اہل مسجد کو ہے میں جب مسجد میں پہنچوں گا بیٹھ جاؤں گا، ان حضرات کو موت کا بہت استحضار رہتا تھا خطرہ یہ بھی تھا کہ خدا جانے مسجد میں پہنچ بھی پاؤں یا اس سے پہلے پہلے موت آجائے اور قیامت میں سوال ہو ہمارے نبی کی آواز تمھارے کان میں پہنچی "اجلسو" [بیٹھ جاؤ۔] اور تم نے عمل نہیں کیا۔ کیا نبی نے یہ فرمایا تھا کہ مسجد میں اندر آ کر بیٹھو۔

پھر جب حضور اکرم ﷺ کی نظر ان پر پڑی تو ارشاد فرمایا ابن مسعود! آگے آجاؤ۔

اعلیٰ درجہ کی محبت اعلیٰ درجہ کی عقیدت کے ساتھ ان حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی اطاعت کا یہ حال تھا۔ اللہ پاک ہم کو بھی اس کا کچھ حصہ نصیب فرمائے۔ آمین! ❑❑❑

آداب صلوٰۃ وسلام

اس بیان میں

☆......صلوٰۃ وسلام کی فضیلت اور آداب کو بیان کیا گیا ہے۔

☆......نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات بعد الوفات۔

☆......اور اکابر اہل اللہ کے بعض واقعات۔

....

آداب صلوٰۃ وسلام

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَ کَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی۔ اَمَّا بَعْدُ!

فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔

یَآاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْ لَا تَرْفَعُوْا اَصْوَاتَکُمْ ... اِلٰی قَوْلِہٖ تَعَالٰی اَکْثَرُھُمْ لَا یَعْقِلُوْنَ۔

[اے ایمان والو! اپنی آوازیں نبی کی آواز سے بلند مت کیا کرو۔ اور نہ ان سے بات کرتے ہوئے اس طرح زور سے بولا کرو جیسے تم ایک دوسرے سے زور سے بولتے ہو، کہیں ایسا نہ ہو کہ تمہارے اعمال برباد ہو جائیں اور تمہیں پتہ بھی نہ چلے۔ یقین جانو جو لوگ اللہ کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس اپنی آوازیں نیچی رکھتے ہیں یہ وہی لوگ ہیں جن کے دلوں کو اللہ تعالیٰ نے خوب جانچ کر تقویٰ کے لئے منتخب کر لیا ہے، ان کو مغفرت بھی حاصل ہے اور زبردست اجر بھی۔ (اے پیغمبر!) جو لوگ تمہیں حجروں کے پیچھے سے آواز دیتے ہیں ان میں سے اکثر کو عقل نہیں ہے۔] (آسان ترجمہ)

صلوٰۃ وسلام

حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مقدسہ پر صلوٰۃ وسلام پڑھنا بڑی سعادت بڑے ایمان کے تقاضے محبت کے تقاضے کی بات ہے جتنا زیادہ سے زیادہ پڑھا جائے۔ کشمیر کے علاقہ میں دیکھا وہاں دستور یہ ہے نماز کے لئے جا رہے ہیں مسجد بھری ہوئی ہے لوگ بیٹھے

ہوئے ہیں دو چار منٹ باقی ہیں نماز شروع ہونے میں ایک شخص کونہ سے کھڑا ہوا اس نے کہا اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلیٰ مُحَمَّدٍ دوسرے نے اس کے جواب میں کہا الصلوٰۃ والسلام یا رسول اللہ اسی طریقے پر ایک ادھر سے پڑھتا ہے، دوسرا ادھر سے پڑھتا ہے، بعض دفعہ سب ملکر پڑھنے لگتے ہیں، درود شریف زور سے پڑھنا آہستہ پڑھنا سب درست ہے۔ دور سے پڑھنا، نزدیک سے پڑھنا سب درست ہے چاہے غائب کے صیغے سے پڑھے چاہے حاضر کے صیغے سے پڑھے وہ بھی درست۔

حاضر وناظر کا عقیدہ

لیکن بعض جگہ لوگوں کے عقائد ایسے ہو گئے کہ حضور اقدس ﷺ کی ذات مبارکہ کو اللہ تعالے کی طرح ہر جگہ حاضر وناظر جاننے لگے۔ جس طرح اللہ تعالے ہر جگہ حاضر ناظر ہے، سب کی پکار سنتا ہے۔ بلا واسطہ بالکل اسی طرح حضور اکرم علی اللہ علیہ وسلم حاضر ناظر ہیں اور بندے (اُمتی) جس طریقے پر پکارتے ہیں۔ حضور اکرم ﷺ براہ راست انکے کلام کو سنتے ہیں اور بعضوں نے آگے بڑھ کر کچھ اور کہا کہ اللہ تعالی ہر جگہ حاضر ناضر نہیں ہے اور حضور اکرم ﷺ ہر جگہ حاضر ناظر ہیں جو صفت خاصہ تھی حق تعالی کی اس کو خاص کر دیا حضور اکرم ﷺ کیلئے اور اللہ تعالی سے اس صفت کو ختم کر دیا۔ استغفر اللہ!

افراط وتفریط

چنانچہ ایک کتاب جاء الحق میں اس کی تشریح کی ہے کہ حضور اقدس ﷺ ہر جگہ حاضر ناظر ہیں۔ حق تعالیٰ ہر جگہ حاضر ناظر نہیں اور ایک مقام میں دیکھا کہ مسجد کے محراب میں کلمہ اس طرح لکھا ہوا ہے کہ دائیں جانب محمد رسول اللہ اور بائیں جانب لا اِلٰہ الا اللہ پہلے محمد رسول اللہ بعد میں لا الہ الا اللہ یہاں تک نوبت پہنچ گئی اور پارٹیاں بن رہی

ہیں۔ایک خدا پارٹی ایک رسول پارٹی۔لڑائی آپس کی، سامنے کرتے ہیں خدا اور رسول کو ایک جماعت اس بات کی دعویدار ہے کہ کہ حضور اقدس ﷺ سے محبت کرتے ہیں۔

جو کچھ ہمیں لینا ہے لے لیں گے محمدؐ سے
اللہ کی جھولی میں وحدت کے سوا کیا ہے

اللہ کے پاس تو وحدت رہ گئی اور کچھ نہیں۔ باقی حضور اکرم ﷺ کے پاس سب کچھ ہے وہاں سے لیں گے۔

غرض یہ افراط وتفریط ہو رہی ہے دنیا میں. بہت پریشانی کی بات ہے۔اس واسطے عقائد کی تصحیح کی بہت زیادہ ضرورت ہے۔عقیدے پر مدار نجات ہے ایمان کا مدار عقیدے کی صحت پر ہے۔عقیدہ غلط ہوگا، ایمان خراب ہوگا، نجات نہیں ہوگی اس واسطے اگر کوئی آدمی دور سے صلوٰۃ وسلام پڑھتا ہے اور صیغہ مخاطب کو حرف ندا کے ساتھ پڑھتا ہے۔مثلاً ایک شخص یہاں سے پڑھتا ہے: "الصلوٰۃ و السلام علیك یا رسول اللہ" اس طرح پڑھے اور عقیدہ یہ ہے کہ ملائکہ کے واسطے سے یہ صلوٰۃ وسلام حضور اقدس ﷺ تک پہنچتے ہیں اور حضور اکرم ﷺ اس کو سن کر مسرور ہوتے ہیں اور جواب بھی مرحمت فرماتے ہیں یہ عقیدہ ہو تو درست ہے کوئی مضائقہ نہیں۔

اسی طریقہ پر ایک شخص اپنے ذہن میں صورت مبارکہ کو تصور کر کے یا روضۂ اقدس کو مقصود کر کے یہ محسوس کرے میں گویا مدینہ طیبہ میں روضہ اقدس کے سامنے کھڑا ہو کر وہاں سے پڑھ رہا ہوں اس تصور سے پڑھے تو بھی کوئی مضائقہ نہیں درست ہے۔ایسے ہی جیسے کوئی آدمی اپنے باپ کو خط لکھتا ہے اس میں خطاب کا صیغہ استعمال کرتا ہے۔ ظاہر ہے باپ اس کو پڑھ رہا ہے سن نہیں رہا ہے۔البتہ ڈاک کے ذریعہ باپ تک پہنچے گا باپ سنے گا خطاب باپ کو ہے لیکن ایک شخص باپ کو خطاب کرتا ہے حاضر ناضر جان کر تو یہ غلط طریقہ ہے۔

الصلوٰۃ والسلام علیك یارسول اللہ! پڑھنے کا حکم

ایک دفعہ سفر تھا خیال آیا جمعہ کا دن ہے فلاں جگہ اتر کر جمعہ کی نماز ادا کرلوں اور فلاں گاڑی میں جواتنے بجے آتی ہے اس میں چلا جاؤں گا تو کوئی خرابی نہیں آئیگی۔ چنانچہ رائے پختہ ہوگئی اتر کر پہنچ گیا۔ جامع مسجد پوچھتے پوچھتے پہنچ گیا وہاں کے امام صاحب نے صورت شکل دیکھ کر یہ تو مولوی ملاّ ہے کہ مولوی صاحب کچھ دیر بیان کردو اچھی بات اس میں بھی کوئی مضائقہ نہیں۔ ابھی وقت تھا بیان کرنا شروع کیا۔ شروع ہی سے پتہ چل گیا کسی اور طرح کا آدمی ہے۔ اس واسطے کہ اس نے مجمع سے نہیں کہا کہ تم سب صلوٰۃ وسلام پڑھو درود پڑھوایا ہی نہیں۔ مجمع میں برابر والے ایک شخص کو امام صاحب نے سوال سمجھایا کہ ان سے اس طرح سوال کرو۔ "الصلوٰۃ والسلام علیك یارسول اللہ" پڑھنا کیسا ہے؟ اگر یہ دیوبندی ہیں تو جائز کہنے کے نہیں اور اگر دیوبندی نہیں ہیں بریلوی ہیں تو جائز کہیں گے پس صاف بات ہو جائے گی پتہ چل جائے گا۔

چنانچہ انھوں نے فوراً سامنے آکر سوال کیا کسی نے روک دیا کہ یہ کیا طریقہ سوال کرنے کا اس کو میں نے روک دیا۔ آپ کو کیا آپ سے نہیں پوچھ رہے ہیں۔ مجھ سے پوچھ رہے ہیں مجھے نماز کے بعد جانا ہے مجھے وقت ملے یا نہ ملے پوچھ لیجئے۔ انھوں نے پوچھا کیوں مولوی صاحب "الصلوٰۃ والسلام علیك یارسول اللہ!" پڑھنا کیسا ہے؟ میں نے جواب دیا دیکھئے اگر آپ اپنی زندگی کے تمام گوشوں کو حضور اکرم ﷺ کی سنت سے منور کررہے ہیں اور اعلیٰ درجہ کا آپ کو سنت سے تعلق ہے سارا عمل سنت کے موافق ہوتا ہے جس کے نتیجہ میں آپ کو حضور اکرم ﷺ سے محبت پیدا ہوگئی اور محبت آگے بڑھ کر عشق کے درجہ تک پہنچ گئی اور یہاں سے مدینہ منورہ تک جتنے حجابات تھے سارے آپ کے لئے اٹھا دیئے گئے اور آپ کو یہیں سے کھڑے کھڑے روضۂ اقدس نظر آرہا ہے تو بلا تکلف پڑھئے "الصلوٰۃ والسلام

علیك یا رسول الله!" کسی کے روکنے سے نہ رکئے اور اگر حجابات نہیں اٹھے یہاں سے روضہ اقدس آپ کو نظر نہیں آتا تو معلوم ہوتا ہے عشق میں کمی ہے لہذا آپ یہاں سے پڑھئے۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ الخ۔

تکلیف کیجئے اور سفر کیجئے مدینہ پاک پہنچ کر روضۂ اقدس کے سامنے کھڑے ہو کر نہایت ادب و احترام کے ساتھ دھیمی آواز سے وہاں پڑھئے:

"الصلوٰۃ والسلام علیك یا رسول الله"

دور سے بڑوں کو چلّا چلّا کر پکارنا یہ بے ادبی ہے کھیت والوں کا طریقہ ہوتا ہے۔ کھیت والے ایک دوسرے کو پکارتے ہیں، اے فلانے کوئی جواب دیتا ہے ہاں، بڑوں کو اس طرح نہیں پکار سکتے۔ بڑوں کے سامنے حاضر ہو کر عرض کیا جاتا ہے۔

حضور اقدس ﷺ کے متعلق موجود ہے: "یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَکُمْ" اپنی آواز کو حضور اقدس ﷺ کی آواز سے بلند مت کرو۔ بعض آدمی کی آواز قدرتاً بلند تھی بات کرنے میں آواز بلند ہو جاتی تھی۔

جیسے وہاں آیت نازل ہوئی اپنی آواز کو حضور اکرم ﷺ کی آواز سے بلند مت کرو: "وَلَا تَجْھَرُوْا لَہٗ بِالْقَوْلِ" نبی کے سامنے ایسے زور سے نہ بولو جیسا کہ آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ بولا کرتے ہیں، ایسا نہ ہو کہ تمہارے اعمال ضائع ہو جائیں اور تمہیں پتہ بھی نہ چلے، جو لوگ آواز دھیمی اور ہلکی کرتے ہیں نبی کے سامنے یہ لوگ ایسے ہیں اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں کا امتحان لے لیا انکے دلوں میں تقویٰ موجود ہے۔ لہذا اس آیت کے نزول کے بعد بعضے صحابہ رضی اللہ عنہم تو اس طرح سے بولتے تھے کہ بار بار پوچھنے کی نوبت آتی تھی۔ حضور اکرم ﷺ کے سامنے ڈر کے مارے کہ زور سے بولنے سے کہیں اعمال حبط نہ ہو جائیں "اِنَّ الَّذِیْنَ یُنَادُوْنَکَ مِنْ وَّرَآءِ الْحُجُرَات" جو لوگ دور سے کھڑے ہو کر زور زور سے چلا کر پکارتے ہیں ان کو قرآن نے بے وقوف کہا ہے۔ "اَکْثَرُھُمْ لَا یَعْقِلُوْنَ" [ان میں اکثر بے علق

ہیں۔] یہاں سے یا کسی اور مقام سے آواز دے کر چلانا یارسول اللہ! اس طرح سے چلانے والے کو قرآن نے بیوقوف کہا ہے۔

لہٰذا دور سے کھڑے ہو کر چلّانا آواز لگانا، دور سے اس طرح صلوٰۃ وسلام پڑھنا جیسے اسکول کے بچے پہاڑے پڑھا کرتے ہیں، ایک نے ایک لفظ کہا پھر سب نے مل کر وہی کہا یہ طریقہ غلط ہے۔ نہ قرآن کریم سے ثابت نہ حدیث پاک سے نہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے نہ ائمہ مجتہدین نے کیا آپ درود شریف پڑھئے ایک کونہ میں بیٹھ کر پورے انہماک اور یکسوئی کے ساتھ ہر طرف سے دل کو ہٹا کر آپ پڑھئے جتنا جی چاہے پڑھئے کوئی آپ کو روک نہیں سکتا اگر روکے تو نہ رکئے اس کا کہنا وحی تو نہیں ہے نہ رکئے۔

اتنی بات ہوئی اور پھر جتنا کچھ بیان کرنا تھا بیان کیا کبھی موقع نہیں ملتا تھا، اللہ نے موقع دیدیا اس واسطے صلوٰۃ وسلام صیغۂ خطاب کے ساتھ یا ندا کے ساتھ یا نبی سلام علیک یارسول سلام علیک کہے یارسول اللہ صلوٰۃ اللہ علیک یہ زور زور سے چلا کر پڑھنا ایک آواز ملا کر گا کر۔ یہ غلط طریقہ ہے۔ "اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ" پڑھنا چاہئے اور ایسے لوگ بھی موجود ہیں جو روزانہ چار ہزار پانچ ہزار مرتبہ درود شریف پڑھتے ہیں راتوں میں کثرت سے پڑھتے ہیں اور اس کے منافع آخرت میں بھی ہیں دنیا میں بھی۔

صلوٰۃ وسلام کی فضیلت

نسائی شریف کی روایت میں ہے

"اِنَّ لِلّٰہِ تَعَالٰی مَلٰٓئِکَۃً سَیَّاحِیْنَ فِی الْاَرْضِ" (مشکوۃ شریف:۸۶/۱،ح ۹۲۴)

اللہ تعالیٰ کی طرف سے فرشتے مقرر ہیں جو تمام روئے زمین پر پھیلے ہوئے ہیں میری امت میں سے جو شخص بھی سلام پڑھتا ہے وہ فرشتے میرے پاس لا کر پہنچاتے ہیں۔

اور بیہقی کی روایت میں ہے: "مَنْ صَلّٰی عَلَیَّ عِنْدَ قَبْرِیْ سَمِعْتُہٗ" جو شخص میرے

قریب میری قبر کے سامنے صلوٰۃ وسلام پڑھے گا میں خود اس کو سنوں گا اور جو دور سے پڑھے گا وہ مجھے پہنچا دیا جائے گا دور سے پہنچایا جاتا ہے۔ حضرت نبی کریم ﷺ کو بڑی خوشی ہوتی ہے جب کوئی شخص صلوٰۃ وسلام پڑھتا ہے۔ روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک فرشتہ مستقلاً وہیں موجود رہتا ہے، ہر وقت جس نے سلام پڑھا اس کا نام لے کر باپ کا نام لے کر بتاتا ہے فلاں بن فلاں نے صلوٰۃ وسلام بھیجا ہے۔

اشکال مع جواب

اب کسی کے دل میں خیال پیدا ہو کہ صلوٰۃ وسلام پڑھنے والے تو تمام دنیا سے تمام روئے زمین سے ہر وقت پڑھتے ہیں، ہر وقت فرشتہ پہنچاتا ہے ہر وقت حضور اکرم ﷺ جواب دیتے ہیں، حضور اکرم ﷺ کو تو جواب سے فرصت ہی نہیں ملتی ہوگی، کتنوں کے جوابات دیتے ہیں، اپنے اوپر قیاس نہیں کرنا چاہئے کہ پانچ سات کا سلام آگیا تو جواب دینا مشکل ہوگیا اور پھر وفات کے بعد عالم برزخ میں پہنچ کر احساسات بہت زیادہ قوی ہوجاتے ہیں جو کیفیت احساس وادراک کی اس دنیا میں رہتے رہتے ہے اس کے اعتبار سے برزخ میں پہنچ کر احساسات بہت قوی ہوجاتے ہیں۔

آنحضرت ﷺ کی وفات مبارکہ کی کیفیت

حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے.................... کہ حضور اکرم ﷺ کی جو وفات ہوئی اس طرح نہیں جیسے اور لوگوں کی وفات ہوتی ہے کہ روح کو جسم سے جدا کر دیا۔ ایسا نہیں بلکہ روح مبارک کو وہیں محفوظ کر دیا گیا ہے۔ جیسے چراغ جل رہا ہو آپ اس کو زمین پر رکھ کر اس کے اوپر طشت رکھ دیں چراغ کی جو روشنی دور دور تک پھیل رہی تھی وہ محفوظ ہوگئی، طشت کے اندر محفوظ رہ گئی فائدہ اس کا یہ ہے کہ پہلے جو روشنی پھیل رہی تھی وہ ہلکی تھی اب وہ روشنی

ایک جگہ مجتمع ہو کر زیادہ قوی ہوگئی ان کی تحقیق یہ ہے کہ وفات اس طرح ہوئی اوروں کی جس طرح وفات ہوتی ہے اس طرح نہیں ہوئی قرآن میں ہے: "اِنَّکَ مَیِّتٌ وَّاِنَّھُمْ مَّیِّتُوْنَ" [(اے پیغمبر!) موت تمہیں بھی آنی ہے اور موت انہیں بھی آنی ہے۔] (آسان ترجمہ) دونوں کی موت کو الگ الگ ذکر کیا گیا۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور ﷺ کی وفات اور طرح ہے اور دوسروں کی وفات اور طرح ان کے معارف میں یہ ہے۔ بہت سی چیزیں ایسی ہوتی ہیں اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر منکشف فرماتے ہیں اسی طرح حضور ﷺ کا سننا، اور سب کا جواب دینا اور ہر ایک کا پہچاننا، ہر ایک سے مسرور رہونا آپ ﷺ کے لئے کوئی دشواری نہیں۔

بہت آسان ہے امام رازی رحمۃ اللہ علیہ نے تو فرمایا ہی ہے: "قیاس الغائب علی الشاهد لایجوز" جو غائب ہے اس کو حاضر پر کیسے قیاس کرتے ہو حضور اکرم ﷺ ہماری نظروں سے غائب ہیں ان کو اپنے اوپر کیسے قیاس کر سکتے ہیں۔

اس لئے وہاں کے حالات کو یہاں کے حالات پر قیاس نہیں کیا جاسکتا اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو جو جو چیزیں عطا فرمائی عجیب عجیب ہیں۔

حضرت سید احمد رفاعی رحمۃ اللہ علیہ

ایک بزرگ حضرت سید احمد رفاعی رحمۃ اللہ علیہ روضۂ اقدس ﷺ پر حاضر ہوئے صلوٰۃ و سلام عرض کیا درود شریف پڑھا کچھ اشعار پڑھے۔

ان کا حاصل یہ تھا کہ اب تک تو میں اپنی روح بھیجا کرتا تھا روح آتی تھی زیارت کے لئے صلوٰۃ وسلام پڑھتی تھی آج جسم کی باری آگئی۔ جسم حاضر ہوگیا۔ لہٰذا دست مبارک بڑھائیے تو دست مبارک روضۂ اقدس سے نکلا "کالشمس فی نصف النهار" اتنی اس کی روشنی جیسے دوپہر میں سورج سب مجمع نے دیکھا انھوں نے بڑے احترام کے ساتھ دست مبارک کو بوسہ

دیا اور وہ پھر قبر کے اندر چلا گیا۔

یہ واقعہ ۵۵۵ھ کا ہے اور اس وقت مسجد میں بڑے بڑے اولیاء اللہ موجود تھے۔ حضرت سیدنا عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ بھی موجود تھے اور لوگ بھی اس کے بعد لوگوں نے ان کی بڑی تعظیم وتکریم کی جس کی خاطر دست مبارک قبر سے نکلا، انھوں نے کہا: اچھا یہ بات ہے، لیٹ گئے اور کہا میرے او پر کو چلو۔ لوگ چلے مان لی بات، ایک صاحب کشف بزرگ تھے وہ نہیں چلے کسی نے پوچھا کیا بات ہے آپ نے ان کی بات کیوں نہ مانی انھوں نے کہا جو لوگ گذرے وہ اندھے تھے لوگوں کو ان کے رتبے کا علم نہیں میں اگر چلتا تو آتش قہر مجھے جلا ڈالتی اس پایہ کے بزرگ تھے کبھی کبھی ایسا ہوتا ہے اس حیات کے اثرات باہر والوں کو بھی دکھلا دیئے جاتے ہیں کسی کسی کو سب کو نہیں ہر ایک کو نہیں۔

حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد

حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ نے سنایا تھا مسلسلات پڑھاتے ہوئے کہ کہنے کی بات نہیں آدمی ادھر سے منھ پھرا کر دیکھے آنکھیں بند کرے پھر دیکھے اس پر کیا کیا کھلتا ہے۔

حضرت مولانا خلیل احمد رحمۃ اللہ علیہ کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو قرآن پاک سنانا

حضرت مولانا خلیل احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے تراویح میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو قرآن شریف سنایا، کیسے سنایا؟ ہم نہیں جانتے نہ ہم نے پوچھا نہ انھوں نے بتایا، ہوسکتا ہے کہ اقدام عالیہ میں کھڑے ہو کر سنایا ہو یا کسی اور جگہ کھڑے ہو کر سنایا ہو اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب صلوٰۃ وسلام کو سنتے ہیں قرآن پاک کو سننے میں کیا اشکال ہے، ایک صاحب نے دریافت کیا تھا

کہ وہاں کے قاضی القضاۃ کے بیٹے کو بہت شوق تھا حضرت نبی کریم ﷺ کی زیارت کا اس کے لئے وظیفے عملیات بہت سارے پڑھے۔

حضرت مولانا خلیل احمد رحمۃ اللہ علیہ کے جنازہ میں آنحضرت ﷺ کی شرکت

ایک مرتبہ زیارت کی کہ حضور اکرم ﷺ روضۂ اقدس سے باہر تشریف لائے پوچھا حضورؐ! کہاں کا ارادہ ہے؟ ارشاد فرمایا خلیل احمد ہندی کا انتقال ہوگیا ہے ان کے جنازہ میں شرکت کے لئے جارہا ہوں چونکہ مولانا خلیل احمد صاحب نے وصیت فرمائی تھی میرے جنازہ کی نماز مسجد میں نہ پڑھی جائے۔امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک مسجد میں نماز جنازہ مکروہ ہے اس لئے مسجد سے باہر پڑھی گئی تھی تو وہاں تشریف لائے۔تو مبتدعین نے کہا تھا کہ نماز جنازہ مسجد میں میسر نہ آئی۔ یہ گستاخ رسول تھے،ایسے تھے مگر ساتھ ساتھ یہ نہیں دیکھتے کہ حضور اکرم ﷺ تشریف لائے جنازہ میں شرکت کے لئے۔اسی لئے حضرت نبی کریم ﷺ اگر بنفس نفیس روضۂ اقدس سے باہر تشریف لائیں اللہ کی طرف سے اجازت ہو،غلط نہیں ہوسکتا ہے کسی کو بیداری کی حالت میں نظر آجائے یہ بھی ہوسکتا ہے ممکن ہے لیکن وہ جو عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرح حاضر و ناظر ہیں اس کا کہیں کچھ ثبوت نہیں خرقِ عادت کے طور پر جنازہ میں شرکت کے لئے جاسکتے ہیں۔

مولانا احمد رضا خاں صاحب کا ملفوظ

اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خاں صاحب کی کتاب میں ہے کہ فلاں میرے پیر بھائی کا انتقال ہوا میں نے اس کو قبر میں دفن کے لئے رکھا تو بلا مبالغہ وہی خوشبو محسوس ہوئی جو پہلی

مرتبہ روضۂ اقدس پر حاضری کے وقت محسوس ہوئی تھی ۔میں نے ایک صاحب سے پوچھا یہ خوشبو یہاں کہاں آگئی مدینہ طیبہ کی کہا ہم سنیوں کا عقیدہ ہے کہ مومن کی قبر میں حضور ﷺ تشریف لاتے ہیں ۔لائے ہوں گے، خوشبو محسوس ہوئی ہوگی، اس میں کیا بات ہے ۔آگے میں نے کہا جب سوال کیا جاتا ہے "ماھذا الرجل" جب کہا جاتا ہے جب کہ لوگ دفن کر کے واپس چلے جاتے ہیں اس وقت منکر نکیر آتے ہیں اٹھاتے ہیں حضور اکرم ﷺ کی طرف اشارہ کرتے ہیں ۔ابھی تو رکھا ہی ہے رکھتے ہی کیسے خوشبو محسوس ہوئی ۔میں نے پوچھا واقعی آپ لوگوں کا عقیدہ ہے...... جب عقیدہ ہے تو قرآن میں کہیں ہوگا ۔آگے کچھ بولے نہیں ۔میں نے کہا اچھا علم عقائد میں جو کتابیں ہیں شرح عقائد، شرح مقاصد ہے شرح مواقف ہے وغیرہ ان میں کہیں ہوگا ۔ان بیچارہ نے ان کا نام بھی نہیں سنا تھا میں نے کہا کہ اگر کسی کا یہ عقیدہ ہو کہ حضور اکرم ﷺ کا کسی مومن کی قبر پر تشریف لانا کسی صحیح حدیث سے ثابت نہیں تو اس کے متعلق کیا خیال ہے؟ بس جتنی گالیاں اس کی ڈکشنری میں تھیں سارے دے دیں کہ وہ کافر ہے مرتد ہے، زندیق ہے، ملعون ہے، جہنمی ہے، رسول اللہ ﷺ کا دشمن ہے ۔یہ مذہب ہے ۔میں نے کہا۔

مولانا احمد رضا خاں صاحب کی کتاب میں ہے بریلی شریف سے چھپی ہے ۔اس میں لکھا ہے حضور اکرم ﷺ کا کسی مومن کی قبر پر تشریف لانا کسی شرعی دلیل سے ثابت نہیں ۔ اپنے ان کو تو لگا دیا ٹھکانے ۔

عقائد کی حفاظت

اس واسطے حضور اکرم ﷺ کی محبت کے جوش میں آکر عقائد خراب نہ ہونے پائیں، عقائد کو صاف صحیح رکھنا ضروری ہے ۔آخر صحابہ رضی اللہ عنہم نے جو عرب سے باہر عجم میں سفر میں تشریف لے گئے تھے وہاں سے واپس آکر حضور اکرم ﷺ سے کہا کہ وہاں دیکھا اپنے چودھری کو اپنے بڑے کو سجدہ کرتے ہیں ۔حضورؐ! آپ زیادہ مستحق ہیں ۔یہ محبت کی وجہ سے تھا سجدۂ تعظیمی

کرنا چاہتے تھے حضور اکرم ﷺ نے فرمایا اچھا میرا انتقال ہو جائے تو میری قبر پر تم لوگ اسی طرح سجدہ کرو گے؟ کہا: نا! حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: اگر غیر اللہ کو سجدہ جائز ہوتا تو میں عورت کو حکم دیتا کہ اپنے شوہر کو سجدہ کرے اس واسطے سجدہ کسی اور کے واسطے جائز نہیں۔

جوش اور محبت میں آکر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کوئی کام ایسا نہیں کیا جو شان اقدس سے خلاف ہو جس میں عقائد کا خطرہ ہو اس کی حفاظت بہت ضروری ہے۔ ورنہ جوش محبت ہی کا نتیجہ تھا کہ یہودیوں نے حضرت عزیر علیہ السلام کو پوجا تھا، نصاریٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اور جتنے بت پرست ہیں جن چیزوں کو معبود قرار دیتے ہیں جوش محبت ہی کا نتیجہ ہے اس لئے اسلام میں جوش اور محبت کی حدود قائم کر کے ان حدود کو مقید کیا گیا ہے۔

اصلاح کی ضرورت اور اس کا طریقۂ کار

آپ ﷺ کی شان اقدس کے خلاف چیزیں پھیل گئی ہیں پھیل رہی ہیں ان کی اصلاح کی ضرورت ہے۔ مایوس ہرگز نہ ہونا چاہئے نرمی سے پیار محبت سے شفقت سے سمجھایا جائے تو طبیعتیں ایسی ہیں جو مان جائیں گی۔ ضد بھی ہوتی ہے مزاج میں خاص کر یہ معلوم ہو جائے آپ وہابی ہیں آپ دیوبندی ہیں تو اور دقت پیش آتی ہے۔ اگر آپ نرمی سے سمجھائیں کتابیں دکھلائیں، حضور اقدس ﷺ کی سیرت مبارکہ کو بیان کریں جس قدر بھی زیادہ سیرت بیان کی جائے ایجابی پہلو ہو۔ یہ حضور اکرم ﷺ کے حقوق ہیں، یہ کام حضور اکرم ﷺ نے کئے ہیں، یہ کام امت کو سپرد کیا ہے، ان کے مطابق انجام دینا۔ اتنی چیز ہو اس سے بہت لوگوں کی اصلاح ہوگی۔

اس کا مطلب یہ نہیں کہ مداہنت کی جائے غلط چیزوں کے متعلق۔ نہیں مداہنت اور چیز ہے اور اگر شروع ہی سے ان کی ایک ایک بات لے کر کہا جائے کٹ جائیں گے اور کوئی بات نہیں سنے گا اور بہت سختی سے پیش آئیں گے عقائد آپ کے متعلق خراب ہوں گے آپ

کے بڑوں کے متعلق خراب ہونگے۔

حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ سے متعلق ایک خواب

لکھنؤ میں ایک بزرگ تھے شاہ وارث حسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ، حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں بھی رہے اور دیوبند میں تعلیم پائی تھی مولانا فخرالدین حسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے انھوں نے میری عمر میں کلام پاک حفظ کر کے حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کو سنایا تھا اور مشکوٰۃ شریف حفظ کر کے حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کو سنائی تھی ان کے صاحبزادے ہیں ٹیلہ والی مسجد میں بھورے میاں کہلاتے ہیں۔ پیری مریدی کرتے ہیں اپنے والد صاحب کی طرف سے مجاز ہوں گے۔ ایک شخص آئے انھوں نے کہا میں آپ سے بیعت ہونا چاہتا ہوں مگر دیکھئے یہ جو بڑے بڑے ہیں حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ، حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے نام لے لے کر بہت بیہودہ الفاظ سے نام لئے، میں ان کو مسلمان نہیں سمجھتا۔ اس کے ساتھ آپ مجھے بیعت کرنا چاہیں تو کر لیجئے۔ اچھی بات ہے۔ بیعت کر لیا اس کے بعد پھر ایک روز روتا ہوا کانپتا ہوا پریشان ہوتا ہوا آیا۔ پوچھا کیا بات ہے۔ کہا میں نے خواب میں دیکھا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہیں حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ بھی۔ حضرت بھی کہتا ہے مولانا بھی کہتا ہے حضرت ان کے سامنے دوزانو بیٹھے ہیں اور جھکے ہوئے بیٹھے ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پیر مبارک پر دونوں ہاتھ رکھے ہیں اور عرض کر رہے ہیں: حضورؐ! مجھے بتا دیجئے میرا قصور کیا ہے یہ لوگ مجھے برا کیوں کہتے ہیں؟

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے دونوں ہاتھ گٹوں سے پکڑ کر اس طرح اٹھا کر اپنے سینے سے لگا لیا لپٹا لیا اور فرمایا: ''میں تو برا نہیں کہتا۔''

اس واسطے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جو ان کا معاملہ تھا، توبہ کرنے کے لئے آیا ہوں، آئندہ ان کو برا نہیں کہوں گا یہ بہت اونچے لوگ ہیں۔

....

اس واسطے جن کے مقدر میں ہدایت لکھی ہے اللہ تعالیٰ نے ان کو ہدایت بھی نصیب ہو جاتی ہے اور جن کے مقدر میں ہدایت نہیں ابولہب کو، ابو جہل کو ہدایت نہیں ملی اس واسطے بتانے سے سمجھانے سے اصلاح کی امید ہے اور کسی کی ہدایت سے مایوس نہیں ہونا چاہئے۔

اختلافی مسائل کی وضاحت

ایک صاحب سے میں نے کہا تھا کہ میرا دل چاہتا ہے کہ مجمع عام میں اختلافی مسائل کو کھول کھول کر بیان کر دیا جائے کہ اصل مسئلہ اس طرح ہے اس میں ان کے دلائل یہ ہیں مگر دوسرے لوگوں نے اس طرح بگاڑا ہے۔

انھوں نے کہا اس کا فائدہ کیا ہوگا وہاں تو نفی بجد ہے۔ وہ لوگ جو انکار کرتے ہیں وہ نفی جحد ہے۔

میں نے کہا دیکھئے اولاً یہ فیصلہ کہ یہ نفی جحد ہے کون کرے، جو قلب کے حالات سے واقف ہے وہ فیصلہ کرے۔ دوسرے یہ کہ نفی جحد ہے تو نفی تاکید بلن تو نہیں ہے۔ نفی جحد کا مطلب اب تک نہیں کیا نہیں مانا۔ یہ تو نہیں کہ آئندہ کام ہی نہیں کریں گے۔ مگر اس کی طرف لوگ آتے ہیں۔ جو مسائل کتابوں میں لکھے ہیں وہ کتابیں وہ لوگ پڑھتے ہیں اور جو ہمارے اکابر کی کتابیں ہیں وہ بحر فارس بحر عرب سے ہو کر آئی ہیں اس میں عربی فارسی کے اتنے الفاظ ملتے ہیں جو ان سے حل نہیں ہوتے۔

تاہم کوشش تو کی جا رہی ہے اور آسان آسان زبان میں کتابیں لکھی جا رہی ہیں۔ اللہ پاک صحیح سمجھ عطا فرمائے۔ (آمین)

❑❑❑

اتباعِ سنّت

اس بیان میں

☆......اتباع سنت کی اہمیت وفضیلت۔

☆......اکابر اولیاء اللہ کے واقعات۔

☆......اور تلبیس ابلیس کو بیان کیا گیا ہے۔

....

اتباعِ سنّت

بعد خطبۂ مسنونہ۔

فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔

فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا الخ۔

[نہیں (اے پیغمبر!) تمہارے پروردگار کی قسم! یہ لوگ اس وقت تک مومن نہیں ہوسکتے جب تک یہ اپنے باہمی جھگڑوں میں تمہیں فیصل نہ بنائیں، پھر تم جو کچھ فیصلہ کرو اس کے بارے میں اپنے دلوں میں کوئی تنگی محسوس نہ کریں اور اس کے آگے مکمل طور پر سرِ تسلیم خم کردیں۔] (آسان ترجمہ)

شان نزول

یہ قرآن کریم کی ایک آیت ہے اس میں ایک واقعہ کے متعلق بیان کیا ہے۔ مدینہ طیبہ میں حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم قیام فرما ہیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی ہیں، ان حضرات میں ایک صحابی ہیں جن کا نام حضرت زبیر رضی اللہ عنہ ہے۔ زبیر ابن العوام رضی اللہ عنہ یہ ایسے صحابی ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ ہر نبی کیلئے کوئی حواری ہوتے ہیں میرے حواری زبیر رضی اللہ عنہ ہیں۔ مخصوص طور پر ان کیلئے یہ امتیاز حاصل ہے۔ ایک دوسرے شخص تھے ان کا ان سے معاملہ ہوگیا۔ باغ میں

پانی دینے کے سلسلہ میں، جس جگہ سے پانی آتا تھا اس کے قریب میں پہلے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کا باغ تھا اس کے بعد دوسرے شخص کا۔ وہ کہتا تھا کہ پہلے مجھے پانی چاہئے اپنے باغ کے لئے۔ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میرا باغ قریب ہے پانی کے۔ اس لئے پہلے مجھے پانی لینے دو۔ اس کے بعد تم اپنے باغ میں پانی لے لینا۔ طے پایا کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں چلیں۔ اس لئے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا حال یہ تھا کہ جس بات میں بھی ذرا سا اختلاف ہوا یا کوئی تردد ہوا کوئی شبہ ہوا تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچ جاتے تھے۔ اس لئے کہ آقائے نامدار سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم روحانی باپ بھی تھے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اور حاکم اور بادشاہ بھی تھے اور محبوب بھی تھے۔ ساری باتیں جمع تھیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کو دیکھا جائے تو آپ بادشاہ کی حیثیت رکھتے ہیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اوپر ان کی فدائیت کو دیکھا جائے تو آپ محبوب کی حیثیت رکھتے ہیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سب کے درمیان فیصلہ فرمادیا کرتے تھے۔ یہ جب دونوں گئے ہیں فیصلے کے لئے درخواست کی۔ دونوں کا حال معلوم کرکے بیان سن کر حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ زبیر پہلے پانی دیدے اپنے باغ کو تھوڑا تھوڑا پانی اس کے بعد پانی چھوڑ دیں تاکہ پڑوسی کے باغ میں پانی چلا جائے۔ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پھوپھی زاد بھائی بھی تھے۔ اس دوسرے شخص نے کہا جی ہاں چونکہ یہ آپ کے پھوپھی زاد بھائی ہوتے ہیں اس لئے آپ نے ان کے متعلق یہ فیصلہ کردیا تو بھائی ایک چیز ہے کہ جس کے خلاف فیصلہ ہوتا ہے اس کا دل اس کو مشکل سے قبول کرتا ہے۔ بڑی دشواری پیش آتی ہے، بعض دفعہ سارے تعلقات پر پانی پھیر دیتا ہے آدمی۔ سارے دلائل سارے شواہد سب ایک طرف رکھے رہ جاتے ہیں اور وہ اپنی کہنا شروع کردیتا ہے کہ صاحب میرے خلاف فیصلہ کردیا۔ اس پر محدثین نے کلام کیا ہے کہ وہ کون شخص تھا دوسرا آدمی۔ کسی نے کہا کہ یہ منافقین میں سے تھا، کسی نے کہا کوئی بدو تھا۔ واللہ اعلم۔ نام اس کا کہیں نہیں آتا یہ بھی بات ہے۔ جو حدیث کے شروح کو تلاش کرکے دیکھا تو اس دوسرے شخص کا نام نہیں آتا۔

ایک دوسرا آدمی بس اتنا ہی لکھتے ہیں، نام متعین کرتے ہی نہیں کہ کون تھا۔ خیر جس وقت یہ واقعہ پیش آیا اس وقت یہ آیت نازل ہوئی جو میں نے ابھی آپ حضرات کے سامنے تلاوت کی۔ معاملہ اس طرح نہیں جو کچھ یہ کہا اور کہا قسم ہے تیرے رب کی لا یؤمنون یہ لوگ مومن کہلانے کے حقدار نہیں ہیں۔ حتی یحکموك یہاں تک کہ آپ کو حکم تجویز کر لیں فیما شجر بینھم ان میں جو ان کے درمیان اختلافی چیز ہے جس چیز میں اختلاف اور نزاع ہے اس کے فیصلے کے لئے جب تک یہ آپ کو حکم تجویز نہ کر لیں اس وقت تک یہ مومن کہلانے کے حقدار نہیں۔ "ثم لَا یَجِدُوْا" پھر اپنے جی کے اندر بھی تنگی محسوس نہ کریں۔ آپ کے فیصلے کے متعلق جو کچھ آپ فیصلہ فرمادیں اس کے متعلق دل کے اندر بھی تنگی محسوس نہ کریں کہ آپ نے ایسا فیصلہ کیوں فرمایا۔ چہ جائیکہ اعتراض کرنا، نہ ماننا، طعن کرنا، کوئی فقرہ کہنا اس کی کیا گنجائش ہے اور پورے طور سے یقین کرنا۔

ایمان کی کسوٹی

اُمتی ہونے، مومن ہونے، محب ہونے کا تقاضا یہ ہے کہ جب حضور اقدس ﷺ کا حکم معلوم ہو جائے کہ فلاں معاملہ میں حضور اکرم ﷺ کا یہ حکم ہے فوراً تسلیم کر لینا چاہئے اور اگر تسلیم نہ کریں اور اپنے معاملات کے واسطے حضرت نبی اکرم ﷺ کو حکم تجویز نہ کریں اور آپ کے فیصلے سے دل کے اندر تنگی محسوس نہ کریں۔ ایمان کی بات تو یہ ہے کہ وہ شخص مومن کہلانے کا مستحق نہیں۔ یہ دوسری بات ہے کہ اس کے اوپر آپ کیا حکم لگائیں۔ لیکن ایمان کی بات تو یہ ہے کہ وہ مومن کہلانے کا حقدار نہیں۔ یہ اس آیت کا ترجمہ اور مطلب ہے۔ ترجمہ اور مطلب اتنا واضح ہے کہ اس میں زیادہ کج و کاوں کی ضرورت نہیں۔ یعنی ہر دو شخص کے لئے ایک کسوٹی بیان کر دی اپنے مومن ہونے کی، ویسے تو دعویٰ میں بھی کروں آپ بھی کریں اور سب مسلمان کہتے ہیں کہ ہم بھی مومن ہیں لیکن اس آیت شریفہ میں ایک کسوٹی بیان فرمادی وہ یہ

کہ ہر شخص اس کسوٹی پر اپنے ایمان کو کس کر پرکھ کر دیکھ لے کہ میرا ایمان کتنا مضبوط ہے، کتنا قوی ہے۔ کسوٹی کیا ہے۔ جب انسان کا اختلاف اور نزاع ہو، چاہے اپنے نفس سے نزاع ہو چاہے کسی اور سے نزاع ہو، جو بھی بات شک اور تردد کی ہو اس کو جا کر حضورِ اکرم ﷺ کی خدمت اقدس میں عرض کر دیں۔ جو کچھ حضورِ اکرم ﷺ فیصلہ فرما دیں، بس اس کو تسلیم کرلیں، جی کے اندر تنگی محسوس نہ کریں۔ یہ ہے چیز جس سے حضرات صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی زندگیاں بھری ہوئی ہیں۔ شوہر اور بیوی کے درمیان کسی بات میں اختلاف ہو تو حضرت نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر فیصلہ قائم کرلیا۔ باپ بیٹے کے درمیان اختلاف ہوا تو فیصلہ طلب کرلیا۔ ایک پڑوسی کا دوسرے پڑوسی سے اختلاف ہوا تو حضورِ اکرم ﷺ سے فیصلہ طلب کرلیا۔ غرض یہ کہ اپنے معاملات کا دارومدار جو کچھ تھا حضرت نبی اکرم ﷺ کے اوپر تھا۔ یہی ایمان کی بات ہے، یہی ایمان کی نشانی ہے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا فیصلہ

ایک یہودی کا ایک مسلمان سے کسی بات میں اختلاف ہوا۔ یہودی نے کہا کہ چلو اپنے نبی ﷺ کے پاس فیصلہ کرانے کے لئے۔ آئے۔ حضور ﷺ نے دونوں کا بیان سنا۔ سن کر فیصلہ یہودی کے موافق کر دیا، اس لئے کہ فیصلہ تو وہاں حق کا کرنا ہے۔ جس کا حق ہے اس کو دلایا جائے گا۔ یہ تو نہیں کہ مسلمان ہونے کی وجہ سے اس کے حق میں فیصلہ کرلیا جائے اور یہودی کو ملزم قرار دے دیا جائے۔ اس کے اوپر ظلم ہو جائے، ایسا نہیں، بات سچی ہونی چاہئے، حق ہونی چاہئے، طرفداری سے اپنی پارٹی اور اپنی رشتہ داری کی وجہ سے غلط بات نہیں کہنی چاہئے۔ چنانچہ یہودی کے موافق فیصلہ ہوگیا۔ اس نے تو قبول کرلیا کیونکہ اس کے تو موافق تھا ہی اور جو مسلمان تھا بے چارہ۔ میں کہہ رہا ہوں مسلمان تھا ورنہ اللہ جانے کیا تھا۔ اس نے کہا کہ نہیں، فلاں شخص کون تھا، ایک منافق تھا، اس زمانے میں اس کا نفاق سب کو معلوم تھا کہ اس

کے پاس چلو۔اس سے فیصلہ کرائیں گے۔یہودی نے کہا نہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس چلو۔حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے فیصلہ کرائیں گے۔اچھا صاحب! حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے۔ آکر یہودی نے کہا کہ صاحب میرا اور اس مسلمان کا معاملہ یہ تھا اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئے تھے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فیصلہ فرمایا تھا، یہ اس کو تسلیم نہیں کرتا، یہ شخص فلاں کے پاس لے جانا چاہتا ہے، میں آپ کے پاس آیا ہوں۔تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دریافت فرمایا: کیوں بھائی یہ بات صحیح ہے؟ تو اس مسلمان نے کہا کہ ہاں صحیح ہے۔ایسا ہی ہے تو کہا: اچھا ٹھہرو، گھر میں گئے، گھر میں سے تلوار لائے اور تلوار لا کے فرمایا جو اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا فیصلہ تسلیم نہ کرے اس کے واسطے یہ فیصلہ ہے۔تلوار اس کا فیصلہ کرے گی۔ایمان کی بات تو یہی ہے کہ جو اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلے اور ان کے حکم کو نہ مانے بلکہ کسی منافق کے پاس حکم لے جانے کیلئے کہے، اس کو حکم قرار دینے کیلئے کہے اس کا فیصلہ تو واقعی تلوار سے ہی مناسب ہے اور بہت سے واقعات ہیں کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے، جو کچھ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فیصلہ فرمادیا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے مان لیا، یہ ہی شان تھی اور جس شخص نے نہیں مانا معلوم ہوتا ہے کہ اس کے اندر کچھ کھوٹ ہے، نفاق ہے، ایمان نہیں۔ ایمان کی کسوٹی یہ ہے کہ ہر چیز میں یہ دیکھ لیں کہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلے پر دل پورے طور پر رضامند ہے یا نہیں۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اور ایک فقیر کا واقعہ

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ ایک بزرگ گذرے ہیں، مدینہ پاک میں رہا کرتے تھے، ترکی النسل تھے، صاحب حضوری تھے، صاحب حضوری ان حضرات کی اصطلاح میں وہ شخص کہلاتے ہیں جن کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار اقدس میں روزانہ حاضری کا موقع ملتا ہے۔حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو ارشاد فرمایا کہ ہندوستان جاؤ، غور کیجئے آپ

حضرات اللہ کے پاک نبی ﷺ ہماری ہدایت کے واسطے، ہماری رہبری کے واسطے مخصوص جاں نثار خادم کو بھیج رہے ہیں کہ وہاں جاؤ۔ یہ بھی فرمایا کہ غریبانِ ہند پر نظر کرم رکھنا، نظر شفقت رکھنا، چنانچہ انھوں نے عرض کیا حضور یہاں تو روزانہ حاضری کا موقع ملتا ہے۔ ہندوستان میں اتنی دور چلا جاؤں گا حاضری کا موقع کیسے میسر ہوگا؟ ارشاد فرمایا کہ تم کو وہاں سے بھی موقع دیا جائے گا۔ وہ ہندوستان آئے دہلی میں آکر قیام کیا، یہاں حدیث شریف کا پڑھنا پڑھانا، شرح کرنا شروع کیا۔ مشکوٰۃ شریف کی دو شرحیں لکھیں ایک عربی میں ایک فارسی میں اور تصوف کی کتابیں لکھیں۔ حضرت خواجہ باقی باللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ اونچے درجہ کے بزرگ اور اپنے زمانہ کے قطب تھے ان کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کا دور بھی وہی ہے جہاں کہیں خبر ہوتی حضرت شیخ عبد الحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو کہ وہاں کوئی اللہ اللہ کرنے والا موجود ہے اس کی زیارت کے لئے جاتے۔ ان کو معلوم ہوا کہ ایک درویش آیا ہے، ایک فقیر آیا ہے۔ لوگ بہت اس کی طرف متوجہ ہیں۔ حضرت شیخ عبد الحق رحمۃ اللہ علیہ بھی تشریف لے گئے۔ وہاں جا کر کے دیکھا اس فقیر کے یہاں ایک مجمع ہے، فقیر بیٹھا ہوا ہے۔ انھوں نے جا کر سلام کیا یہ بھی جا کر بیٹھ گئے۔ فقیر نے ان کی طرف دیکھا اور دیکھ کر کہا کہ یہ پیالہ پی لے، پیالہ کیا تھا اس میں شراب تھی، تب ان کو معلوم ہوا کہ یہ تو شرابی آدمی ہے، لوگ اس کے بڑے معتقد و مرید ہیں۔ انھوں نے انکار کیا کہ میں شراب نہیں پیوں گا۔ شراب تو حرام ہے۔ اس نے بھی کچھ اصرار نہیں کیا۔ رات کو خواب میں حضرت شیخ عبد الحق رحمۃ اللہ علیہ نے دیکھا کہ کچھ لوگ جا رہے ہیں، جانے والوں سے پوچھا بھائی کہاں جا رہے ہو؟ کہا فلاں مکان میں حضرت نبی اکرم ﷺ تشریف فرما ہیں۔ زیارت کے لئے جا رہے ہیں۔ یہ بھی چلے۔ آکر دیکھا کہ دروازہ پر وہی فقیر کھڑا ہے اوروں کو تو اندر جانے کی اجازت دیدی۔ انھوں نے جانا چاہا تو ڈنڈا اٹھایا ان کے اوپر، کہا کہ تو نے پیالہ تو پیا نہیں تھا تجھے اجازت نہیں اندر جانے کی۔ گھبرا کر ان کی آنکھ کھل گئی۔ عالم تھے، زبردست عالم تھے، حدودِ شرع کو جانتے تھے، فوراً "لاحول ولا قوۃ الخ"

پڑھا۔ تلبیس ابلیس ہے، شیطانی دھوکا ہے۔ یعنی شراب پیئے تو حضور اکرم ﷺ کی زیارت نصیب ہو، حاضری کا موقع ملے، شراب سے انکار کر دیں تو حاضری سے محروم رہیں۔ یہ تلبیس ابلیس ہے۔ اگلے روز پھر گئے فقیر کے پاس۔ اس طرح سے مجمع لگا ہوا ہے۔ جا کر کے بیٹھے تو اس نے کہا اب تو پی لے، کہا اچھا۔ انھوں نے سمجھا کہ یا تو اس نے تصرف کیا تھا اس رات کو یا کشف ہوا اس کو۔ انھوں نے اس کے جواب میں فرمایا کہ ایسے شعبدے کسی اور کو دکھانا میں نہیں پیوں گا۔ نہیں پیا۔ آج پھر اسی طرح سے خواب میں دیکھا کہ لوگ جا رہے ہیں پوچھا کیا بات ہے کہاں جا رہے ہیں۔ کہا فلاں مکان میں حضرت نبی کریم ﷺ تشریف فرما ہیں زیارت کے لئے جا رہے ہیں۔ شیخ عبد الحق رحمۃ اللہ علیہ بھی تشریف لے گئے دیکھا تو پھر وہی فقیر دروازے پر کھڑا ہوا ہے۔ اس نے ڈنڈا اٹھایا اور اجازت نہیں دی اندر جانے کی۔ پھر ان کی آنکھ کھل گئی گھبرا کر۔ پھر انھوں نے کہا: "لاحول ولا قوۃ الا باللہ الخ"۔ حدیث پاک میں بھی آتا ہے کہ کوئی شخص وحشت ناک خواب دیکھے، ڈراؤنا خواب دیکھے، گھبراہٹ کا خواب دیکھے تو اسے چاہئے کہ لاحول ولا قوۃ پڑھ کر بائیں طرف تھوتکار دے اور دعا کرے کہ اے اللہ پریشان خواب اور اس کے برے اثر سے محفوظ رکھ تو اس کا کوئی اثر نہیں ہوتا۔ پھر دن میں گئے فقیر کے پاس اس نے کہا دیکھو دو روز ہو گئے حاضری سے محروم ہو زیارت سے محروم ہو اب تو پی لو۔ انھوں نے فرمایا ساری عمر بھی محروم رہوں گا تو بھی نہیں پیوں گا۔ یہ فیصلہ حضرت شیخ عبد الحق رحمۃ اللہ علیہ نے کیوں کیا حالانکہ حضرت نبی اکرم ﷺ کے ساتھ محبت اعلیٰ درجہ کی تھی ان کو ان کی جدائی گوارا نہیں تھی۔ ہندوستان سے یہی اعزاز کیا کم تھا لیکن اس کے باوجود پی لیتے تو زیارت نصیب ہو جاتی، دل کو ٹھنڈک پہنچ جاتی لیکن نہیں پیا۔ کیوں نہیں پیا۔ اس لئے کہ حضرت نبی اکرم ﷺ نے شراب کو حرام قرار دیا ہے۔ جب فقیر نے کہا دو روز ہو گئے حاضری سے محروم ہو۔ انھوں نے فرمایا کہ عمر بھر بھی محروم رہوں گا نہیں پیوں گا۔ مجھے حضور اکرم ﷺ کی نافرمانی کر کے حاضری منظور نہیں۔ اگر میں حاضری سے محروم

ہوں تو کیا ہوا میری خدمات تو قبول ہیں یہ بات سوچ لینے کی ہے۔ایک وہ شخص ہے جو حضرت نبی اکرم ﷺ کی اطاعت میں مشغول ہیں چاہے حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضری کا اس کو موقع نہیں ،دور دراز ہے۔ایک وہ شخص ہے جو حضور اکرم ﷺ کی مجلس میں حاضر ہوتا ہے مگر نافرمان ہے تو کون افضل ہے۔افضل وہ ہے جس سے حضور اکرم ﷺ خوش ہوں، اگرچہ وہ حاضر نہ ہو دور رہو۔

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کے لئے ہدایت

چنانچہ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو حضور اکرم ﷺ نے قاضی بنا کے بھیجا ہے مدینہ طیبہ سے یمن کے لئے ۔دور تک ان کے ساتھ ہدایات دیتے ہوئے تشریف لائے اور رخصت کرتے وقت فرمایا کہ دیکھو میرے دوست وہ ہیں جو تقویٰ اختیار کریں اگرچہ کتنے ہی دور ہوں، کسی جگہ رہتے ہوں، کوئی ہوں، حضور اکرم ﷺ نے اطمینان دلا دیا۔یعنی معاذ تم یمن جارہے ہو میں مدینہ طیبہ میں ہوں ۔شاید میری تمہاری ملاقات نہیں ہوسکے گی۔آئندہ سال تم آؤ تو شاید تمہارا گذر میر قبر پر ہو یعنی وفات ہوجائے گی۔حضرت معاذ رضی اللہ عنہ رونے لگے ۔ آپ ﷺ نے فرمایا، میرے دوست میرے ولی وہ ہیں جو متقی ہوں اور تقویٰ اختیار کریں "این کانوا من کانوا"۔ جہاں بھی ہو جو بھی ہو۔تو دور رہتے ہوئے بھی حضرت نبی اکرم ﷺ جس شخص سے مسرور اور خوش ہوں حضور اکرم ﷺ اطاعت اور فرمانبرداری میں اپنی زندگی گذارتا ہوا اعلیٰ مقام رکھتا ہے بہ نسبت اس کے کہ جو پاس ہو، سامنے لیکن نافرمان ہو۔ کیوں بھائی منافقین تھے، کیا یہ خدمت اقدس میں حاضر نہیں ہوتے تھے، حاضر ہوتے تھے، نماز کے لئے بھی آیا کرتے تھے۔ایک سورۃ مستقل ان کے حکم کے متعلق نازل ہوئی۔اِذَا جَآئَکَ الْمُنٰفِقُوْنَ الخ۔ قرآن پاک میں خدا تعالیٰ نے ان کو جھوٹا قرار دیا۔وہ جو شہادت کا کلمہ پڑھتے تھے اس کا انکار کیا کہ یہ جھوٹے ہیں شہادت کا کلمہ پڑھنے میں ان کا اعتبار نہیں،

بخلاف اس کے کہ جو دور تھے۔ دور ہونے کے باوجود حضور اکرم ﷺ ان سے مسرور ہیں، حضور اکرم ﷺ کے یہاں ان کی خدمات مقبول ہیں، ان کا مقام بہت بلند ہے۔ اس لئے حضرت شیخ عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ نے دور رہنا پسند کیا۔ اس واسطے حضرت شیخ عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ نے پینے سے انکار فرمادیا، میں نہیں پیوں گا۔ ساری عمر بھی محروم رہوں گا زیارت سے کیا ہوا میری خدمات تو قبول ہیں۔ یہ میرا انکار کردینا تو قبول ہے، پینا تو مقبول نہیں ہے حضور اکرم ﷺ کے یہاں۔ جو میں نے شراب پینے سے انکار کردیا یہ تو مقبول ہے۔ تیسری رات پھر اسی طرح سے خواب میں دیکھا کہ لوگ جارہے ہیں، یہ بھی گئے دیکھا تو پھر فقیر کھڑا ہوا ہے دروازے پر ان کو بڑا تردد ہوا کہ کون ہے دروازے پر آکر کھڑا ہوگیا۔ یہ عجیب بات ہے کہ شراب پیوں تو اندر جانے کی اجازت ملے نہ پیوں تو اجازت نہ ملے۔ سوچ رہے تھے کیا تدبیر اختیار کروں۔ اندر سے آواز آئی کہ حضرت نبی اکرم ﷺ دریافت فرمارہے ہیں دو روز ہوگئے عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ نہیں آئے۔ ان کے کان میں آواز پہونچی تو انھوں نے وہیں سے زور سے کہا کہ حضورؐ! میں حاضر ہونا چاہتا ہوں مگر یہ فقیر دروازے پر کھڑا ہوا ہے آنے نہیں دیتا۔ حضرت نبی اکرم ﷺ نے دریافت فرمایا کون ہے کیا بات ہے۔ وہاں کسی نے بتایا کہ حضورؐ فقیر شرابی کھڑا ہوا ہے دروازے پر۔ آپ نے فرمایا دور ہوا ے کتے! اور جناب ایک صحابی وہیں سے تلوار لے کر دوڑے۔ وہ پیر وہاں سے بھاگا، دروازہ کھولا راستہ صاف ہوا۔ شیخ عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ حاضر ہوئے۔ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا دو روز ہوگئے تم کہاں تھے؟ کہا کہ جی حضورؐ! دو روز ہوگئے آتے ہوئے۔ یہ فقیر کہتا ہے کہ شراب پی لو تو اندر جانے کی اجازت ہے ورنہ نہیں۔ بھلا حضور اکرم ﷺ نے تو شراب حرام فرمائی ہے۔ کیسے پیوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: بہت اچھا کیا تم نے شراب نہیں پی، شفقت اور مہربانی فرمائی۔ شیخ عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے معاملہ کو حضور اکرم ﷺ کے سپرد کیا، حضور اکرم ﷺ کی ہدایات میں تلاش کیا، اس میں شراب کی حرمت تھی لہٰذا اس کیلئے تیار نہ ہوئے کہ حاضری نہ سہی لیکن حرام چیز کو استعمال

نہیں کروں گا نہیں کیا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان کے درجات کو بلند فرمایا۔ اب جب صبح کو اٹھے تو بہت خوش تھے۔ پھر آئے فقیر کے یہاں، دیکھا مجمع تو موجود ہے لیکن خود موجود نہیں۔ مجمع سے پوچھا پیر کہاں ہے؟ مریدین نے کہا اندر کمرہ میں ہیں۔ حضرت شیخ نے کھڑے ہو کر کمرہ پر دستک دیا۔ کوئی جواب نہیں ملا۔ دروازہ کھول کر دیکھا اس کمرے میں کوئی نہیں۔ پوچھا کیوں بھائی تم کہتے تھے کہ اندر کمرہ میں ہیں یہاں تو کمرہ خالی ہے۔ کھڑکی کوئی دروازہ بھی نہیں کہ اندر سے چلا جائے کوئی اور مریدین نے بھی دیکھا کہ پیر صاحب تو اندر ہی تھے اور اندر سے نکلے بھی نہیں۔ پھر شیخ نے پوچھا دروازے سے کوئی نکلا بھی ہے تو بتلایا کہ کتا تو نکل کر بھاگا تھا۔ تب حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: وہی تمہارا پیر تھا جس نے شریعت کو مسخ کرنا چاہا، جس نے شریعت کو بگاڑنا چاہا اللہ تعالیٰ نے اس کو مسخ کر دیا۔

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے نکلا ''دور ہوا ے کتے''، جس کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمادیا وہ پھر انسان کیسے رہتا۔ اللہ نے اس کو کتے کی صورت میں مسخ کر دیا۔

حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت نہایت پاک صاف ستھری نکھری ہوئی روشن شریعت ہے جس کے اندر کسی قسم کا تذبذب اور تردد نہیں۔ شیطان یا شیطان نما انسان اس کے اندر کوئی گڑبڑ کرنا چاہتا ہے حق تعالیٰ اس کی حفاظت فرماتے ہیں۔ یہاں اس نے گڑبڑ کرنا چاہا، شراب پینا جو حرام تھا۔ حدیث پاک میں آیا ہے کہ دس آدمیوں پر لعنت ہے۔ شراب پینے والے پر بھی لعنت، شراب بنانے والے پر بھی لعنت، شراب بیچنے والے پر بھی لعنت، شراب خریدنے والے پر بھی لعنت، شراب لاد کر لے جانے والے پر بھی لعنت، سب پر لعنت فرمائی۔ لعنت کے معنیٰ خدا کی رحمت سے دور ہو جانا، پھٹکار پڑ جانا، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تو فرماویں کہ شراب پینے سے اللہ کی پھٹکار ہوتی ہے اور رحمت سے دور ہوتا ہے اور یہ فقیر کہتا ہے کہ شراب پی لو تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا قرب حاصل ہوگا پہنچ جاؤ گے اندر۔ یہ مسخ کرنا چاہا تھا اس نے اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس کی صورت کو مسخ کر دیا۔ اس واسطے ہر معاملے میں ہر شخص کو اپنی جگہ

پر غور کر لینا چاہئے کہ اس معاملے میں حضرت نبی اکرم ﷺ کا ارشاد کیا ہے۔ جو کچھ ارشاد عالی ہو بس اس کے سامنے سر جھکا دے اور اس کو پورے طور سے تسلیم کر لیں چاہے اس میں ہزاروں، لاکھوں کا نقصان کیوں نہ ہو۔ لیکن ہزاروں لاکھوں خرچ کر کے آقائے نامدار ﷺ کی خوشنودی اور رضامندی حاصل ہو جائے۔ بہت سستی ہے۔

شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے لئے شیطان کا جال

حضرت سیدنا عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ بہت اونچے درجے کے بزرگ ہیں۔ ان کو پیرانِ پیر بھی کہا جاتا ہے۔ بڑے پیر صاحب جن کو غوثِ پاک بھی کہا جاتا ہے۔ بہت سارے ان کے نام ہیں۔ گنے چنے ہی ایسے ایسے حضرات پیدا ہوئے ہیں جتنے اونچے وہ تھے۔ ایک مرتبہ اپنے مراقبہ میں تھے ان کو محسوس ہوا کہ باری تعالیٰ کا خاص قرب حاصل ہے، انوار اور برکات کی بارش ہو رہی ہے، اللہ تعالیٰ قریب ہے، سامنے ہے۔ اسی حال میں ان کو پیاس محسوس ہوئی ارادہ کیا کہ پانی پیوں، جونہی پیاس محسوس ہوئی فوراً سامنے ایک صورت نمودار ہوئی ہاتھ میں اس کے کٹورہ رکھا ہوا ہے سونے کا چھلکتا ہوا پانی وہ پیش کیا گیا خدمت میں۔ کیونکہ غیب سے ان کے پاس کھانے پینے کی چیزیں بڑی کثرت کے ساتھ آتی تھیں، کرامات ہوتی تھیں ارادہ کیا پینے کا سوچا سونے کا برتن تو استعمال کرنا حرام ہے۔ میں نہیں پیتا سونے کے برتن میں۔ حضرت نبی اکرم ﷺ نے فرمایا سونے چاندی کے برتن کا استعمال کرنا حرام ہے۔ اپنی پیاس کو بجھانے کے لئے حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے کیا کیا؟ حضور اکرم ﷺ کے اوپر محول فرمایا کہ حضور اجازت دیں تو پیوں ورنہ نہیں۔ حدیث سے معلوم ہوا کہ سونے کے برتن کا استعمال کرنا ناجائز ہے۔ لہذا پینے سے انکار کر دیا۔ فوراً طبیعت کے اندر ایک بات آتی ہے۔ حرام کرنے والے اللہ تعالیٰ ہیں، وہی دے رہے ہیں پلا رہے ہیں، نہیں پیو گے تو ناشکری اور ناقدری ہو گی اللہ کی نعمت کی۔ ناقدری کرنے کے وبال میں پکڑے جاؤ گے۔ پھر ارادہ

کرتے ہیں پینے کا پھر اللہ تعالیٰ کی طرف سے رہنمائی ہوتی ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے جو احکام بیان فرمادیئے وہ تو قیامت تک کیلئے بیان فرمادیے۔ایسا نہیں کہ کچھ مدت کیلئے تھے پھر ختم ہوجائے۔ایسا نہیں کہ کسی کیلئے حرام ہو کسی کیلئے حلال ہوجائے۔یہ تو شیطانی دھوکا معلوم پڑتا ہے۔انھوں نے فوراً لاحول پڑھی۔لاحول پڑھنا تھا کہ نہ وہ انوار و برکات باقی رہے نہ وہ صورت رہی نہ وہ سونے کا پیالہ رہا نہ اس کے اندر چھلکتا ہوا پانی رہا سب غائب۔شیطان نے ایک اکھاڑا بنایا تھا، شیطان نے ایک پنڈال بنایا تھا اتنے بڑے ولی اللہ کو پھانسنے کے لئے اتنے بڑے بزرگ کو مبتلا کرنے کے لئے شیطان نے یہ سب کچھ کیا تھا۔لاحول سے شیطان بھاگتا ہے، بڑا زبردست گولہ ہے شیطان کے واسطے۔انھوں نے لاحول پڑھی تو بھاگ گیا۔ بھاگتے بھاگتے کہہ گیا ایک بات۔اتنے بڑے اولیاء اللہ کو اس مقام پر لاکر میں نے جہنم میں ڈھکیلا ہے تم اپنے علم کے ذریعہ بچ گئے۔حضرت سیدنا عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے پھر سوچا شیطان کو تو قرآن نے کہا ہے کہ اِنَّ الشَّيْطَانَ لِلْإِنْسَانِ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ۔ انسان کیلئے شیطان کھلا ہوا دشمن ہے۔دشمن تو کوئی خیر خواہی کی بات کہہ نہیں سکتا۔کوئی تعریف کی بات نہیں کہہ سکتا۔ضرور دھوکہ میں ڈال رہا ہے۔پھر فرمایا انھوں نے تو جھوٹ کہتا ہے کہ علم کے زور سے بچا، حق تعالیٰ کے فضل سے بچا۔علم بچانے والا نہیں۔بہت سے اہل علم نافرمانی میں مبتلا ہو جاتے ہیں، بہت سے اہل علم بداعتقادی میں مبتلا ہوکر ارتداد اختیار کرلیتے ہیں۔اللہ کا فضل شامل حال ہوتا ہے تو حفاظت ہوتی ہے۔

❑❑❑

....

اتباع سنت

اس بیان میں

☆......اتباع سنت کی اہمیت وفضیلت۔

☆......اتباع سنت سے متعلق حضرت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور حضرات اکابر اولیاء اللہ کے واقعات بیان کئے گئے ہیں۔

☆......ایمان کے معنی اور ایمان کی حقیقت۔

....

اتباع سنت

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم۔
نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْم۔

فتح مکہ

حضرت نبی اکرم ﷺ مکہ معظمہ میں تولد ہوئے اور ترپین سال تک وہاں رہے۔ پھر ہجرت فرما کر مدینہ طیبہ تشریف لے گئے۔ اللہ تعالیٰ نے پھر وہ دن دکھایا کہ مکہ مکرمہ میں فاتحانہ حیثیت سے تشریف لائے۔ اس روز لوگ جوق در جوق مسلمان ہونے شروع ہو گئے، جماعتوں کی جماعتیں آتی گئیں، آس پاس سے۔ اللہ نے اسلام کو غلبہ نصیب فرمایا۔

"اِذَا جَاءَ نَصْرُ اللّٰہِ وَالْفَتْحُ وَرَاَیْتَ النَّاسَ یَدْخُلُوْنَ فِیْ دِیْنِ اللّٰہِ اَفْوَاجاً"

اے محمد ﷺ! جب خدا کی مدد اور (مکہ کی) فتح (مع اپنے آثار کے) آپہونچے (یعنی واقع ہوجائے) اور آثار جو اس پر متفرع ہونے والے ہیں یہ ہیں کہ) آپ لوگوں کو اللہ کے دین (یعنی اسلام) میں جوق در جوق داخل ہوتا ہوا دیکھ لیں۔ (بیان القرآن)

حضرت وحشی رضی اللہ عنہ کا قبول اسلام

فوج در فوج اللہ کے دین میں داخل ہو گئے۔ ایک شخص جن کا نام وحشی رضی اللہ عنہ تھا

انھوں نے حضور اقدس ﷺ کو خط لکھا کہ میں ارادہ کرتا ہوں کہ ایمان لے آؤں۔ ان کے گاؤں اور بستی کے سب لوگ ایمان لے آئے تھے۔ انھوں نے خط لکھا؛ لکنها تمنعنى آية نزلت اليك کہ آپ کے اوپر ایک آیت نازل ہوئی ہے جو مجھے ایمان لانے سے روکتی ہے۔ میں ایمان لانا چاہتا ہوں دل میں خواہش ہے لیکن ایک آیت کی وجہ سے ہمت نہیں پڑتی۔ آیت کیا ہے۔ یہ ہے کہ:

وَالَّذِيْنَ لَا يَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهاً اٰخَرَ وَلَا يَقْتُلُوْنَ النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا يَزْنُوْنَ (فرقان آیت ۶۷، پارہ ۱۹)

اور جو کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی اور معبود کی پرستش نہیں کرتے اور جس شخص (کے قتل کرنے) کو اللہ تعالیٰ نے حرام فرمایا ہے اس کو قتل نہیں کرتے ہاں مگر حق پر اور وہ زنا نہیں کرتے (بیان القرآن)

کہ تین گناہ ایسے ہیں کہ جن کی وجہ سے آدمی ہمیشہ کے لئے دوزخ میں ہے۔ (۱) اللہ کے ساتھ کسی کو شریک کرنا (۲) زنا کرنا (۳) ناحق کسی کو قتل کرنا۔ یہ تین گناہ ہیں نہایت شدید قسم کے۔ حدیث میں بھی آیا ہے:

لَا يَزْنِي الزَّانِيْ حِيْنَ يَزْنِيْ وَهُوَ مُؤْمِنٌ۔ (مشکوۃ شریف: ۱/۱۷، باب الکبائر)

جو آدمی زنا کرتا ہے تو زنا کرتے وقت ایمان اس کے اندر نہیں رہتا۔ ایمان اس سے نکل جاتا ہے۔ بہت سخت گناہ ہے۔ بس تین گناہ ایسے ہیں جن کی وجہ سے انسان ہمیشہ ہمیشہ کے لئے جہنم میں جاتا ہے اور مجھ سے تینوں گناہ ہوئے ہیں۔ انھوں نے خط میں لکھا:

هَلْ لِيْ مِنْ تَوْبَةٍ کیا اب میرے لئے توبہ کی کوئی گنجائش ہے؟

حضور اکرم ﷺ کو اپنی امت پر اتنی شفقت تھی کہ کسی ماں کو اپنے بچے پر اتنی شفقت نہیں ہوتی جتنی شفقت حضور اکرم ﷺ کو اپنی امت پر تھی۔ حضور اکرم ﷺ کی طبیعت مبارک میں، قلب مبارک میں پریشانی لاحق ہوگئی کہ ایک بندہ اسلام میں داخل ہونا

چاہتا ہے اس کے لئے کوئی راستہ بتادے تو آیت نازل ہوئی۔

"اِلَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ عَمَلاً صَالِحاً فَاُولٰئِكَ يُبَدِّلُ اللّٰهُ سَيِّئَاتِهِمْ حَسَنَات" (فرقان آیت ۶۹)

مگر جو (کفر و معاصی سے) توبہ کرلے اور ایمان بھی لے آئے اور نیک کام کرتا رہے تو اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں سے (گذشتہ) گناہوں کی جگہ نیکیاں عنایت فرمائے گا۔ (بیان القرآن)

ہاں یہ تین گناہ اتنے ہی سخت ہیں جن کی سزا ہمیشہ ہمیشہ کے لئے جہنم ہے لیکن پھر بھی اگر کوئی شخص ایمان لے آئے توبہ کرلے نیک عمل کرلے تو اللہ تعالیٰ اس کے گناہوں کو بھلائیوں سے بدل دیتا ہے جو اس نے گناہ کئے ہیں ان گناہوں کے بدلے میں بھلائی عطا فرما دیتا ہے۔ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا قلب مبارک کھل گیا کہ بندہ کے لئے راستہ مل گیا آنے کا اور یہ بات فرمائی کہ اللہ تعالیٰ اس کے گناہوں کو بھلائیوں سے بدل دے گا۔ اُولٰئِكَ يُبَدِّلُ اللّٰهُ سَيِّئَاتِهِمْ حَسَنَاتٍ۔

گناہوں کے بدلے رحمت

ایک حدیث شریف میں آیا ہے کہ جب حساب کتاب ہوگا۔ ایک بندے کے چھوٹے چھوٹے گناہ گنائے جائیں گے کہ چھپ چھپ کے تو نے فلاں گناہ کیا فلاں گناہ کیا، انکار تو کر نہیں سکتا۔ اس واسطے کہ دائیں بائیں جو فرشتے کندھے پر بیٹھے ہوئے ہیں سب لکھتے رہتے ہیں۔ اللہ کے سامنے سب موجود ہیں انکار کیسے کریں؟ ڈرتے ڈرتے اقرار بھی کرتا ہے ہاں یہ گناہ بھی ہو گیا مجھ سے۔ یہ گناہ بھی ہوگیا۔ اسے یہ فکر ہے کہ جو چھوٹے چھوٹے گناہ گنے جارہے ہیں کہیں بڑے گناہ بھی نہ گنے جائیں۔ وہاں سے ایک رحمت نازل ہوگئی۔ فرمائیں گے کہ ہر گناہ کے بدلے میں میں نے تمہیں جنت میں ایک مقام بلند کیا۔ اب اس سے خوش ہوا اور کہے گا کہ اے

006 Khutbat-e-Mahmood J-3f

اللہ میاں! میں نے بڑے بڑے گناہ بھی تو کئے وہ کیا ہوئے؟ جب دیکھا کہ گناہوں کے بدلے میں جنت کے مقامات بلند ہو رہے ہیں تو کہے گا کہ میں نے بڑے بڑے گناہ بھی تو کئے وہ کہاں گئے؟ ان کی وجہ سے تو میرے اور مقام بلند ہونے چاہئیں۔ یعنی جن گناہوں سے ڈر رہا تھا کہ کہیں وہ سامنے نہ آجائیں خود بخود بتانے لگا تو اللہ تعالیٰ کا ایک فضل ہے ایک عدل ہے۔ کسی بندے پر فضل ہوتا ہے۔ ہم نہیں جانتے کہ کس طریقے پر فضل ہوتا ہے؟ کیا نکتہ ہے اس میں؟ خداوند تعالیٰ کسی بھی قانون کے پابند تو ہیں نہیں جس پر فضل فرما دیں اس کے گناہوں کے بدلے میں بھی جنت کے درجے بلند فرما دیے اور پکڑنے پر آئے تو ذرا سی چیز پر بھی پکڑ لے۔ اس لئے حضرت اقدس مولانا تھانوی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے تھے جب کسی بڑے سے بڑے بزرگ کا انتقال ہوتا ہے اس پر ڈر لگتا ہے کہ ذرا سی بھی کوتاہی پر پکڑ لے اور جب کسی فاسق و فاجر کا انتقال ہوتا ہے کہ کیا معلوم خدا تعالیٰ کسی بھی نقطہ پر اس کی بخشش کر دے۔ اس کی پکڑ بھی ایسی سخت اور بخشش بھی ایسی عام۔

خیر تو یہ آیت نازل ہوئی کہ جو لوگ یہ تین گناہ کرتے ہیں واقعی ایسے ہیں جن کی سزا ہمیشہ ہمیشہ کا جہنم ہے لیکن اگر توبہ کرلے، ایمان لائے، نیک عمل کرے، تو اللہ تعالیٰ ان کے گناہوں کو بھلائیوں سے بدل دے گا۔ حضور اقدس ﷺ نے ان کے پاس لکھ کر بھجوا دیا، انھوں نے پڑھا، غور کیا، پھر خط لکھا کہ حضور! اس میں تو ایک شرط لگی ہے کہ ایمان کے بعد عمل صالح بھی کرے، نیک اعمال کرے تب ہوگا یہ۔ میں نہیں جانتا کہ میری موت مجھے مہلت دے گی یا نہیں، کبھی ایسا ہو کہ میں ایمان لاؤں اور موت فوراً آ کر میری گردن دبا لے اور عمل صالح کرنے کا موقع بھی مجھے میسر نہ آئے۔ کیا اب بھی میرے لئے توبہ کی گنجائش ہے۔ اس واسطے کہ ڈرے ہوئے تھے اور موت کا استحضار ایسا تھا ان حضرات کو پھر اللہ تعالیٰ نے ایک آیت نازل فرمائی۔

اِنَّ اللّٰہَ لَا یَغۡفِرُ اَنۡ یُّشۡرَکَ بِہٖ وَیَغۡفِرُ مَادُوۡنَ ذٰلِکَ لِمَنۡ یَّشَآءُ۔

....

بے شک اللہ تبارک وتعالیٰ اس بات کو نہیں بخشیں گے کہ ان کے ساتھ کسی کو شریک قرار دیا جائے اور اس کے سوا جتنے گناہ ہیں جس کے لئے منظور ہوگا وہ گناہ بخش دیں گے۔ (بیان القرآن)

جس شخص کا خاتمہ شرک کی حالت میں ہو مشرک رہتے ہوئے اس کی بخشش نہیں۔ لیکن اس سے بڑے بڑے جتنے بھی گناہ کئے اللہ تعالیٰ سب کو معاف فرمادیں گے۔ پھر یہ آیت حضور اکرم ﷺ نے ان کے پاس بھجوادی۔ انھوں نے پڑھا پھر خط لکھا کہ اس میں یہ قید لگائی کہ "لمن یشاء" جس کو چاہیں گے، مغفرت کردیں گے۔ میں نہیں جانتا کہ میری مغفرت چاہیں گے اللہ تعالیٰ یا نہیں۔ چونکہ ڈرے ہوئے تھے کہ گناہ بہت سارے کر رکھے ہیں۔ تب پھر یہ آیت نازل ہوئی۔

قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ

(پارہ ۲۴، الزمر آیت ۵۳)

آپ کہہ دیجئے کہ اے میرے بندو! جنھوں نے (کفر وشرک کرکے) اپنے اوپر زیادتیاں کی ہیں تم خدا کی رحمت سے ناامید مت ہو۔

توبہ کی توفیق

کہہ دیجئے کہ اے میرے بندو جنھوں نے اسراف کیا اور اپنی جانوں پر ظلم کیا، اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہوں، اللہ پاک سارے گناہوں کو معاف فرمادیں گے۔ اللہ کی شان یہ ہے کہ وہ غفور رحیم ہے۔ بندہ اگر سو مرتبہ گناہ کرتا ہے اللہ تعالیٰ پھر فرماتا ہے کہ آجا! اب بھی توبہ کرلے۔ ابھی توبہ کا دروازہ بند نہیں ہوا۔ توبہ کر، توبہ قبول کرنے والا میں ہوں۔ اسی وجہ سے جب اللہ تعالیٰ نے شیطان کو جنت سے نکالا تو اس نے کہا کہ مجھے اس آدمؑ کی وجہ سے جنت سے نکالا گیا۔ میں بھی اس کی اولاد کو جنت میں داخل نہیں ہونے دوں گا۔ گناہ کراؤں گا اس

سے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تو ان سے گناہ کرائے گا میں ان کو توبہ کی توفیق دیتا رہوں گا جس سے سارے گناہ معاف ہو جائیں گے۔ شیطان کو بڑی مایوسی ہوئی کہ میں ایک شخص پر محنت کروں گا اس سے گناہ کراؤں گا پھر وہ توبہ کرے گا، گناہ تو اس سے معاف ہو جائیں گے اور میری محنت بیکار ہوئی۔

شیطان سے حفاظت

انسان کے پیچھے یہ شیطان لگا رہتا ہے کسی طرح سے اس کو چھٹکارا نہیں ہر وقت مسلط ہے۔ انسان کو ظاہری دشمنوں سے حفاظت کا خیال تو رہتا ہے۔ اگر چلتے چلتے راستے میں کوئی سانپ نظر آئے کہ سانپ اس کی طرف کو آرہا ہے تو وہ اس کو مارے گا۔ اسی طرح سے اگر شیر سامنے آگیا تو پریشان ہو جاتا ہے۔ اس کا تو مقابلہ بھی کرنا مشکل ہے۔ لاٹھی سے کیا مقابلہ کرے اس کا۔ یہ تو ظاہری دشمن ہے۔ اگر کسی ملک نے حملہ کر دیا اور اس کی فوج آگئی۔ وہاں سے بندوقوں اور توپوں کی آوازیں آنا شروع ہوگئیں تو سارے کے سارے پریشان ہو جاتے ہیں، بھاگ جاتے ہیں۔ سب مکان، باغ، کھیت وغیرہ چھوڑ چھاڑ کے بھاگ جاتے ہیں۔ لیکن جو دشمن نظر نہیں آتا اور وہ اتنا قابو یافتہ ہے کہ انسان کی رگ رگ میں سرایت کئے ہوئے ہے خون کی طرح۔ حدیث شریف میں موجود ہے۔

اِنَّ الشَّیْطٰنَ یَجْرِیْ مِنَ الْاِنْسَانِ مَجْرَی الدَّمِ۔

(مشکوۃ شریف: ۱/۱۸، باب فی الوسوسۃ)

جیسے انسان کے جسم میں خون سرایت کرتا ہے اسی طرح سے شیطان سرایت کرتا ہے۔

تو جو شیطان کہ نظر نہیں آتا کہ ہم اس سے کیسے بچیں؟ اس کے حملے سے بچنے کی ترکیب ہے اتباعِ سنت۔ جس قدر آدمی اتباعِ سنت کرے گا اسی قدر وہ شیطان کے حملوں سے محفوظ

رہے گا۔ جو کام کرے یہ سوچ کر کہ حضرت نبی اکرم ﷺ کے خلاف ہے یا موافق۔ اگر خلاف ہے تو اس کو چھوڑ دے اس کے پاس نہ جائے اور اگر موافق ہے تو اس پر عمل کرے۔ یہ کسوٹی ہے شیطان کے حملے سے بچنے کے لئے۔ شیطان کے حملے سے محفوظ رہنے کی۔

غرض جب حضرت وحشی رضی اللہ عنہٗ نے اس آیت کو پڑھا کہ اس میں کوئی شرط نہیں تو آئے اور آ کر اسلام قبول کرلیا۔

وحشی قاتل حمزہ رضی اللہ عنہٗ

یہ حضرت وحشی رضی اللہ عنہٗ کون ہیں؟ ایک عورت کے غلام تھے اس عورت کے بڑوں کو غزوۂ بدر میں قتل کیا گیا تھا۔ اس عورت نے خنجر زہر میں بجھا کر ان حضرت وحشی رضی اللہ عنہٗ کو دیا کہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہٗ کو قتل کر دو۔ ان کا جگر نکال کر لاؤ اور میرے پاس ناک کان کاٹ کر لاؤ۔ یہ گئے احد کے موقع پر اور ایک پتھر کے پیچھے چھپ گئے۔ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہٗ دشمن پر حملہ کرنے کے لئے آگے بڑھے ان کی فوج میں گھستے چلے گئے۔ لوگ ہٹتے گئے۔ جیسے بھاگتے گئے۔ اس طریقہ پر فوج ہٹتی گئی۔ پھر جب وہاں سے واپس ہو رہے تھے دیکھا کوئی غلام بیٹھا ہے پتھر کے پیچھے ان کی عادت نہیں تھی غلام پر حملہ کرنے کی۔ غلام کمزور ہوتا ہے اس کے اوپر کیا حملہ کریں۔ وہ تو حملہ کے لئے بہادر کو اپنے مدمقابل کے لئے تلاش کیا کرتے تھے کہ کوئی میرے برابر والا آئے تو اس پر حملہ کروں۔ انھوں نے اس غلام کو کچھ نہیں کہا۔ ان کے گھوڑے کا پیر پھسلا یہ گرے۔ گھوڑا بھی گرا پس وہ غلام جلدی سے اٹھ گیا خنجر تھا ہی اس کے پاس۔ تو اس نے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہٗ کو خنجر مارا۔ وہ گر گئے۔ اور ایسی بے دردی سے سینہ پر خنجر مارا پیٹ کو چاک کر کے پاخانہ کے مقام تک لے گئے۔ چاک کیا لاش کو۔ دل نکالا، جگر نکالا، کان کاٹے، ہونٹ کاٹے اور لے کر گئے اس عورت کے پاس۔

اس عورت نے دل اور جگر کو دانتوں سے چبایا۔ کان اور ہونٹوں کو تاگے سے باندھ کر

ہار بنا کر گلے میں ڈال کر اچھلتی کودتی تھی کہ میں نے آج بدلہ لے لیا۔ یہ حضرت وحشی رضی اللہ عنہ وہ تھے جنھوں نے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ ایسا معاملہ کیا۔ جب یہ آ کر مسلمان ہو گئے۔ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یاد آیا۔ فرمایا تم ہی ہو جس نے حمزہ رضی اللہ عنہ کو اس طرح قتل کیا تھا، دل جگر نکالا تھا۔ کہا حضور! آپ تک جو بات پہنچی ہے صحیح ہے۔ انکار نہیں کیا کہ میں نے ایسا نہیں کیا۔ آپ کا غم تازہ ہوا۔

حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی بہادری

حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے دودھ شریک بھائی (رضاعی بھائی) بھی تھے اور چچا بھی تھے۔ اور سب سے بڑی بات یہ تھی کہ اسلام میں وہ سب سے بڑے شہسوار بھی تھے۔ بہت بڑے بہادر بھی تھے۔ اور ایسے بہادر تھے کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ اسلام لے آئے اس وقت تک مسلمان ایک مکان (دارارقم) میں تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی اور آپ کے ساتھی بھی ہمت اتنی نہ ہوتی تھی کہ باہر آ کر مسجد میں نماز پڑھیں۔ اس وقت حضرت عمر رضی اللہ عنہ غصّہ میں بھرے ہوئے آئے اس نیت سے کہ (العیاذ باللہ) حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو شہید کر دیں گے۔ تلوار لئے ہوئے گئے۔ کواڑ کی (دروازوں کے) سوراخوں میں سے مسلمانوں نے دیکھ کر کہا کہ عمرؓ آ رہے ہیں۔ عمرؓ آ رہے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ برا ارادہ ہے۔ سب گھبرا گئے۔ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ آنے دو۔ کچھ مضائقہ نہیں۔ اگر اچھی نیت سے آ رہے ہیں تو اچھا ہے۔ سر آنکھوں پر اور اگر خراب نیت سے آ رہے ہیں تو ان ہی کی تلوار ہوگی اور ان ہی کی گردن۔ میں ان کی گردن اڑا دوں گا۔ اتنے بہادر تھے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی گردن اڑانے کے لئے تیار ہو گئے۔ جب کہ ان کا مقابلہ کوئی نہیں کر پا رہا تھا۔ بہر حال حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی خصوصیات بھی تھیں۔ ان کو اس طرح سے زخمی کیا تھا، قتل کیا تھا، لاش کی بے حرمتی کی تھی۔

....

حضرت وحشی رضی اللہ عنہ کا کمال اتباع

سب قصہ حضور اکرم ﷺ کو یاد آگیا۔ غم تازہ ہوگیا حضور اکرم ﷺ کا۔ جب غم تازہ ہوگیا تو حضور اکرم ﷺ کو خیال آگیا کہ جب جب یہ سامنے آئیں گے جب ہی غم تازہ ہوگا اور یہ فیض نبوت سے محروم رہیں گے۔ اس لئے آپ ﷺ نے فرمایا: کہ "هَلْ تَسْتَطِيْعُ اَنْ تُغَيِّبَ وَجْهَكَ عَنِّي" (بخاری شریف: ۵۸۲ / ۲، باب قتل حمزہ)

کیا یہ ہوسکتا ہے کہ تم اپنا چہرہ میرے سامنے نہ کرو۔

عرض کیا۔ جی ہاں۔ یہ کہہ کر اٹھ کر چلے گئے اور ساری زندگی حضور اکرم ﷺ کے سامنے حاضر نہ ہوئے۔ اس خیال سے کہ حضور اکرم ﷺ کو میری صورت سے اذیت ہوتی ہے۔ یہ اتباع ہے۔ یہ نہیں کہا انہوں نے کہ حضور! میں تو حاضر ہوں گا۔ حضور! جس طرح سے ہو سکے معاف فرمادیں۔ میں تو حاضر ہوجاؤں گا۔ نہیں ایسا نہیں ایسا نہیں کیا، بلکہ حضور اکرم ﷺ کا منشاء یہ تھا کہ سامنے نہ آؤ تو بہت اچھا۔ اس میں بھی ان کی خیرخواہی مدنظر تھی۔ وہ یہ کہ فیض نبوت دور اور نزدیک سب کو پہنچتا ہے۔ بشرطیکہ کسی طرف سے دل میں کدورت نہ ہو۔ اس لئے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین جو حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے مخلص صحابہ تھے، کے متعلق منافقین شکایات حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس لے کر آتے تھے۔ حضور اکرم ﷺ نے منع فرمایا کہ میرے صحابہ کی شکایتیں میرے پاس مت لاؤ۔ میں چاہتا ہوں کہ جب اپنے صحابہ کے پاس آؤں تو نہایت ہی سلیم الصدر ہو کر آؤں۔ کہ میرے سینے میں کسی کی طرف سے کدورت اور میل کچیل نہ ہو۔ سب کی طرف سے سینہ صاف ہو کہ سینہ صاف ہوگا تو نبوت کا فیض صاف پہنچے گا۔ اور اگر سینہ صاف نہیں ہے تو فیض صاف نہیں پہنچتا۔ اس میں کدورت رہتی ہے۔ اس واسطے ان (وحشی) کے ساتھ اعلیٰ درجہ کی خیرخواہی کی اور انھوں نے اعلیٰ درجے کے اتباع کا ثبوت دیا۔ جب حضور اکرم ﷺ نے فرمایا چلے جاؤ تو وہ چلے گئے۔ اور ساری زندگی بھر ان کے سامنے نہ

آئے اور ساری زندگی ملک شام میں جا کر گذاری۔ مدینہ طیبہ میں بھی نہیں رہے کہ ایسا نہ ہو کہ کہیں راستے میں آتے جاتے سامنا ہو جائے اور حضور اکرم ﷺ کو گرانی ہو۔ اس لئے وہاں سے نہیں گذرے۔

مسیلمہ کذاب کا قتل

اور پھر اس فکر میں رہے کہ اسلام کے ایک بہت بڑے جانباز کو انھوں نے شہید کیا ہے اس کے بدلے میں کسی کافر کو اسی طریقہ پر ماریں۔ چنانچہ حضور اکرم ﷺ کی وفات کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے تو مسیلمہ کذاب نے نبوت کا دعویٰ کیا۔ اور حضور اکرم ﷺ تو خاتم النبیین تھے۔ آپ ﷺ کے بعد کسی کا دعویٰ نبوت کرنا کہاں جائز تھا۔ اس لئے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ان سے قتال کیا اور حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو سپہ سالار بنا کر بھیجا۔ اس وقت یہ حضرت وحشی رضی اللہ عنہ آئے۔ انھوں نے مسیلمہ کذاب کو قتل کیا۔ چنانچہ جب لوگ ان سے کہتے تھے کہ اَنْتَ قَاتِلُ حمزۃ کہ اے حضرت وحشی رضی اللہ عنہ! تم تو حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے قاتل ہو، تم وہی ہو نا جس نے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو قتل کیا تھا تو یہ کہتے تھے کہ ہاں اور میں تو مسیلمہ کذاب کا بھی قاتل ہوں۔ تِلْكَ بِتِلْكَ۔ اس کا کفارہ تو میں نے اس طرح ادا کر دیا۔

دو سبق

یہ تو حضرت وحشی رضی اللہ عنہ تھے جن کے ساتھ حضور اقدس ﷺ نے یہ معاملہ فرمایا۔ اس میں دو سبق ملتے ہیں۔ ہمیں ایک قلب میں دل آزار چیز سے گرانی پیدا ہونا۔ یہ سنت کے خلاف نہیں۔ حضور اکرم ﷺ کے قلب میں گرانی پیدا ہوئی چچا کے قتل کی وجہ سے اور اس کی گرانی کا علاج یہ کیا کہ حضور اکرم ﷺ نے حکم فرمایا، اس پر حضرت وحشی رضی اللہ عنہ کا اتباع

کرنا، بات کو مان لینا، اس طرح فرمایا کہ بہت اچھا اور ساری زندگی بھر سامنے نہیں آئے۔ کون مسلمان ایسا ہے کہ جس کے اندر ایمان ہو اور اس کا جی نہ چاہتا ہو کہ حضور اکرم ﷺ کے سامنے آئے۔ حدیث میں آتا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا، میرا جی چاہتا ہے کہ اپنے ان بھائیوں کو دیکھوں کہ ایک وقت ایسا آئے گا آدمی یہ تمنا کرے گا کہ میرا مال روپیہ سارا ہی لے لیا جائے اور مجھے حضور اکرم ﷺ کی زیارت نصیب ہو جائے۔ لوگ حضور اقدس ﷺ کی زیارت کے خواب میں بھی متمنی رہتے ہیں کہ کسی طرح زیارت نصیب ہو جائے اور وہ بیداری میں ساری عمر سامنے نہیں آئے۔ یہ ہے اتباع۔

اتباع۔ حضور اکرم ﷺ جس چیز کو فرمائیں اس کا اتباع کرنا چاہئے۔ اپنی طرف سے کوئی دلیل اس کے اندر نکالنا ٹھیک نہیں۔ رائے زنی کرنا ٹھیک نہیں ہے۔

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو وصیت

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو حضور اکرم ﷺ نے یمن کا حاکم بنا کر بھیجا۔ یمن کے دو ڈویژن تھے۔ ایک ڈویژن پر حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو بھیجا تھا اور ایک ڈویژن پر حضرت معاذ رضی اللہ کو بھیجا تھا۔ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو جو بھیجا تو اس طرح سے ان کو سوار کرایا۔ وہ اونٹ پر سوار ہوئے اور حضور اکرم ﷺ ان کے ساتھ پیدل چل رہے تھے اور نصیحتیں کرتے جا رہے تھے کہ کیا کرنا ہے، کس طرح کرنا ہے؟ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کے دل پر کس قدر بوجھ ہوا ہوگا کہ وہ تو اونٹ پر سوار اور حضور اکرم ﷺ ساتھ ساتھ پیدل چل رہے ہیں۔ انھوں نے کچھ نہیں کہا کہ جس طرح سے حضور اقدس ﷺ کا منشاء تھا اسی طرح سے عمل کیا۔ یہاں تک کہ جب نصیحتیں پوری ہو گئیں اور واپسی کا ارادہ فرمایا تو حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ اے معاذ! اب تم جب آؤ گے یمن سے، شاید تمہارا گذر میری قبر پر ہو۔ یعنی ملاقات نہ ہو سکے۔ بس تو انھوں نے سوچا کہ اب تو یہ آخری دیدار ہے۔ اس کے

بعد دیدار نہیں ہوگا۔ ان کا دل بھر آیا۔ آنکھیں ٹپک پڑیں، آنسو جاری ہو گئے۔ حضور اکرم ﷺ نے ادھر سے منہ پھیر لیا اور مدینہ طیبہ کی طرف منہ کر لیا واپسی کیلئے اور حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے فرمایا: دیکھو! میرے دوست اور میرے محبوب وہ ہیں جو تقویٰ اختیار کریں۔ اَیْنَ کَانُوْا اَمَنْ کَانُوْا۔ کوئی ہو کہیں بھی ہو، دور نزدیک جو بھی ہوں گے تقویٰ اختیار کریں گے۔ وہ میرے دوستوں میں ہوں گے۔

کوئی شخص جب حضور اکرم ﷺ کے ساتھ محبت کرنا چاہے حضور اکرم ﷺ کی نظروں میں محبوب بننا چاہے، حضور اکرم ﷺ کا دوست بننا چاہے اس کا طریقہ یہ ہے کہ تقویٰ اختیار کرے، تقویٰ کیا چیز ہے؟ اللہ اور اللہ کے رسول اکرم ﷺ کی منع کی ہوئی چیزوں سے بچنا، جن چیزوں کو اللہ نے منع فرمادیا، اللہ کے رسولِ پاک ﷺ نے منع فرمادیا ان چیزوں سے محفوظ رہنا اور دور رہنا یہ ہے تقویٰ۔

تقویٰ کس کو کہتے ہیں؟

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک صحابی نے دریافت فرمایا کہ بھائی تقویٰ کیا چیز ہے؟ جس کا قرآن پاک میں بار بار تذکرہ آیا ہے۔ انھوں نے پوچھا کہ کبھی کنٹیلے راستے پر سے چلے ہو جہاں جھاڑ جھنکاڑ ہوں ایسے راستے پر چلے ہو، وہاں کیسے چلا کرتے ہیں کہ کپڑوں کو اور اپنے بدن کو بچا کر چلا کرتے ہیں کہ ادھر سے کانٹا نہ چبھ جائے، ادھر سے کپڑا نہ اٹک جائے، ادھر سے پیر نہ چبھ جائے۔ کہا بس تقویٰ یہی چیز ہے کہ زندگی ایسے طریقے پر گذارے آدمی جیسے خاردار راستہ میں وہ جارہا ہے۔ چلتے چلتے سامنے دیکھا عورتیں بے پردہ چلی جارہی ہیں آنکھیں نیچی کرلیں۔ کان میں آواز آئی غلط قسم کی، گانے بجانے کی، ادھر متوجہ نہ ہو۔ کوئی شخص بیہودہ باتیں کرتا ہے، گالیاں دیتا ہے، برے الفاظ بکتا ہے، اس کے جواب میں زبان کی حفاظت کرے، کچھ نہ کہے، غرض اللہ تعالیٰ نے جو اعضاء عطا فرمائے ہیں، دل ہے، دماغ ہے، آنکھ

ہے کان ہے پیر ہے ہاتھ ہے پیٹ ہے شرمگاہ ہے ۔ان سب چیزوں کی حفاظت کرنا ضروری ہے ۔خدا کے قانون کے خلاف کوئی چیز نہ ہو، یہ ہے تقویٰ ۔

لہٰذا اس طریقہ پر آدمی تقویٰ اختیار کرے یہ طریقہ بتادیا ہے اور وہ یہی ہے کہ جو معلوم ہو جائے کہ منشاء نبوی یہ ہے، بس اس سے گریز نہ کرے، اس کا خیال کرے ۔

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا کمال ادب

ہمارے بزرگوں میں خاص طور پر یہی چیز تھی ۔حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا حال یہ تھا کہ جمعہ کے دن کپڑے بدلے، جو کپڑے بدن سے اتارے وہ بھی میلے نہیں، وہ بھی صاف ستھرے ہی ہیں ان کو پوٹلی بنا کر باندھ کر رکھ دیا ۔ان کے حجرے میں ایک کھونٹی دیوار میں گڑی تھی، اس پر ٹانگ دیتے (لٹکا دیتے) تھے ۔ایک شخص کو دیا کہ اس کو کھونٹی پر ٹانگ دو ۔وہاں حجرے میں ایک تپائی بھی رکھی ہوتی تھی کبھی اس تپائی پر کتاب رکھی ہوتی تھی فرمایا دیکھو ۔تپائی پر دیکھو کہ اس پر کوئی کتاب نہ ہو ۔اگر اس تپائی پر کوئی کتاب ہو تو یہ میلے کپڑے کھونٹی پر نہیں لٹکانا، نیچے رکھنا ۔یعنی اس کے بھی روادار نہیں تھے کہ میلے کپڑے اوپر ٹانگ دیے جائیں اور کتاب نیچے رہے ۔بہت احتیاط برتتے تھے ۔ایک ایک چیز میں اتنا ادب تھا، اتنی اتنی باتوں کی یہ حضرات رعایت رکھتے تھے، اتباع شریعت اتباع سنت کرتے تھے ۔

حضرت سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ کی کمال احتیاط

ایک شخص حضرت مولانا خلیل احمد سہارن پوری رحمتہ اللہ علیہ کے پاس آئے انھوں نے خود مجھ سے بیان کیا کہ میں ان کی خدمت میں گیا ۔جب وہاں سے واپسی کا وقت آیا ۔حضرت سبق پڑھانے بیٹھ گئے ۔بخاری شریف کا ۔میں نے مصافحہ کیا اور کہا کہ مجھے ذرا مشورہ بھی کرنا ہے ۔حضرت فوراً اس جگہ سے الگ ہو گئے ۔الگ آ کر کھڑے ہوئے کہ کہو کیا مشورہ ہے؟ میں

نے کہا کہ حضرت ایک منٹ کی بات ہے وہیں بیٹھ کر سن لیتے تو حضرت نے فرمایا کہ یہ دری (چٹائی) ہمیں مدرسہ نے اس واسطے دی ہے کہ ہم اس پر بیٹھ کر سبق پڑھائیں حدیث شریف کا۔ اس واسطے نہیں دی کہ دوستوں سے مشورہ کریں پس جو چیز جس کام کے لئے دی گئی اس کو اسی کام میں استعمال کرنا چاہئے۔ اس کے خلاف نہیں۔

اتنا لحاظ رکھتے تھے یہ حضرات ایک ایک چیز کا۔ پورا پورا خیال رکھتے تھے کہ کہیں غلط استعمال نہ ہو۔

حالت یہ تھی کہ مدینہ طیبہ حاضر ہوئے روضۂ اقدس کے پاس۔ حضور اقدس ﷺ کو تراویح میں قرآن شریف سنایا اور ادب کا اتنا خیال فرماتے تھے کہ جب صلوٰۃ وسلام پڑھنے کے لئے حاضر ہوتے تھے تو سارا بدن کانپتا تھا اور آنکھوں سے آنسو جاری ہوتے تھے۔

حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کو بیداری میں زیارت

حضرت مولانا حسین احمد مدنی رحمتہ اللہ علیہ کا یہ حال تھا کہ روضہ اقدس کے سامنے ایک گھنٹہ، ڈیڑھ گھنٹہ کھڑے ہوتے تھے گردن جھکائے ہوئے خاموشی کے ساتھ، ادب کے ساتھ۔ جو ساتھی ہوتے وہ تھک جاتے۔ ادھر اُدھر بیٹھ جاتے۔ وہیں مدینہ طیبہ میں حضرت سبق پڑھا رہے ہیں۔ مسئلہ آیا حیات النبیؐ کا کہ نبی پاک ﷺ اپنی قبر مبارک میں زندہ ہیں حیات ہیں۔ طلبہ نے اس کے اوپر اعتراض کیا۔ مولانا نے اس کا جواب دیا، پھر اعتراض ہوا، پھر جواب دیا پھر مولانا نے ایک دم سے دیکھا روضۂ اقدس کی طرف سر اٹھا کر۔ طلبہ نے سوچا کیا بات ہے؟ کیا دیکھ رہے ہیں، سارے طالب علموں نے دیکھا ادھر کو، تو روضۂ اقدس کی عمارت نہیں اس جگہ پر، وہاں جگہ صاف ہے اور حضور اقدس ﷺ تشریف فرما ہیں وہاں۔ اس کے بعد کتاب کی طرف نظر کی پڑھانے کیلئے۔ پھر طلباء نے دیکھا اس طرف (روضۂ اقدس کی طرف) تو وہی عمارت موجود۔ یہ ان حضرات کے حالات ہیں۔

....

ایک ایک چیز کی یہ حضرات رعایت کرتے تھے کہ ایسا نہ ہو کہ حضور اکرم ﷺ کی منشاء کے خلاف ہو جائے۔

مسلمان کی زندگی

مسلمان اپنے آپ کو امتی کہلاتا ہے کہ ہم حضور ﷺ کے امتی ہیں۔کہاں کے امتی گنہگار بھی ہیں اور امتی بھی۔امتی کی زندگی کا منشاء یہ ہونا چاہئے کہ ہمارا کوئی کام حضور اکرم ﷺ کی منشاء کے خلاف نہ ہو۔اس کی ضرورت ہے۔مثلاً حضور اکرم ﷺ نے منع فرمایا ہے سود دینے کو سود لینے کو،فرمایا سود دینے والے پر بھی لعنت،سود لینے والے پر بھی لعنت،سود کھانے والے پر بھی لعنت،سود کا رقعہ لکھنے والے پر بھی لعنت،سود کی گواہی دینے والے پر بھی لعنت۔ مسلمان کا کام یہ ہے کہ سود کے پاس بھی نہ جائے۔اسی طرح پر جھوٹ بولنے سے منع فرمایا ہے۔جھوٹ بولنے سے ایسی بدبو آتی ہے کہ فرشتہ اس سے میلوں دور بھاگتا ہے۔

وعدہ خلافی سے بھی منع فرمایا۔حدیث شریف میں آتا ہے کہ جو وعدہ کرتا ہے اور اس کی نیت یہ ہو کہ وعدہ خلافی کروں گا وہ منافق ہے۔نفاق کی علامت اس میں ہے۔لہٰذا مسلمان کی زندگی اوروں کی طرح سے نہیں ہونی چاہئے کہ مسلمان یہ سوچے کہ جھوٹ بولنے سے تجارت میں ترقی ہوگی۔سود لینے سے تجارت میں ترقی ملے گی۔فلاں فلاں قوم نے تجارت کی،فلاں فلاں قوم کے پاس مال ودولت زیادہ ہے۔انکے پاس حکومت ہے،انکے پاس ساز وسامان ہے۔ مسلمان کے پاس کچھ نہیں ہے۔مسلمانوں کو ان کی حرص نہیں کرنی چاہئے مسلمانوں کو اگر حرص کرنی ہے تو حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی۔حضرت نبی اکرم ﷺ کی۔حضور اکرم ﷺ کی زندگی کیسی تھی۔صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی زندگی کیسی تھی،ان کی حرص ان کا اتباع کرنا چاہئے۔ جس چیز کو دیکھے مسلمان عبرت کی نگاہ سے دیکھے۔شکر کرے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے انسان بنایا۔ سانپ کو دیکھے تو شکر کرے کہ اے اللہ! تو نے مجھے انسان بنایا،سانپ نہیں بنایا۔جو شخص سانپ کو

دیکھتا ہے وہ اس کو مارتا ہے کیونکہ وہ اس کو کاٹتا ہے۔

دنیوی اعتبار سے اپنے سے کمزور کو دیکھو

حدیث شریف میں آیا ہے کہ جب تم دنیا میں کسی کو دیکھو تو اس کو جو تم سے گرا ہوا آدمی ہے اس کو دیکھو۔تمہارے پاس کپڑا نہیں، کھانے کو نہیں، رہنے کے لئے مکان نہیں، دوکان نہیں، لہذا جو تم سے گیا گزرا ہے اس کو دیکھو۔اس کو دیکھ کر سوچو کہ یہ بھی دنیا میں بستا ہے، ان کے پاس کچھ نہیں میرے پاس بہت کچھ موجود ہے۔

شیخ سعدی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ میں دنیا کی مصیبتوں سے کبھی تنگ نہیں آیا۔ صرف ایک مرتبہ کہ میرے پیروں میں جوتا نہیں تھا، ننگے پیر جارہا تھا۔میں بازار کو جارہا تھا وہاں ایک آدمی کو دیکھا اس کے پیر ہی نہیں۔شکر کیا کہ اے اللہ! میرے پاس پیر تو ہے اس کے پاس پیر بھی نہیں۔

میں نے خود دیکھا مکہ مکرمہ میں ایک شخص کو طواف کرتے ہوئے کہ لیٹا ہوا ہے، کپڑے سے اس کو باندھ رکھا ہے طواف کرتا تھا اور کروٹیں بدل بدل کر طواف کرتا تھا۔یہ کیفیت تھی۔لہذا جب دنیا کے اعتبار سے دیکھو تو ہمیشہ اپنے سے کمزور آدمیوں کو دیکھو۔کسی کے پاس رہنے کو گھر نہیں، کسی کے پاس پہننے کو کپڑا نہیں۔کوئی دوکان کے تختے پر لیٹا ہوا ہے۔کسی کے ہاں کھانا نہیں، بھیک مانگتا پھرتا ہے، کسی کی صحت ٹھیک نہیں۔چلنے پھرنے سے عاجز قاصر، کسی کے چہرے پر آنکھیں نہیں، کسی کے سننے کے لئے کان نہیں، بولنے کے لئے کسی کے پاس زبان نہیں۔اللہ تبارک وتعالیٰ کی ایسی ایسی مخلوق موجود ہے۔ہمیشہ اسی مخلوق کو دیکھنا چاہئے۔یہ نہیں دیکھنا چاہئے کہ فلاں کے پاس اچھی بلڈنگ ہے میرے پاس نہیں۔فلاں کے پاس گاڑی ہے میرے پاس نہیں۔

دینی اعتبار سے اپنے سے اوپر والوں کو دیکھو

اور دین کے اعتبار سے ہمیشہ اپنے سے بڑوں کو دیکھنا چاہئے کہ وہ بھی تو ہمارے جیسے آدمی ہیں، کتنی عبادت کرتے ہیں، کتنے اللہ کے بندے ایسے ہیں کہ روزانہ ایک ختم قرآن پاک کرتے ہیں۔

خلیفہ ہارون رشید بادشاہ تھے۔ بہت بڑی حیثیت کے آدمی تھے۔ پانچ سو نفلیں روزانہ پڑھتے تھے۔ وہ بھی تو انسان تھے، ہمارے جیسے انسان تھے۔ یہی ہاتھ پیر یہی ناک کان۔ ایسے نہیں کہ دو ناک ہوں، چار کان ہوں۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے وتر کی ایک رکعت میں پورا قرآن شریف پڑھا۔ حضرت امام ابو حنیفہ رحمتہ اللہ علیہ جب بیت اللہ شریف گئے وہاں کھڑے ہو کر نماز کی نیت باندھی، دو رکعت میں پورا قرآن شریف پڑھا۔ وہ بھی تو آدمی ہیں۔ کتنے لوگ ایسے ہیں کہ کھانے کو نہیں ملا تو پیٹ پر پتھر باندھے۔

خود نبی اکرم ﷺ کا حال یہی تھا کہ صبح نماز کے بعد اپنے گھروں میں تشریف لے گئے۔ پوچھا کچھ کھانے کو ہے؟ معلوم ہوا کہ نہیں ہے۔ تو کہا اچھا میرا روزہ۔ روزہ رکھ لیا۔ پیٹ پر پتھر باندھتے تھے۔

آنحضرت رحمۃ اللہ علیہ کا فقر و فاقہ

ایک دفعہ سخت ترین گرمی کا زمانہ تھا۔ آپ ﷺ مسجد میں تشریف رکھتے تھے۔ ایک صحابی حاضر ہوئے۔ حضور ﷺ نے فرمایا۔ اس گرمی میں کیوں آئے؟ کیا ضرورت پیش آئی؟ کہا۔ حضرت! بھوک بہت لگ رہی ہے۔ بے تاب تھا۔ میں اس واسطے حاضر ہوا کہ آپ کی صورتِ مبارک کو دیکھ کر قلب کو سکون و اطمینان حاصل کروں۔

ایک دوسرے شخص آئے۔ ان سے حضور ﷺ نے پوچھا تم کیسے آگئے؟ انھوں

نے جواب دیا کچھ کھانے کو نہیں ہے اس لئے آیا کہ شاید آپ کے پاس کھانے کو کوئی چیز مل جائے۔ حضور ﷺ نے فرمایا: بَیْنَکُمَا کَمَا بَیْنَ جوابَیْکُمَا۔ تم دونوں میں ایسا ہی فرق ہے جیسا کہ تمہارے جوابوں کا۔ ایک کا جواب یہ ہے کہ آپ کی صورت مبارک کو دیکھ کر اطمینان ہو جائے۔ دوسرے کا جواب ہے کہ کھانے کو کچھ مل جائے۔

یہ تینوں (دونوں صحابیؓ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم) گئے ایک انصاری کے پاس باغ میں۔ کھجوروں کے پکنے کا زمانہ تھا۔ ایسے موسم میں وہ لوگ اپنے بیوی بچوں کو بھی باغ میں لے جایا کرتے تھے۔ بوریا کھڑا کر کے ایک مکان کی شکل بنایا تھا۔ ان کے بال بچے بھی وہاں موجود تھے۔ وہاں پہونچے تو معلوم ہوا کہ انصاری باغ میں موجود نہیں ہیں۔ کہیں سے ٹھنڈا پانی لینے کیلئے گئے ہوئے ہیں۔ میٹھا ٹھنڈا پانی کہیں فاصلے پر تھا۔ وہ پانی لینے کے لئے گئے۔ یہ حضرات جا کے کہیں درخت کے سائے میں بیٹھ گئے۔ اتنے میں وہ انصاری صحابیؓ آگئے۔ انھوں نے کہا۔ اوہو دو جہاں کے سردار میرے باغ میں بیٹھے ہوئے ہیں۔ کتنی خوش قسمتی ہے یہ میری۔ وہیں سے ایک بانس اٹھایا اس سے کھجوروں کا ایک گچھا توڑا اور لا کر ان کے سامنے رکھ دیا۔ اس میں بعض کھجوریں بالکل پکی تھیں اور بعض کچھ کچی اور کچھ پکی۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ یہ کچھ کچی پکی کیوں توڑ لائے جو بالکل پکی تھیں وہ لاتے۔ انھوں نے کہا کہ حضور! بعض کو یہ پسند ہے اور بعض کو یہ پسند۔ جونسی پسند ہو وہ کھالیں۔ حضور ﷺ اور آپ کے ساتھیوں نے کھجور کھائیں اور پانی پیا۔ اس کے بعد فرمایا:

ثُمَّ لَتُسْئَلُنَّ يَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِيْمِ۔

[پھر تم سے اس دن نعمتوں کے بارے میں پوچھا جائیگا (کہ ان کا کیا حق ادا کیا۔]

قیامت میں نعمتوں کا سوال بھی ہوگا۔

اللہ تعالیٰ دریافت فرمائیں گے ہمارے پیدا کیے ہوئے درختوں کے سائے میں تم بیٹھ گئے۔ ہمارے پیدا کئے ہوئے درختوں کی کھجوریں کھائیں۔ ہمارا پیدا کیا ہوا ٹھنڈا پانی بھی

پیا۔کیا نیک عمل کر کے لائے ۔ہم سوچیں کتنے کتنے اچھے اچھے کپڑے پہنے، کتنے اچھے اچھے مکانات میں رہتے ہیں ۔کیسا ٹھنڈا پانی پیتے ہیں، کئی کئی قسم کا کھانا کھاتے ہیں ۔کبھی خیال بھی آتا ہے کہ حساب بھی دینا ہے اللہ کے یہاں ۔کیسی غلط زندگی گذر رہی ہے ۔ہمیں اپنی زندگی پر غور کرنا چاہئے ۔نظر کرنی چاہئے کہ کس کام کے لئے دنیا میں ہم بھیجے گئے ہیں ۔اس کام میں لگیں ۔

سکون کی تلاش

آج مسلمان سارے کام اور ساری ترقیات کے باوجود مطمئن نہیں ۔اس کے قلب کو سکون و اطمینان نہیں ۔اس کشمیر کے علاقے میں آنے پر اتنے لوگوں نے آکر بیان کیا کہ ہمیں سکون نہیں پریشانی ہی پریشانی ہے ۔ہم کو یاد بھی نہ رہا کہ کتنوں نے بیان کیا۔اور سکون ہم نے کس چیز میں سمجھ رکھا ہے ۔غلط جگہوں میں سمجھ رکھا ہے ۔آپ بتائیے کہ آپ کو پیاس لگ رہی ہے ۔کیا اس مائیک سے پانی لیں گے کرسی سے پانی لیں گے، دیوار سے پانی لیں گے ۔نہیں پانی اپنی جگہ پر ملے گا۔نل میں ملے گا۔دریا میں ملے گا کنویں میں ملے گا۔ہر چیز اپنی جگہ پر ملتی ہے ۔نمک کی ضرورت ہو تو نمک مائیک سے کرسی سے دیوار سے نہیں ملے گا۔نمک اپنی جگہ سے ملے گا۔

اسی طرح سے آج مسلمان اطمینان کو تلاش کر رہا ہے بے جگہ ۔جہاں اس کی جگہ نہیں ۔ یوں سمجھتا ہے کہ مجھے گاڑی مل جائے تو اطمینان ملے گا۔میری پریشانی دور ہو جائے گی ۔خدا جانے روپے ادھار بینک سے لئے ،سود کا معاملہ کیا۔کس کس طرح سے کوشش کر کے گاڑی حاصل کی ۔گاڑی بھی حاصل کی تو کیا اطمینان ملا؟ ایکسیڈنٹ ہو گیا۔گاڑی بھی گئی ۔ڈرائیور بھی گیا، خود بھی گیا۔اس میں کہاں اطمینان رکھا ہے ۔

کوئی شخص سمجھتا ہے کہ مجھے ریل گاڑی مل جائے تو مجھے اطمینان مل جائے گا۔ریل گاڑی کی ٹکر ہو جائے تو سینکڑوں ہزاروں آدمیوں کی ہلاکت کا باعث بن جائے ۔کوئی سمجھتا ہے

کہ مجھے ہوائی جہاز مل جائے اس سے بہت آمدنی ہوگی لیکن ایک ٹکر سے ہوائی جہاز نیچے گر پڑتا ہے تو سب ہلاک ہوتے ہیں۔غرض انسان بے جگہ اطمینان تلاش کرتا ہے وہاں اطمینان نہیں ہے۔کوئی سمجھتا ہے مجھے وزارت مل جائے میں وزیر اعظم بن جاؤں گا تو اطمینان ہو جائے گا۔کیا وزیر اعظم ہونے سے اطمینان ہوتا ہے۔کتنے وزیر اعظموں کو دیکھا کہ ان کا حلیہ کیا بنا؟ کس کس طرح سے ان کو ختم کیا گیا۔کوئی سمجھتا ہے کہ مجھے روپیہ مل جائے،نوٹوں کی گڈی مل جائے مجھے اطمینان ہو جائے گا۔اگر نوٹوں کی گڈی پر ایک دیمک کا کیڑا مسلط ہو جائے تو سارے نوٹوں کو کھا کے ختم کر دے گا کیا وہ بھی اطمینان ہے جو ذرا سے کیڑے سے ختم ہو جائے گا۔اطمینان ان جگہوں میں کہاں ہے؟ یہاں اطمینان مسلمان بے جا تلاش کر رہا ہے۔

اللہ تعالیٰ کے تعلق میں اطمینان

اطمینان ہے تو اللہ کے ذکر میں۔ "اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ" [یاد رکھو! کہ صرف اللہ کا ذکر ہی وہ چیز ہے جس سے دلوں کو اطمینان نصیب ہوتا ہے۔](آسان ترجمہ)

اللہ کے تعلق میں اطمینان ہے۔اللہ کے ساتھ جتنا تعلق ہوگا اسی قدر اطمینان حاصل ہوگا۔ آدمی یہ سمجھے گا کہ کہیں سے مجھے کچھ ملے یا نہ ملے۔میرا رزاق حق تعالیٰ ہے کسی پر میرا دارومدار نہیں ہے۔ایک شخص ملازمت کرتا ہے اور رات دن فکر رہتی ہے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ مجھ سے میرا افسر ناراض ہو،مجھے رد کر دیں تو کیا ہوگا؟ کہیں میری روزی اس پر موقوف ہے روزی دینے والا حق تعالیٰ ہے۔یہ دروازہ بند ہو جائے گا تو دوسرا دروازہ حق تعالیٰ کھولے گا۔اور ان کے خزانے میں کمی نہیں آئے گی۔اسی طریقے پر رات دن قسم قسم کے اوہام اور وساوس میں مبتلا ہے۔یہ ہو جائے گا وہ ہو جائے گا۔ہو جائے گا تو کیا ہوگا؟ لیکن اگر حق تعالیٰ کی ذات عالی کے ساتھ ہو تو سمجھے گا کہ میری حفاظت کرنے والا وہ ہے،نہ مجھے کوئی بندوق مار سکتی ہے نہ توپ مار سکتی ہے نہ بم کا گولہ ختم کر سکتا ہے۔میری حفاظت کرنے والا اللہ تعالیٰ ہے۔

....

چور مال لے جائے، دوکان خراب ہو جائے، بنک فیل ہو جائے تو کیا ہوا میرا تعلق حق تعالیٰ سے ہے اس کے خزانے میں کمی نہیں آتی۔ اس کے خزانے میں جوں کا توں موجود ہیں۔

موتی گم ہونے اور ملنے کی خبر پر الحمد للہ

ایک بزرگ کے پاس آ کر ان کے خادم نے عرض کیا کہ حضرت فلاں بادشاہ نے جو آپ کے پاس ایک موتی یا ہیرا بھیجا تھا ایسا قیمتی۔ وہ کھو گیا۔ انھوں نے ذرا آنکھ بند کی، گردن جھکائی اور کہا **الحمد للہ**! لیکن خادم تلاش کرنے میں لگ گئے۔ تلاش کرتے کرتے مل گیا۔ پھر خادم نے آ کر عرض کیا کہ حضرت وہ ہیرا مل گیا۔ حضرت نے آنکھ بند کی۔ گردن جھکائی تو فرمایا۔ **الحمد للہ**! کسی نے پوچھا یہ کیا بات ہے؟ تو فرمایا کہ جب آپ نے خبر دی کہ موتی کھو گیا تو میں نے دیکھا کہ میرا اطمینان تو نہیں کھو گیا۔ میرے قلب میں تو کوئی پریشانی نہیں۔ دیکھا تو میرے قلب کا اطمینان بالکل اسی طرح سے ہے تو میں نے کہا **الحمد للہ**! پھر جب خبر دی کہ پا گیا تو دیکھا کہ میرے دل کو کچھ خوشی تو نہ ہوئی، تو دیکھا کہ کوئی خوشی نہیں۔ بالکل اسی طرح مطمئن ہے۔ اس پر کہا **الحمد للہ**! کہ میرے قلب کا اس کے وجود سے کچھ تعلق نہیں۔ ہو تو خوشی نہیں چلا جائے تو کوئی غم فکر نہیں۔ مسلمان کی زندگی کا حال یہی ہونا چاہئے۔

اس کی نظیریں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی زندگی میں کثرت سے ملیں گی۔ **اللہ الصمد**! صحابہ رضی اللہ عنہم جیسا ایثار، صحابہ رضی اللہ عنہم جیسی ہمدردی، صحابہ رضی اللہ عنہم جیسی سخاوت کہاں کسی کو نصیب ہو گی، ان کو اپنے اللہ پر اتنا اعتماد تھا کہ دنیا کی کسی چیز پر نہیں۔

حضرت زرارہ بن اوفیٰ رضی اللہ عنہ کا گھوڑا

ایک صاحب ہیں حضرت زرارہ بن اوفی رضی اللہ عنہ۔ جہاد کرنے گئے گھوڑے پر سوار اور

طریقہ جہاد اس زمانے میں یہ تھا کہ ادھر ایک لشکر پڑا ہوا ادھر دشمن کا لشکر ہے درمیان میں میدان ہے ایک آدمی ادھر سے مقابلہ کے لئے نکل آتا ہے۔ ایک آدمی اس کے مقابلے میں ادھر سے آتا ہے۔ یہ دونوں لڑتے ہیں ان میں ایک ختم ہو جائے تو پھر دوسرا آدمی آیا کرتا ہے۔ ادھر سے تیسرا اور چوتھا۔ یہاں تک کہ گھمسان کی لڑائی ہو جاتی تو ان کو اپنے دشمن سے لڑتے لڑتے بہت دیر ہوگئی یہاں تک کہ گھوڑا بھی تھک گیا۔ تو قریب تھا کہ گھوڑا بیٹھ جائے تو انھوں نے گھوڑے کی گردن کے بال پکڑ کر کہا۔ دیکھ اگر آج تو نے دغا دی تو کل قیامت میں رسولِ اکرم ﷺ سے تیری شکایت کروں گا۔ بس ان کا یہ کہنا تھا کہ گھوڑے نے پھریری لی، ہنہنایا۔ انھوں نے یکدم جو حملہ کیا تو دشمن کو ختم کر دیا۔ تو گھوڑا بھی حضور اکرم ﷺ کے نام سے اتنا متاثر ہوا۔

اتباع سنت کی ضرورت

افسوس! آج مسلمان متاثر نہیں ہوتا۔ اسی وجہ سے حضور ﷺ کی سنت کا اتباع نہیں کرتا، صورتیں حضور ﷺ کی سنتوں کے خلاف ہیں، لباس حضور ﷺ کی سنتوں کے خلاف، رہنا سہنا حضور ﷺ کی سنتوں کے خلاف۔ ہر چیز آپ ﷺ کے طریقے کے خلاف۔ اطمینان کا مرکز کیا ہے؟ اتباعِ سنت ہے جس قدر اتباع سنت کیا جائے گا اسی قدر اس کو اطمینان مل جائے گا۔ اللہ تعالیٰ توفیق عطا فرمائے۔ کہنے والے کو بھی سننے والے کو بھی۔ آمین۔

❑❑❑

حیات طیبہ

اس بیان میں

بتایا گیا ہے کہ حیاتِ طیبہ، خوشگوار اور پر سکون زندگی اعمال صالحہ حقوق اللہ وحقوق العباد کی ادائیگی کے ذریعہ حاصل ہوتی ہے۔ اور اسی میں دنیا کی بھی کامیابی ہے۔ اور آخرت کی بھی۔ اس لئے اپنی زندگی کو بھی دین کے سانچہ میں ڈھالنے کی ضرورت ہے۔ اور دوسروں کے لئے بھی اسی کی فکر کرنے کی ضرورت ہے۔

....

حیات طیبہ

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّی عَلٰی رَسُوْلِهِ الْکَرِیْمِ۔ اَمَّا بَعْدُ!

فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔

یَاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اسْتَجِیْبُوْا لِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاکُمْ لِمَا یُحْیِیْکُمْ وَاعْلَمُوْا اَنَّ اللّٰهَ یَحُوْلُ بَیْنَ الْمَرْءِ وَقَلْبِهٖ وَاَنَّهٗ اِلَیْهِ تُحْشَرُوْنَ۔ وَاتَّقُوْا فِتْنَةً لَّا تُصِیْبَنَّ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا مِنْکُمْ خَاصَّةً۔ وَاعْلَمُوْا اَنَّ اللّٰهَ شَدِیْدُ الْعِقَابِ۔

[اے ایمان والو! اللہ اور رسول کی دعوت کو قبول کرو۔ جب رسول تمہیں اس بات کی طرف بلائے جو تمہیں زندگی بخشنے والی ہے اور یہ بات جان رکھو کہ اللہ انسان اور اس کے دل کے درمیان آڑ بن جاتا ہے اور یہ کہ تم سب کو اسی کی طرف اکٹھا کر کے لے جایا جائے گا۔ اور ڈرو اس وبال سے جو تم میں سے صرف ان لوگوں پر نہیں پڑے گا جنہوں نے ظلم کیا ہوگا اور جان رکھو کہ اللہ کا عذاب بڑا سخت ہے۔] (آسان ترجمہ)

اس آیت شریفہ میں یہ ارشاد ہے: کہ اے ایمان والو! تم قبول کرو اللہ کی دعوت کو، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت کو، اس چیز کے لئے جس میں تمہارے لئے حیات ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ جس چیز کی طرف تم کو دعوت دے رہے ہیں بلا رہے ہیں، اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم جن چیز کی طرف تم کو دعوت دے رہے ہیں بلا رہے ہیں اس کو قبول کرو۔ لبیک کہو۔ ان کی دعوت پر حاضر ہو جاؤ۔ "لِمَا یُحْیِیْکُمْ" ایسی چیز کی طرف دعوت ہے جس میں تمہارے لئے

حیات ہے۔تمہارے لئے زندگی ہے۔اور جان لو کہ اللہ تعالیٰ حائل ہو جاتے ہیں آدمی اور اس کے دل کے درمیان اور اسی کی طرف تمہارا حشر ہوگا۔اور ایسے فتنے سے ڈرو جو صرف انہیں لوگوں کو نہیں پہونچے گا جو تم سے خاص آدمی ہے بلکہ سب کو پہونچے گا۔جنھوں نے تم میں سے ظلم کیا ہے خاص طور پر انہیں کو فتنہ نہیں پہونچے گا بلکہ سب کو پہونچ جائے گا۔اور اللہ تعالیٰ کا عذاب بہت سخت ہے۔اس آیت میں یہ خطاب ہے کہ اللہ نے جس چیز کی طرف تم کو بلایا ہے، دعوت دی ہے کہ اے ایمان والو! فلاں کام کرو۔اے ایمان والو! فلاں کام کرو۔اس دعوت پر تم تیار ہو جاؤ۔اس دعوت کو تم قبول کرو۔اس پر عمل کے لئے آمادہ ہو جاؤ۔اس چیز کو اختیار کرلو جس چیز کی طرف اللہ نے دعوت دی ہے اور اللہ کے رسول نے دعوت دی ہے۔جس جس چیز کی بھی دعوت دی ہے سب کو اختیار کرو۔

عقائد

قرآن کریم میں اور حدیث شریف میں کیا ہے۔کچھ چیزیں ایسی ہیں جن کے ذریعہ سے عقائد کو پختہ کرنا ہے اللہ صرف ایک ہے اس کے ساتھ کوئی شریک نہیں۔اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو بھیجا ہے۔اللہ تبارک وتعالیٰ کے فرشتے ہیں۔یہ تمام عالم کا نظام اللہ کے قبضۂ قدرت میں ہے۔روزی دینے والا صرف اللہ ہے۔مدد کرنے والا صرف اللہ ہے۔نفع اور نقصان سب اللہ کے قبضہ میں ہے۔موت اور حیات کا مالک صرف اللہ ہے۔یہ سب چیزیں یقین کے پختہ کرنے کے لئے ہیں۔ان چیزوں پر لبیک کہو۔ان چیزوں کو قبول کرو۔تسلیم کرلو کہ ہاں واقعہ اسی طرح سے ہے۔

اخلاقیات

کچھ چیزیں ایسی ہیں کہ اخلاق درست کرنے کے لئے ہیں۔ایک دوسرے کے

ساتھ میں ہمدردی کرو۔ حسد نہ کرو، تکبر نہ کرو، سخاوت کرو، بخل نہ کرو، نرمی کرو، تشدد نہ کرو، یہ اخلاق کی چیزیں ہیں۔ کچھ چیزیں اعمال سے متعلق ہیں۔

عبادات

اعمال میں کچھ عبادات ہیں۔ نماز پڑھو۔ روزہ رکھو، زکوٰۃ دو، حج کرو۔

معاملات

اور کچھ چیزیں معاملات سے متعلق ہیں۔ نکاح کا طریقہ یہ ہے۔ طلاق کا طریقہ یہ ہے۔ کسی گھر میں بچہ پیدا ہو تو اس پر کیا کرنا چاہئے۔ کسی کے گھر میں موت واقع ہو تو کیا کرنا چاہئے۔ تجارت کا لین دین ہو تو اس طرح سے ہو۔ ملازمت ہو تو اس طرح سے ہو۔ یہ چیزیں ہیں۔

حقیقی زندگی

انہیں سب چیزوں سے مل جل کر حیات بنتی ہے۔ جس شخص کے اندر یہ سب چیزیں موجود ہیں۔ اللہ نے جس کو یہ سب چیزیں عطا فرما دیں تو اس کی زندگی اعلیٰ درجہ کی زندگی ہے اور جس شخص کے اندر ان چیزوں میں سے جتنی کمی ہے اتنی ہی اسکی زندگی میں کمی ہے۔ ویسے تو زندہ رہنے کو کافر بھی زندہ ہیں دنیا میں۔ اور اونچی اونچی بلڈنگیں بنا کر بہت بڑا کاروبار پھیلا کر زندہ ہیں لیکن حقیقتاً زندگی وہ نہیں۔ زندگی وہ ہے جو مولیٰ جل شانہٗ کے ساتھ ہو جس کا اس سے تعلق ہے اسکی زندگی زندگی ہے۔ جیسے شوہر کا تعلق ہوتا ہے۔ بیوی کا شوہر کے ساتھ تعلق ٹھیک نہیں ہے۔ شوہر اس سے ناخوش ہے اور بیوی آزاد ہوگئی، نافرمان ہو کر ادھر اُدھر ماری ماری پھرتی ہے چاہے اسکے پاس حسن و جمال بھی ہو، چاہے اسکے پاس مال و دولت بھی ہو لیکن شریف طبقہ یوں کہتا ہے کہ اسکی زندگی تباہ ہے۔ اسلئے کہ اصل زندگی شوہر کی اطاعت کے ساتھ ہے۔ شوہر کی محبت کے ساتھ ہے۔ جس عورت کا

شوہر سے تعلق صحیح نہیں ہے شوہر کو ناخوش کر کے ادھر ادھر ماری ماری پھرتی ہے۔ دوستوں میں آوارہ پھرتی ہے۔ کوئی شریف آدمی اس کو پسند نہیں کرتا۔ کہتا ہے کہ اس کی زندگی تباہ ہے برباد ہے۔ یہی حال ہے کہ مالک حقیقی کے ساتھ جس کا تعلق نہیں ہے اس کی اطاعت وفرماں برداری نہیں کرتا، اس کی زندگی، زندگی نہیں ہے۔ یہ تو موت ہے بلکہ موت سے بھی بدتر ہے۔ یہ تباہی کی چیز ہے۔ موت میں تو یہ ہوتا ہے کہ جب آدمی مر جائے تو اس کے برے اعمال نہیں لکھے جاتے۔ مصیبت ختم ہوئی بری بات ختم ہوئی۔ لیکن جس کی زندگی خراب ہو جائے، اعمال برے ہو جائیں بداعمالیاں اس کی بڑھتی رہتی ہیں، اس کے جرائم بڑھتے رہتے ہیں۔ نہایت خطرناک چیز ہے۔ اسلئے فرماتے ہیں: کہ "لِمَا يُحْيِيكُمْ" جس چیز کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ تم کو زندہ رکھنا چاہتے ہیں اس چیز کو اختیار کرو تمہارے لئے حیات ہے۔ ایک شخص زندہ ہے۔ لیکن نہ اس کی آنکھ کام دیتی ہے، نہ کان کام دیتا ہے، نہ زبان کام دیتی ہے، نہ ہاتھ پیر کام دیتے ہیں۔ فالج پڑا ہوا ہے، پڑا ہے ایک جگہ۔ کیا اس کی زندگی، زندگی ہے۔ وہ تو سب کے اوپر بار ہے۔ رشتہ داروں پر بار ہے۔ سب پریشان ہیں۔ چاہتے ہے کہ کسی طرح اس کا قصہ ختم ہو جائے۔ یہ مشکل آسان ہو جائے۔ جلدی سے جلدی یہ دنیا سے اٹھ جائے تو سب کو راحت ملے۔ اس کی آنکھ بھی موجود، کان بھی موجود، دیکھنے کو ساری چیزیں موجود ہیں لیکن کارآمد کوئی نہیں ہے ان میں سے۔ اسی طریقے پر جو شخص اپنے مالک جل شانہٗ کے ساتھ میں تعلق نہیں رکھتا، اس کے احکام کی پیروی نہیں کرتا۔ دیکھنے میں تو وہ کھاتا پیتا بھی ہے چلتا پھرتا بھی ہے سب کچھ کرتا ہے لیکن حقیقتاً اس کی زندگی، زندگی نہیں۔ اس لئے فرماتے ہیں: "لِمَا يُحْيِيكُمْ" ہمارے لئے حیات اس میں ہے۔

حیاتِ طیبہ

قرآن کریم میں ہے: "مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً" جو شخص تم میں سے نیک عمل کرتا ہے بحالت ایمان چاہے مرد ہو یا عورت ہو۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ہم اسکو حیات عطا کرتے ہیں، حیوٰۃ طیبہ عطا کرتے ہیں۔حیات طیبہ ایمان اور اعمال صالحہ کے ذریعہ سے ملتی ہے جو حیات ایمان اور اعمال صالحہ کے بغیر ہے وہ حیات، حیات نہیں ہے۔خدائے پاک نے جتنے احکام بھی مشروع فرمائے ہیں ان سب میں بندوں کے مصالح کو ملحوظ رکھا ہے۔نیک عمل کرنے سے خدا کی خدائی میں کوئی ترقی نہیں ہوتی بلکہ بندوں کی بندگی میں ترقی ہوتی ہے۔اگر کوئی شخص نماز پڑھتا ہے، سجدہ کرتا ہے، تو یہ احسان نہ رکھے کہ میں نے خدا کی عبادت کی۔خدا پر کوئی احسان نہیں۔اس نے سجدہ سامنے کرکے پیشانی زمین پر رکھ کر اپنا ایک مقام حق تعالیٰ کے یہاں پیدا کرلیا۔اللہ کی اطاعت کرکے اس نے اپنا ایک مقام بنالیا۔درجہ حاصل کرلیا۔اللہ کے یہاں اس کے واسطے ایک مقام بن گیا ہے۔اس لئے فرماتے ہیں:

"لِمَا يُحْيِيكُمْ" تمہارے لئے حیات ہے اس میں۔اس لئے ایک عارف فرماتے ہیں:

من نہ کردم خلق تا سودے کنم
بلکہ تابر بندگان جودے کنم

حق تعالیٰ کی طرف سے کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں نے مخلوق کو اس لئے پیدا نہیں کیا کہ ان سے کچھ نفع اٹھاؤں بلکہ اس لئے پیدا کیا تاکہ ان کے اوپر بخشش کروں، جود کروں، کرم کی بارش برساؤں ان پر۔بتائیے چاند سورج نہ ہوں تو اللہ کا کیا نقصان۔کچھ نہیں نقصان۔اللہ کی ذات بے نیاز ہے۔اس کو کسی کی حاجت نہیں۔اس نے تمام مخلوقات کو پیدا کیا تاکہ اپنے کرم کی بارش برسائے۔اپنی عنایات ان کو عطا فرمائے، اس لئے پیدا کیا ہے ان سب چیزوں کو، تو انسان اگر حق تعالیٰ کی عبادت اور بندگی کرتا ہے، اس بندگی سے حق تعالیٰ کا نفع نہیں بلکہ بندہ کا نفع ہے۔یہاں کی زندگی بھی اس کی عمدہ ہوگی اور قبر کی زندگی بھی عمدہ ہوگی۔آخرت کی زندگی بھی عمدہ ہوگی۔یہاں کی زندگی کا کیا ہوگا۔جو فرشتے کراماً کاتبین نامۂ اعمال کو لکھنے والے ہیں وہ نیکیاں ہی نیکیاں لکھتے رہیں گے۔

....

اعمال صالحہ کی برکات

حدیث پاک میں آتا ہے کہ نیک بندہ جس جگہ نماز پڑھتا ہے اور پھر اس کے بعد جب اس کا انتقال ہو جاتا ہے تو وہ جگہ روتی ہے جہاں وہ نماز پڑھا کرتا تھا۔ جس دروازے سے آسمان پر اس کا عمل چڑھتا ہے جب یہ مرجاتا ہے تو آسمان روتا ہے کہ یہاں بندہ کا نیک عمل آیا کرتا تھا۔ اب آنا بند ہو گیا۔ تو آسمان اس کے اوپر روتا ہے زمین اس کے اوپر روتی ہے۔ چیونٹی اپنے سوراخ میں اس کے لئے دعا کرتی ہے۔ مچھلی پانی کے اندر اس کے لئے دعا کرتی ہے۔ اس کے واسطے سب کی طرف سے مبارک بادیاں ہوتی ہیں۔ نیک بندے کی برکت سے اللہ تبارک وتعالیٰ آس پاس کی مخلوق پر بھی رحمت کی بارش برساتے ہیں۔ فیض پہونچتا ہے۔ جانور بھی اس کیلئے دعائیں کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بارانِ رحمت ہوتی ہے۔ غلہ اگتا ہے، قسم قسم کے پھل پیدا ہوتے ہیں۔ یہ اعمالِ صالحہ کی برکت سے ہوتا ہے۔ اسلئے خداوند تعالیٰ کے احکام پر عمل کرنا، اسکے فرمائے ہوئے عقائد کو اختیار کرنا، اسکے رسول کے بتائے ہوئے اخلاق پر عمل کرنا، یہ کیا ہے، یہ خود اس کے لئے بھی زندگی کا سامان ہے۔ جانوروں پر بھی رحمت ہے اور تمام مخلوقات پر اسکے ذریعہ سے رحمت ہے۔ اسلئے فرماتے ہیں: "یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اسْتَجِیْبُوْا لِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاکُمْ لِمَا یُحْیِیْکُمْ" اے ایمان والو! قبول کرو اس دعوت کو جو اللہ نے دی، اللہ کے رسول نے تم کو دعوت دی۔ دعوت کس چیز کی دی؟ ایسی چیز کی دی جس میں تمہارے لئے حیات اور زندگی ہے اس کو اختیار کرو۔

جب نیک عمل کا داعیہ پیدا ہو تو فوراً کرلیا جائے

اور جس وقت میں نیک عمل کی خواہش پیدا ہو، طبیعت میں اس کو ٹلاؤ نہیں کہ کل کریں گے۔ صبح کو نہیں شام کو کرلیں گے۔ شام کو نہیں کل کو کرلیں گے۔ ایسا مت کرو۔ اللہ تعالیٰ اگر نیک

کام کی قلب میں خواہش پیدا فرمائے، تم اس کو ٹلاؤ نہیں۔ مؤخر مت کرو۔ یہ مت کہو کہ کل کر لیں گے کام سے فارغ ہو کر، جس وقت طبیعت میں داعیہ پیدا ہو اسی وقت میں اس نیک عمل کو جلدی سے جلدی کرنا چاہیے۔ مثلاً طبیعت میں داعیہ پیدا ہو کہ حضرت نبی اکرم ﷺ پر درود شریف پڑھنا چاہیے۔ جیسے ہی داعیہ پیدا ہوا کہنا چاہئے۔ "اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَمولانا محمد وعلٰی اٰلِ سیّدنا ومولانا محمد وبارك وسلم" یہ نہ سوچے کہ دوکان سے اٹھ کر پڑھیں گے۔ یہ نہ سوچے کہ مکان جا کر کریں گے۔ رات کو جب سونے کیلئے لیٹیں گے تب کر لیں گے۔ ایسا نہیں بلکہ جس وقت داعیہ پیدا ہوا اسی وقت میں کر لینا چاہیے۔ ایسا ہی قرآن پاک کی تلاوت کا داعیہ پیدا ہوا کوشش کرنی چاہئے کہ جلدی سے جلدی اس داعیہ کو پورا کر لیں۔

آنحضرت ﷺ کا تیمم فرمانا

حضرت نبی اکرم ﷺ نے ایک مرتبہ قضائے حاجت کی اور آنحضرت ﷺ کی عادت مبارکہ تھی باوضو رہنے کی، آپؐ نے تیمم کر لیا۔ کسی نے کہا حضور پانی تو وہاں قریب ہے۔ فرمایا کیا خبر وہاں تک پہونچ پاؤں یا نہ پہونچ پاؤں۔ تیمم کر لیا۔ اسلئے کہ کیا خبر ہے وہاں تک پہونچنے کی۔ اس سے بتادیا کہ وہاں تک پہونچتے پہونچتے درمیان میں کوئی رکاوٹ پیش آجائے۔ کیا خبر ہے موت آجائے۔ داعیہ پیدا ہوا تھا نیک کام کا۔ اس میں دیر نہیں کرنا چاہیئے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا دروازہ ہی پر بیٹھ جانا

حدیث میں آتا ہے کہ حضرت نبی اکرم ﷺ تشریف لائے اور منبر پر چڑھ کر فرمایا:

"یَآاَیُّھَا النَّاسُ اجْلِسُوْا"

اے لوگو! بیٹھ جاؤ۔ تو جو حضرات جہاں تھے وہیں بیٹھ گئے۔ نبی کی آواز کان میں

جہاں پڑی وہیں بیٹھ گئے۔کوئی اس کونے میں تھے کوئی اس کونے میں ہیں۔کوئی پہلی صف میں ہیں وہیں بیٹھ گئے۔کوئی دوسری صف میں تھے وہیں بیٹھ گئے۔کوئی تیسری صف میں تھے وہیں بیٹھ گئے۔حتیٰ کہ ایک صحابی حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہٗ باہر سے آرہے تھے وہ ابھی تک مسجد میں نہیں پہونچے تھے مسجد کے دروازہ سے باہر تھے ان کہ کان میں بھی یہ آواز پہونچی اجلسوا بیٹھ جاوٴ۔وہ وہیں مسجد سے باہر ہی بیٹھ گئے۔اس واسطے کہ اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کے حکم کے ماننے میں جلدی کرنا چاہیے۔جب حضورا کرم ﷺ کی نظر پڑی ان پر تو حضورا کرم ﷺ نے فرمایا:ابن مسعود! آگے آجاوٴ۔یہ آئے مسجد میں بیٹھ گئے۔ بظاہر تو یہ ہے جب حضورا کرم ﷺ نے خطاب فرمایا تھا کہ اے لوگو! بیٹھ جاوٴ۔یہ خطاب انہی لوگوں کو تھا جو مسجد میں تھے۔اور مقصد یہ تھا کہ مسجد میں جو سامنے موجود ہیں بیٹھ جائیں۔ جیسے کہ وعظ کرنے سے پہلے کہا جاتا ہے۔بھئی سب حضرات بیٹھ جائیں تشریف رکھیں وعظ ہوگا۔تو حضورا کرم ﷺ نے خود ہی فرمایا کہ بیٹھ جاوٴ۔بیٹھ گئے لیکن حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہٗ نے یہ نہیں سوچا کہ مسجد میں چل کہ بیٹھنا چاہیئے۔اس واسطے جیسے ہی آواز کان میں پہونچی جلدی سے جلدی حکم کی تعمیل کی۔ہوسکتا ہے کہ ان کی طبیعت میں یہ خیال پیدا ہوا ہو کہ اگر مسجد میں چل کے بیٹھوں اور اس سے پہلے پہلے موت آجائے فرشتۂ موت گردن دبالے آکر۔اگر قیامت میں خداوند تعالی کے یہاں سوال ہو کہ ہمارے نبی ﷺ کی یہ آواز تمہارے کان میں پہونچی کہ بیٹھ جاوٴ اور تم بیٹھے نہیں۔تم نے یہ سوچا کہ مسجد میں جاکے بیٹھوں۔کیا نبی نے یہ فرمایا تھا کہ مسجد میں جا کر بیٹھنا۔اس واسطے چاہتے تھے کہ جہاں تک ہو سکے جلدی سے جلدی تعمیل ارشاد کی جائے۔فرمایا:"یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اسْتَجِیْبُوْا لِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاكُمْ" ہمیشہ یہ تصور رکھنا چاہئے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کے جس ارشاد پر عمل کیا جائے اور اللہ کے رسول ﷺ کے جس حکم پر عمل کیا جائے یہ حکم یہ ارشاد ہماری مصلحت کے لئے، ہماری حیات کے لئے ہے۔اس سے ہماری دنیوی زندگی بھی بنتی ہے اور برزخی زندگی جو مرنے کے بعد شروع ہوتی ہے وہ بھی بنتی ہے۔

....

006 Khutbat-e-Mahmood J-3f

قبر میں سوال و جواب

حدیث پاک میں آتا ہے کہ جب آدمی کو قبر میں رکھ دیا جاتا ہے تو دو فرشتے آتے ہیں۔آ کر اس کے اندر روح کو داخل کرتے ہیں اٹھا کر بٹھاتے ہیں۔ پھر سوالات کرتے ہیں۔ پوچھتے ہیں مَنْ رَّبُّكَ؟ تیرا رب کون ہے؟ اگر اس زندگی میں اس نے رب کو رب مانا، خدا کو رب مانا تھا اور اعتماد اور بھروسہ خدا پر تھا۔ جانتا تھا کہ یہی میری پرورش کرنے والا ہے۔ یہی میری روزی دینے والا ہے۔ ساری زندگی اسی کے قبضۂ قدرت میں ہے تو فوراً بے دھڑک کہدے گا۔ میرا رب اللہ ہے۔اور اگر اس نے اس دنیا میں رہ کر خدا کو رب نہیں مانا بلکہ اس کا عقیدہ یہ تھا کہ مجھے تو روزی دینے والی یہ دوکان ہے۔ یہ دوکان نہیں ہوگی تو مجھے کہاں سے روزی ملے گی۔ میں اور میرے بیوی بچے بھوکے مریں گے۔ روزی دینے والی میری ملازمت ہے۔ میری ملازمت چھوٹ جائے گی تو کہاں سے کھاؤں گا، کہاں سے میرے بیوی بچے کھائیں گے۔ بھیک مانگیں گے، پریشان ہوں گے۔ یہ چیزیں زبانوں پر آتی ہیں مسلمانوں کی۔اس واسطے میں عرض کر رہا ہوں ایسا کہنے والے کو سوچنا چاہیئے اس دنیا میں رہتے ہوئے اس نے اپنا روزی دینے والا، روزی رساں اپنی دکان اور اپنی ملازمت کو مانا تو وہاں کیا جواب دے گا وہ کیسے رَبِّیَ اللّٰہ کہے گا۔ یہاں اگر اپنا رب روزی رساں اللہ کو مانا، اس کے دل میں پورا اعتماد ہے پورا یقین ہے اس کو کہ میری تربیت کرنے والا، پالنے والا خدا ہے۔ تو وہ یقینا کہدے گا۔اور اگر اس دنیا میں اس یقین سے بے تعلق رہا۔اس دولت کو اپنے سینے کے اندر لے کر نہیں گیا تو کیا جواب دے گا، پریشان ہوگا۔ ہائے افسوس میں تو نہیں جانتا۔ لَا اَدْرِی لَا اَدْرِیْ یہی کہے گا۔ بڑی خطرناک چیز ہے۔جب اس نے صحیح جواب دے دیا۔ کہدیا رَبِّیَ اللّٰہ میرا رب اللہ ہے۔اللہ تعالیٰ نے میری تربیت کی۔ ہر چیز میرے خدا کے قبضہ میں ہے۔رب کو پہچانا اس نے۔دوسرا سوال کریں گے مَا دِیْنُكَ؟ تیرا دین کیا ہے؟ اگر اس دنیا

میں رہتے رہتے دین اسلام کو اس نے پورے طور پر سمجھا اور دل کے اندر رچالیا ہے، اپنے کو دین اسلام کے ماتحت کر دیا ہے تو بے تکلف کہدے گا دِیْنِیَ الْاِسْلَامِ چونکہ قرآن پاک میں ہے:

"اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْناً"

[آج میں نے تمہارے لئے تمہارا دین مکمل کر دیا، تم پر اپنی نعمت پوری کر دی اور تمہارے لئے اسلام کو دین کے طور پر (ہمیشہ کے لئے) پسند کرلیا۔] (آسان ترجمہ)

اللہ تعالیٰ نے فرمادیا کہ تمہارے لئے دین اسلام سے میں راضی ہوں۔ "وَمَنْ یَّبْتَغِ غَیْرَ الْاِسْلَامِ دِیْناً فَلَنْ یُّقْبَلَ مِنْہُ" اور جو شخص اسلام کے علاوہ کسی اور دین کو قبول کریگا وہ ہرگز اس سے قبول نہیں کیا جائے گا اور وہ آخرت میں بڑے نقصان میں رہے گا۔ تو اس دنیا میں رہتے رہتے اگر خدائے پاک کے اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام کو اختیار کیا اور دین اسلام کے ساتھ مانوس ہوگیا تو بے تکلف کہدے گا۔ تیسری چیز یہ ہے کہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق سوال کیا جائیگا کہ انکے متعلق کیا کہتے ہو؟ اگر یہاں رہتے رہتے حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حقوق کو پہچانا ہے، سمجھتا ہے کہ حق تعالیٰ کی کتنی بڑی نعمت ہے، خداوند تعالیٰ کا کتنا بڑا احسان ہے جو ہماری ہدایت کیلئے اپنے سب سے زیادہ چہیتے سب سے افضل، سب سے زیادہ محبوب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کو بھیجا اور انکے احکام کو اس دنیا میں رہتے رہتے سمجھا اور ان پر عمل کیا دل سے ان اعمال کی چاہت رہی تو وہ کہدے گا کہ وہ ہمارے رسول، ہمارے آقا، سرورعالم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، جو رحمۃ للعالمین ہیں۔

حیات برزخی

پھر وہاں کیا ہوگا اس کے لئے، اس کی قبر کو کشادہ کر دیا جائے گا۔ جہاں تک اس کی نظر جائے گی اتنی کشادہ ہوجائے گی۔ تنگی اس میں نام کو بھی نہیں ہوگی۔ اس میں دروازہ کھول دیا جائے گا جنت کا۔ وہاں سے جنت کی ہوائیں، خوشبوئیں آئیں گی، سبزہ زار سارا منظر نظر آئے گا۔ یہ ہے حیات، برزخ کی حیات۔ بعضوں کے متعلق آتا ہے کہ ان کی روحیں جنت کے پرندوں کے

پوٹوں میں ہوں گی۔عرش کی قندیلوں میں جا کر رات گذاریں گی۔بعض کے متعلق آتا ہے کہ روحیں وہاں جنت کی نہروں میں غوطہ لگائیں گی۔غرض عمدہ راحت بڑے عیش وآرام کی زندگی ہوگی۔ یہ زندگی کیسے حاصل ہوگی؟ یہ ایسے حاصل ہوگی "مَنۡ عَمِلَ صَالِحاً مِّنۡ ذَكَرٍ اَوۡ اُنۡثٰى وَهُوَ مُؤۡمِنٌ فَلَنُحۡيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً"

[جس شخص نے بھی مومن ہونے کی حالت میں نیک عمل کیا ہوگا چاہے وہ مرد ہو یا عورت ہم اسے پاکیزہ زندگی بسر کرائیں گے،اور ایسے لوگوں کو ان کے بہترین اعمال کے مطابق ان کا اجر ضرور عطا کریں گے۔](آسان ترجمہ)

ایمان کے ساتھ ساتھ اعمال صالحہ بھی کرے۔اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول پاک ﷺ کے احکام کو سمجھے دل کے اندر یقین جمائے۔ساری زندگی کو ان کے ماتحت گذارے۔اس کے ذریعہ سے حیات بنتی ہے۔دنیا کی حیات بھی بنتی ہے،آخرت کی حیات بھی بنتی ہے،برزخ کی حیات بھی بنتی ہے۔اس کے بعد پھر جب قیامت میں اٹھیں گے جنت میں ایک اور حیات ملے گی۔وہ حیات بھی بنتی ہے،اعلیٰ درجہ کی بنتی ہے۔

میدان محشر

حدیث پاک میں آتا ہے کہ حشر کے دن کوئی سایہ نہ ہوگا اللہ کے سایہ کے سوا۔خاص خاص آدمی جو اللہ تبارک وتعالیٰ کے احکام پر عمل کرتے ہیں،حضور اکرم ﷺ کے حکموں پر عمل کرتے ہیں،وہ اللہ کے سایہ میں ہوں گے۔ورنہ تو حال یہ ہوگا کہ آفتاب بالکل قریب ہوگا اور دماغ اس طرح سے کھولتے ہوں گے جیسے ہنڈیا چولھے پر رکھ کر آگ جلائی جاتی ہے۔اور کسی کا پسینہ ٹخنوں تک ہوگا،کسی کا پسینہ گھٹنوں تک ہوگا،کسی کا کندھوں تک ہوگا اور کوئی بالکل غرق ہوگا پسینہ میں اور اس کی بدبو ناقابل برداشت ہوگی۔ یہ سب مصیبتیں ہوں گی وہاں۔ان مصیبتوں سے نجات کی صورت یہی ہے کہ اس دنیا میں رہتے رہتے اللہ تبارک وتعالیٰ کے احکام

اوراس کے رسول ﷺ کے احکام کو انسان سوچ لے، سمجھ لے، اپنالے، عمل کرلے۔ یہاں تک کہ اللہ پاک کا حکم اور اللہ کے رسول ﷺ کا حکم تمام چیزوں پر غالب ہو جائے۔ اس کے حکم کو پورا کرنے میں کوئی رکاوٹ نہ ہو۔ نہ بیوی، بچوں کے تعلقات اس میں رکاوٹ بنیں، نہ دوکان وملازت کے تعلقات، نہ عہدے اور سلطنت کے تعلقات، نہ اپنے نفس کے تعلقات، نہ کسی چیز کے تعلقات، ہر چیز پیچھے اللہ پہلے۔ اللہ کے رسول ﷺ نے ہر چیز کے حکم بتلا دیئے ہیں ان کی رعایت ضروری ہے۔ اس لئے ایمان کے ساتھ اعمال صالحہ کرنے میں، اس دنیا کی حیات بھی بنتی ہے اور برزخ کی حیات بھی بنتی ہے۔

حیاتِ آخرت

آخرت کی حیات میں کیا ہوگا۔ وہاں پر عرش کا سایہ ملے گا اور حوض کوثر پر حضرت نبی اکرم ﷺ اپنے دستِ مبارک سے پانی پلائیں گے۔ اس سے بڑی خوشی کی چیز ایک مسلمان کے لئے کیا ہو سکتی ہے کہ سرور کائنات محبوب رب العالمین ﷺ اپنے دست مبارک سے جام کوثر پلائیں۔ یہ انتہائی اعزاز و اکرام کا مقام ہوگا۔ وزنِ اعمال کے وقت میں جب اعمال تولے جائیں گے انشاء اللہ نیکیوں کا پلڑا بھاری رہے گا اور جو گناہ کئے ہیں خطائیں تھوڑی بہت ہوئی ہیں اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے اس کو معاف فرمادیں گے اور پل صراط پر بہت سہولت کے ساتھ گزریں گے۔

پل صراط

حدیث پاک میں آتا ہے اس کی تفسیر حضور اکرم ﷺ نے فرمائی۔ پل صراط کیا ہے؟ جہنم کے اوپر ایک پل بنا ہوا ہے اس پر سے گذرنا ہوگا مگر ایسا نہیں کہ جیسے آپ کے یہاں پل بنا دیا جاتا ہے جس کے اوپر گاڑیاں گذرتی رہتی ہیں بلکہ اس پُل کی تو شبیہ دی جاتی

ہے کہ بال سے باریک اور تلوار سے تیز۔ اس میں بعضے بعضے آدمی ایسے گذریں گے جیسے ایک ہوا کا جھونکا نکل گیا، بعضے بعضے آدمی ایسے گذریں گے جیسے بجلی کوند کر ادھر سے ادھر پہنچ گئی۔ بعضے ایسے گذر جائیں گے جیسے تیز رفتار گھوڑا گذر جاتا ہے۔ بعض آہستہ آہستہ ٹہلتے ٹہلتے آرام سے گزریں گے۔ یہ سب وہ لوگ ہوں گے جن پر حق تعالیٰ نے انعام فرمایا، جن کا ایمان قوی اور اعمالِ صالحہ کا ذخیرہ ان کے پاس موجود ہوگا۔ یہ وہ لوگ ہوں گے اور بعضے لوگ ایسے ہوں گے کہ جن سے چلا نہیں جائے گا۔ چلیں گے پھر گریں گے، چلیں گے پھر گریں گے، بعضے لوگ ایسے ہیں جن کو وہاں روک دیا جائے گا کہ تم نے دنیا میں فلاں فلاں کام کئے ہیں، ان کی جواب دہی کرو تب آگے بڑھ سکو گے۔ نیچے جہنم کی آگ ہوگی خدا کی پناہ۔ جو کسی طرح قابل برداشت نہیں۔ ایسی آگ نیچے ہے اوپر پل ہے اور انھیں وہاں کھڑا کر دیا جائے گا۔ اور جنھوں نے اعمال صالحہ کئے دنیا میں ایمان کے ساتھ، دنیا کی تھوڑی سی مشقت برداشت کی، اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کے حکموں کو سب پر غالب رکھا وہ لوگ بڑی راحت میں ہونگے وہاں راحت کے ساتھ پل صراط پر گذر جائیں گے۔ میدان محشر میں تکلیف نہیں ہوگی۔

وزن اعمال

وزن اعمال میں بھی سہولت رہے گی۔ "فَاَمَّا مَنۡ ثَقُلَتۡ مَوَازِيۡنُهٗ فَهُوَ فِىۡ عِيۡشَةٍ رَّاضِيَةٍ" [اب جس شخص کے پلڑے وزنی ہوں گے تو وہ من پسند زندگی میں ہوگا۔] (آسان ترجمہ)

جس کی نیکیوں کا پلڑا بھاری ہوگا تولنے میں وہ اللہ کی طرف سے ایسی عیش میں ہوگا ایسی عمدہ زندگی میں ہوگا جو اللہ کو پسندیدہ ہوگی۔ "وَاَمَّا مَنۡ خَفَّتۡ مَوَازِيۡنُهٗ فَاُمُّهٗ هَاوِيَةٌ" [اور وہ جس کے پلڑے ہلکے ہوں گے تو اس کا ٹھکانا ایک گہرا گڑھا ہوگا، اور تمہیں کیا معلوم وہ گہرا گڑھا کیا چیز ہے۔ ایک دہکتی ہوئی آگ۔] (آسان ترجمہ)

اور جس شخص کا پلڑا بھاری نہیں ہوگا نیکیوں کا، ہلکا ہوگا، بس اس کا ٹھکانہ ہوگا "هَاوِيَه"۔

وَمَا اَدْرٰكَ مَاهِيَةْ" جانتے بھی ہو کیا ہے "نَارٌ حَامِيَةٌ" گرم آگ ہے۔ آگ تو ہوتی ہی ہے گرم مگر اس آگ کو اور گرم کیا گیا ہے۔

جہنم کی آگ

حدیث پاک میں آتا ہے کہ جہنم کی آگ کو کتنی مرتبہ ٹھنڈا کیا گیا ہے۔ ٹھنڈا کر کے اس کو اس دنیا میں لایا گیا ہے۔ یہ جو آگ ہے دوزخ کی آگ اس سے سو درجہ آگے ہوگی۔ اس کی اسٹیم بہت تیز ہے۔ بہت سخت ہے۔ وہ ہے اس کا ٹھکانہ۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں "يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اسْتَجِيْبُوْا لِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيْكُمْ وَاعْلَمُوْا اَنَّ اللّٰهَ يَحُوْلُ بَيْنَ الْمَرْءِ وَقَلْبِهٖ" اور جان رکھو کہ اللہ تعالیٰ حائل ہو جاتے ہیں بندہ اور اس کے دل کے درمیان۔ بندہ نے ایک ارادہ کیا بس فوراً اس ارادہ کو پورا کر لینا چاہئے۔ ارادہ پورا نہیں کیا تو کچھ رکاوٹیں پیدا ہو جاتی ہیں۔ بسا اوقات دل سے خیال ہی نکل جاتا ہے۔

ساری زندگی حج نہیں کیا

ہمارے یہاں ایک صاحب تھے۔ ان کو حج کا موقع ملا۔ اسباب مہیا لیکن نہیں گئے ٹل گیا۔ ساری زندگی گذر گئی۔ انھوں نے حج کیا ہی نہیں۔ حالانکہ مالدار تھے۔ وسعت والے تھے، صحت بھی اچھی تھی۔ سب کچھ تھا باقی حج کیا ہی نہیں۔ دل سے نکل ہی گیا۔ اس لئے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے دل کے اندر اپنی مہربانی سے یہ داعیہ پیدا کیا تھا، حج کرنے کا، اس کی قدر نہیں کی تو داعیہ ہی نکل گیا۔ بات گئی۔

لطیفۂ غیبی کی مثال

لطیفۂ غیبی مہما نیست نازک مزاج
بادنی بے التفاتی روی گرداند

غیبی لطیفہ ایک بڑا نازک مزاج مہمان ہے۔ نازک مزاج مہمان جب آئے اور میزبان اس کی طرف توجہ نہ کرے۔ وہ آکر کہتا ہے السلام علیکم۔ میزبان جواب نہ دے گا۔ میزبان اندر چلا گیا تو کیا ہوگا؟ کیا یہ مہمان ٹھہرے گا؟ نہیں ٹھہرے گا۔ واپس چلا جائیگا۔ ایسے شخص کے یہاں کیا جائے جو سیدھے منہ بات نہیں کرتا۔ متوجہ نہیں ہوتا وہ چل دیتا ہے چھوڑ کر۔ یہی حال ہے حق تعالیٰ کی طرف سے کسی کام کا داعیہ، کسی کام کا ارادہ قلب میں پیدا ہوا اور وہ کام نیک اور صالح ہو تو اس میں دیر نہیں کرنی چاہئے۔ اسی لئے کہتے ہیں؛

درکارِ خیر حاجت، ہیچ استخارہ نیست

جو کارِ خیر ہو اس میں استخارہ کی حاجت نہیں۔ اللہ نے طبیعت کے اندر داعیہ پیدا کیا کہ اس سال حج کرنا چاہئے۔ اسباب بھی خدا کی طرف سے مہیا ہیں۔ کوئی پریشانی نہیں۔ اب ٹلانا کہ آئندہ سال دیکھیں گے۔ آئندہ سال جائیں گے، بیوی کو بھی ساتھ لے کر جائیں گے، بچوں کو بھی ساتھ لے کر جائیں گے، یہ خیال کر کے نہیں گئے۔ آئندہ سال رکاوٹ پیدا ہو جاتی ہے، بسا اوقات پریشانی لاحق ہو جاتی ہے۔ اور ویسے یہ مسئلہ الگ رہا کہ اگر ایک شخص کے ذمہ حج فرض ہے اور اس کے پاس اسباب مہیا ہیں وہ بغیر شرعی عذر کے نہیں گیا، اس نے سوچا کہ اگلے سال دوسرے سال، تیسرے سال پھر کریں گے۔ بڑھاپا آئے گا تب کرلیں گے۔ آخیر عمر میں کر لیں گے ایسے شخص کو فقہاء نے لکھا ہے کہ وہ فاسق ہو جاتا ہے اور اس کا حج مقبول نہیں ہے۔ حج مبرور نہیں نصیب ہوتا اس کو۔ اللہ نے تو اتنا انعام فرمایا۔ مال و دولت دیا، فراغت دی، فرصت دی، دل کے اندر داعیہ پیدا کیا صحت دی، اسباب سارے مہیا کر دیئے اور پھر بھی ٹلا رہا ہے کہ اگلے سال کریں گے۔ خداوند تعالیٰ کی نعمت کی بڑی ناشکری اور ناقدری ہے۔ اس لئے "وَاعْلَمُوْا اَنَّ اللّٰهَ يَحُوْلُ بَيْنَ الْمَرْءِ وَقَلْبِهٖ" جان لو کہ اللہ تعالیٰ حائل ہو جاتے ہیں بندہ اور اس کے دل کے درمیان۔ "وَاَنَّهٗ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ" اور یہ بھی سمجھ لو کہ جانا اسی کے پاس ہے سب کو۔ اس دنیا میں چاہے کتنی باتیں بنالے آدمی حیلہ بہانہ کر لے کسی سے چاہے ٹلا دے کچھ

کرے لیکن آخر کار جانا اللہ کے پاس ہے۔ اللہ تعالیٰ جانتے ہیں کہ میں نے اس بندہ کو قوت دی ہے، صحت دی ہے، دولت دی ہے، فرصت دی ہے، ہمت دی ہے، موقعہ دیا ہے، پھر بھی اس نے حج نہیں کیا۔ کیوں نہیں گیا۔ کیا یہ اللہ تعالیٰ کے نعمتوں کی ناقدری نہیں ہے۔ یقیناً ناقدری ہے، صحت کی بھی ناقدری، کیونکہ بیمار آدمی پر حج نہیں ہے جو چل پھر نہیں سکتا، حج میں جا نہیں سکتا اس کو کہہ دیا کہ بھئی تم معذور ہو لیکن اس کو صحت دے رکھی ہے، کیا عذر ہے۔ غریب آدمی پر حج نہیں ہے، جس کے پاس کرایہ کے لئے پیسہ نہیں، لیکن اس کو اللہ نے کرایہ کے لئے پیسہ دے رکھے ہیں کیوں نہیں جاتا۔ ضعیف آدمی جو سفر نہیں کر سکتا اس پر حج نہیں ہے لیکن جس کو قوت ہو طاقت ہو، کیا عذر ہے اس کے پاس۔ کہیں تجارت کا سفر ہو، کہیں کسی کی شادی میں جانا ہو، کوئی اور دنیاوی کام ہو وہاں نہیں کہتے کہ آئندہ سال کریں گے۔ تیسرے سال کریں گے وہاں تو فوراً تیار ہو جاتے ہیں۔ اس واسطے اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی قدر دانی کی ضرورت ہے۔ اور قدر دانی یہی ہے کہ ہر نعمت کا حق ادا کیا

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کا ذوقِ عبادت

جائے۔ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ بڑی کثرت سے روزے رکھتے تھے۔ رات رات بھر نماز پڑھتے تھے۔ نوجوان تھے ان کی شادی کردی، ان کے والد نے۔ ایک روز انکی دلہن سے انکے والد نے پوچھا بتاؤ بیٹی تمہارے شوہر کا کیسا معاملہ ہے تمہارے ساتھ۔ تم نے کیسا پایا۔ انھوں نے تعریف کی کہ ہمارے شوہر بہت اچھے ہیں۔ ساری رات نفلیں پڑھتے ہیں۔ بستر پر نہیں آتے اور دن بھر روزہ رکھتے ہیں۔ انھوں نے جا کر حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے یہ بات رکھ دی۔ حضورؐ! میں نے اپنے بیٹے کی بیوی سے پوچھا اپنے بیٹے کے بارے میں۔ تو اس نے یہ تعریف کی۔ وہاں معلوم ہوا کہ یہ تو تعریف نہیں یہ تو شکایت کر رہی ہے کہ مجھ سے شادی کی مجھے بیاہ کر لے آئے ہیں، ساری رات بستر پر نہیں آتے، نفلیں پڑھتے ہیں دن بھر روزہ رکھتے ہیں، میرا حق

کہاں ادا کرتے ہیں۔تب حضرت نبی اکرم ﷺ نے ان کو بلا کر فرمایا تم ایسا کرتے ہو۔دیکھو میں تم سے زیادہ اللہ کا خوف رکھتا ہوں مگر میں سوتا بھی ہوں، نماز بھی پڑھتا ہوں، روزہ بھی رکھتا ہوں اور کبھی نہیں بھی رکھتا۔لہٰذا تم ایسا مت کرو۔تم ایک مہینہ میں تین روزے رکھ لیا کرو۔بس تو انھوں نے کیا جواب دیا۔انھوں نے جواب دیا حضور میں جوان ہوں میرے اندر طاقت موجود ہے۔ اس طاقت سے مجھے کام لینے دیجئے۔جوانی کو کارآمد بنانے دیجئے۔مجھے روزے رکھ لینے دیجئے تین روزے تو بہت تھوڑے سے ہیں۔یعنی اپنی طاقت اور جوانی کا مصرف کیا تجویز کیا۔زیادہ سے زیادہ صبر کرنا، کھانا ہوتے ہوئے بھی نہ کھانا۔بیوی ہوتے ہوئے بھی اس کے پاس نہ جانا، اللہ کی عبادت کرنا، نبی اکرم ﷺ نے فرمایا اچھا ایسا کرو۔ہر ہفتہ میں دو روزے رکھ لیا کرو۔

انھوں نے کہا: حضورؐ! میرے اندر اس سے زیادہ طاقت ہے۔میں اس سے زیادہ رکھ سکتا ہوں۔بڑھتے بڑھتے آخر کار حضور اکرم ﷺ نے فرمایا اچھا ایک دن روزہ رکھو، ایک دن افطار کرلو۔وہ حضرات اپنی جوانی اور طاقت کا مرکز یہ تجویز کرتے تھے۔یہ نہیں کہ طاقت ہے تو زیادہ سے زیادہ کھانا کھائیں، زیادہ سے زیادہ پڑ کر سو جائیں، آرام کریں گے، زیادہ سے زیادہ بیوی کے پاس جائیں۔ انھوں نے طاقت کا مصرف اللہ کی عبادت کرنا تجویز کیا تھا۔حضرت نبی اکرم ﷺ نے جس چیز کیلئے جو حد متعین فرمادی اس کو اختیار کرنا چاہئے۔بس حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ بیوی کا بھی حق ہے، اس کا بھی حق ادا کرنا چاہئے۔انھوں نے یہ سوچا شاید حضور اکرم ﷺ کو پسند عبادت یہی ہے۔ اصلاح فرمادی حضور اکرم ﷺ نے۔بیوی کے پاس بھی جانا چاہئے، روزہ بھی رکھنا چاہئے، نماز بھی پڑھنا چاہئے، سونا بھی چاہئے، افطار بھی کرنا چاہئے۔اسلئے اللہ تبارک وتعالیٰ نے جو توفیق دے رکھی ہے ان تمام قوتوں کے متعلق سوال ہوگا کہ ہماری دی ہوئی قوتوں کو کہاں خرچ کیا۔

میدان محشر میں سوالات

حدیث پاک میں آتا ہے کہ میدان محشر میں آدمی کو کھڑا کیا جائیگا اور اسکے قدم کو وہاں سے

ہٹنے نہیں دیا جائیگا۔ اس سے سوال کیا جائے گا کہ زندگی کاہے میں گذاری اور جوانی کس چیز میں خرچ کی۔ بتاؤ۔ اللہ کے احکام کی اطاعت میں خرچ کی یا کاہے میں خرچ کی؟ سوال کیا جائیگا مال کہاں سے کمایا کہاں خرچ کیا؟ اور اپنے عمل پر کیا عمل کیا؟ زندگی بھر میں جتنا کچھ مال کمایا سوچ لے کہ مال کہاں سے کمار ہا ہے جائز کمار ہا ہے یا ناجائز کمار ہا ہے کہاں خرچ کیا، اللہ سے پوچھ کر خرچ کیا یا بغیر پوچھے خرچ کیا۔ کیا حال ہوگا؟ اس لئے فرماتے ہیں: "وَاعْلَمُوْا اَنَّهٗ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ" اللہ سے ڈرتے رہو اور جانا اسی کے پاس ہے سب کو، ہر چیز کا حساب ہوگا۔

عام عذاب

"وَاتَّقُوْا فِتْنَةً لَّا تُصِيْبَنَّ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْكُمْ خَاصَّةً" اور اس فتنہ سے اس مصیبت سے ڈرو جو صرف ظلم کرنے والوں کو تم میں سے نہیں پہونچے گی بلکہ سب کو پہونچے گی جو کرنے والے ہیں ان کو بھی اور جو نہ کرنے والے ہیں ان کو بھی۔ حدیث میں آتا ہے کہ جب خداوند تعالیٰ کی نافرمانی عام ہو جائے گی، کوئی روک ٹوک کرنے والا نہ رہے اس پر جب شراب عام ہو جائے، جب گانا بجانا عام ہو جائے تو اس وقت اللہ کا عذاب ایسا آئے گا جو سب کو پکڑ لے گا۔ کرنے والے بھی پکڑے جائیں گے نہ کرنے والے بھی پکڑے جائیں گے۔ جو شراب پیتے ہیں وہ بھی پکڑے جائیں گے، جو نہیں پیتے ہیں وہ بھی پکڑے جائیں گے۔

ہماری ذمہ داری

آپ کہیں گے صاحب جو پیتے ہیں وہ تو اپنے جرم میں پکڑے جائیں گے۔ لیکن جو نہیں پیتے وہ کیوں پکڑے جائیں گے۔ ایک آبادی ہے چھپروں کی، پھوس کے چھپر ہیں، مکانات ہیں۔ ایک شخص نے بیوقوفی کی اپنے چھپر میں آگ لگا دی۔ بستی والوں کی کیا ذمہ داری ہے؟ سب کے سب مل کر اس آگ کو بجھا دیں۔ اس کو آگ نہ لگانے دیں۔ آگ کو

بجھادیں۔اس پر پانی ڈال دیں۔چھپر کو نیچے ڈال دیں اور اگر وہ یہ کہیں کہ ہمیں کیا اس نے اپنے گھر میں آگ لگادی وہ جانے، ہمارا گھر تو صحیح سلامت ہے لیکن آپ کا گھر کتنی دیر تک صحیح سلامت رہے گا۔اس آگ کے شعلے بلند ہوں گے۔آس پاس کے گھروں میں بھی آگ لگے گی حتیٰ کہ ساری بستی جل جائے گی۔

اصلاح کرنے والے کی مثال

یہی حال ہے دین کے اندر جو شخص نقصان کرتا ہے، بغاوت کرتا ہے دین کے ساتھ، احکام شرع کی پابندی نہیں کرتا۔اس کی اصلاح کرنا، اس پر روک ٹوک کرنا ایسا ہی ہے جیسے کوئی شخص اپنے گھر میں آگ لگادے۔بستی والوں کے ذمہ ہے کہ اس آگ کو بجھادیں۔نہیں بجھائیں گے تو ساری بستی تباہ ہوجائے گی۔جو شخص نافرمانی کرتا ہے، شراب پیتا ہے، لعنت کے کام میں گرفتار ہے۔آس پاس پڑوس والوں کو بھی ضروری ہے کہ روکیں اس کو شراب سے اگر نہیں روکیں گے تو خداوند تعالیٰ کا اس لعنت والے کام پر جو غضب نازل ہوگا اس میں اور لوگ بھی مبتلا ہونگے۔ جب دیکھ رہے ہیں یہ خداوند تعالی کی نافرمانی کر رہا ہے تو کیوں نہیں روک ٹوک کرتے۔اسکا روکنا ضروری ہے لیکن روکنے کے بھی کچھ حدود اور طرق ہیں۔یہ نہیں کہ فساد برپا کردیا۔شور وغل بپا ہوجائے، لڑائی ہوجائے، فساد ہوجائے، ایسا نہیں۔اس کا طریقہ ہے۔اس طریقہ کے مطابق کرنے کی ضرورت ہے۔جو شخص بغاوت کرتا ہے۔ایک شخص ڈاکو ہے۔سب بستی والوں کو معلوم ہے کہ یہ ڈاکو ہے اور جگہ جگہ پر اس نے ڈاکہ ڈالا ہے، قتل بھی کیا ہے، گورنمنٹ کی طرف سے اس کا وارنٹ بھی جاری ہوا ہے گرفتار کرنے کیلئے۔وہ چھپا چھپا پھرتا ہے۔آپ بتائے کوئی شخص اس کو اپنے محلہ میں اپنے گھر میں پناہ دے گا۔تو وہ مجرم کہلائے گا یا نہیں؟ وہ بھی مجرم ہے۔سرکاری ڈاکو کو اپنے گھر میں پناہ دے رہا ہے۔سرکاری آدمی سپاہی ڈھونڈتے پھر رہے ہیں اس کو اور تم نے اس کو اپنے گھر میں پناہ دے رکھی ہے وہ بھی گرفتار ہوگا مجرم ہوگا، اس پر بھی عتاب ہوگا یہی

حال ہے کہ جو شخص خداوند تعالیٰ کے حکموں سے بغاوت کرتا ہے، اس باغی کو بغاوت سے روکنا، اس کو سمجھانا جس طریقہ پر بھی شریعت نے بتایا ہے، یہ لازم ہے، اس کی طرف سے بے فکر ہو جانا کہ صاحب ہر شخص اپنے فعل کا مختار ہے، ہر شخص اپنے دین کا مختار ہے یہ غلط ہے، یہ جواب کافی نہیں بلکہ ضرورت ہے اس کے روکنے کی۔

اشکال مع جواب

بعضے لوگ جواب دیتے ہیں صاحب اس کو اپنی قبر میں سونا ہے ہم کو اپنی قبر میں سونا ہے۔ ہاں یہ تو صحیح ہے لیکن ہم پوچھتے ہیں اگر کہیں پڑوس میں آگ لگ جائے اس آگ کو بجھانے کیلئے اٹھتے ہیں یا نہیں اٹھتے کیوں اٹھتے ہیں۔ بھئی اس کا گھر تو جل رہا ہے اسے اپنی قبر میں سونا ہے تم کو اپنی قبر میں سونا ہے۔ تو کیا ضرورت ہے جانے کی آگ بجھانے کیلئے کیوں جا رہے ہو آگ بجھانے کیلئے وہاں نہیں سوچتے۔ جانتے ہیں اس کی آگ اسکے گھر تک نہیں رہے گی ہمارے گھر کو بھی اپنی لپیٹ میں لے لے گی۔ اسی طریقہ پر جو شخص نافرمانی کرتا ہے اور آپ کو قدرت ہے اس کو روکنے پر آپ اس کو سمجھا سکتے ہیں، روک سکتے ہیں، لیکن نہیں استعمال کرتے نہیں اختیار کرتے اپنی قدرت کو تو پھر اس پر پکڑ ہوگی۔ ایک شخص ہے اس کی بیوی نماز نہیں پڑھتی کچھ نہیں کہتا بیوی کو آپ کی بیوی نماز نہیں پڑھ رہی ہے وہ جواب دیتا ہے اس کو اپنی قبر میں سونا ہے ہمیں اپنی قبر میں سونا ہے۔ لیکن بیوی اگر کھانا وقت پر بنانے میں تاخیر کرتی ہے تو ناراض ہوتے ہیں یا نہیں ہوتے۔ اپنے کھانا بنانے میں تو ناراض ہوتے ہیں مگر خدا کا حکم توڑ رہی ہے اس پر ناراض نہیں ہوتے۔ یہ کیا بات ہے۔ کھانا طبیعت کے موافق نہیں پکا یا وقت میں تاخیر کر دی پندرہ منٹ، بیس منٹ کی تاخیر ہو گئی اور جانا ہے سفر میں جلدی چاہ رہے ہیں کہ کھانا جلدی سے تیار ہو جائے۔ بیوی کہتی ہے کہ پندرہ منٹ کی تاخیر ہے غصہ آتا ہے۔ جہاز نکل جائے گا، گاڑی نہیں ملنے کی، دیر ہو جائے گی۔ یہ سب کچھ ہوتا ہے۔ لیکن اگر وہ نماز میں دیر کرتی ہے،

نماز قضا کرتی ہے تو اسکے اوپر کوئی اعتراض نہیں۔ کھانے میں ذرا سی دیر ہوگئی، نمک کم ہوگیا اس پر اعتراض کرتے ہیں۔ لیکن وہ نماز نہیں پڑھتی اس پر اعتراض نہیں۔ کیا خداوند تعالی کے یہاں سوال نہیں ہوگا۔ دو تولہ کھانے میں کمی ہوگئی تھی اس پر اتنا ناراض ہوئے، بیوی کو برا بھلا کہا اور ہمارا حکم آپ کے سامنے ٹوٹتا رہا، وہ نماز نہیں پڑھتی تھی اس پر آپ کو غصہ نہیں آتا تھا۔ تو دو تولہ کھانے کی قدر و قیمت آپ کے نزدیک زیادہ ہے ہماری نماز سے یقیناً اس کا سوال ہوگا۔ سوچتے نہیں، غور کرنے کی بات ہے۔ یہی حال عورتوں کا ہے۔ شوہر اگر عورت کی ایک خواہش پوری نہ کریں تو ناراض ہوتی ہے سخت سُست کہتی ہے۔ لیکن شوہر اگر نماز نہیں پڑھتا، خدا کی نافرمانی میں مبتلا ہوتا ہے تو بیوی کچھ نہیں کہتی۔ وہاں بھی سوال ہوگا کہ جب تمہاری فرمائش پوری نہیں کی شوہر نے اتنی ناراض ہوئی غصہ میں اتنے الفاظ کہے۔ ہمارے پاس سب کے سب لکھے ہوئے ہیں اور ہمارے حکم کو توڑ رہا تھا اس پر تمہاری زبان بند تھی۔ تم سے یہ بھی نہیں کیا گیا کہ ادب کا لحاظ کرتے ہوئے یہ کہدو کہ آپ نماز پڑھ لیجیے یہ بھی نہیں کہا گیا۔ اس لئے اپنی زندگیوں پر غور کرنے کی ضرورت ہے۔ جو کام بھی اللہ نے اور اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا ہے، حکم دیدیا ہے ان سب میں ہمارے لئے حیات ہے۔ ہماری زندگی اسی سے بنتی ہے۔ دوسری چیزوں سے ہماری زندگی نہیں بنتی۔ "وَاتَّقُوْا فِتْنَةً لَّا تُصِيْبَنَّ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْكُمْ خَاصَّةً۔ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ" اگر ایک شخص باغی ہے حکومت کا، لڑائی ہوگئی، اس کے بعد کرفیو آرڈر جاری ہوگیا۔ کرفیو آرڈر میں کیا ہوتا ہے۔ جو گھر سے باہر نکلے اس کو گولی ماردی جاسے۔ حالانکہ ایک آدمی قانون کا پورا احترام کرتا ہے۔ کسی بدکاری میں وہ شریک نہیں، اس کا کیریکٹر بالکل اچھا ہے سبھی جانتے ہیں، لیکن پہرہ دار ہیں وہ تو گولی مار ہی دیں گے اس کو ایک آدمی اپنے گھر سے باہر نماز کے لئے جارہا ہے، فتنہ وفساد کے لئے نہیں جارہا ہے لیکن کرفیو کی حالت میں جارہا ہے اس کو تو گولی لگ ہی جائے گی۔ کیونکہ جو کرنے والا ہے وہ بھی پکڑا جاتا ہے، جو نہ کرنے والا ہے وہ بھی پکڑا جاتا ہے اور درحقیقت نہ کرنے والا

کیسے قرار دیا جائے جبکہ اس کو روکنے کی قدرت ہے، اس کو سمجھانے کی قدرت ہے، نافرمان ہے اس کو بچانے کی قدرت ہے کیوں اس قدرت کو استعمال نہیں کرتا، یہ تو اس میں شریک ہے کرنے میں نہیں۔ کرنیوالا نہیں ہے یہ تو کرنیوالا ہے کہ کرنے والوں کے ساتھ شریک ہے۔ اس لئے فرماتے ہیں "وَاعْلَمُوْا اَنَّ اللّٰہَ شَدِیْدُ الْعِقَابِ" اور جان لو کہ اللہ تعالی کا عذاب بہت سخت ہے۔ اس واسطے میرے محترم دوستو اور بزرگو! ماہ مبارک آرہا ہے اس کی قدردانی کی ضرورت ہے، اپنی زندگی پر نظر ثانی کرنے کی ضرورت ہے۔ ہم لوگوں کے واسطے راہِ ہدایت وہ ہے جو حضور اکرم ﷺ نے بیان فرمائی اور دوسرا راستہ ہمارے لئے راہ ہدایت نہیں۔ لہٰذا حضور اکرم ﷺ کے طریقہ کو اختیار کرنے کی ضرورت ہے، جہاں تک ہو سکے خود بھی اس پر عمل کریں اور اپنے جاننے والوں میں اپنے اعزہ واقرباء میں زیادہ سے زیادہ اس کو پھیلانے کی کوشش کریں۔ اللہ تبارک وتعالے توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَبَارِكْ وَسَلِّمْ رَبَّنَا اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَةً وَّفِی الاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ۔ اَللّٰھُمَّ وَفِّقْنَا لِمَا تُحِبُّ وَتَرْضٰی مِنَ الْقَوْلِ وَالْعَمَلِ وَالْفِعْلِ اِنَّكَ عَلٰی كُلِّ شیئٍ قَدِیْرٌ رَبَّنَا لَاتُؤَاخِذْنَا اِنْ نَسِیْنَا اَوْ اَخْطَاْنَا رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ عَلَیْنَا اِصْراً كَمَا حَمَلْتَهٗ عَلَی الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِنَا رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا مَالَا طَاقَةَ لَنَا بِهٖ وَاعْفُ عَنَّا وَاغْفِرْلَنَا وَارْحَمْنَا اَنْتَ مَوْلَانَا فَانْصُرْنَا عَلَی الْقَوْمِ الْكٰفِرِیْنَ۔ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی خَیْرِ خَلْقِهٖ سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَسَلِّمْ اَجْمَعِیْنَ بِرَحْمَتِكَ یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ۔ بِجَاهِ سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ تَسْلِیْمًا كَثِیْرًا

❑❑❑